بعونہ تعالیٰ

نہ آں شبنم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

# کلیاتِ وفا

نتیجہ فکر سردفتر شاعران افضل الشعرا جناب مولوی حکیم عبد الہادی خانصاحب وفا مرحوم رامپوری

جس میں

اردو و فارسی کلام کا کل مجموعہ یعنی قصائد و غزلیات و رباعیات وغیرہ درج ہیں

باہتمام محمد عبد الواحد عفی عنہ خلف مصنف مغفور

منشی محمد عبد الکبیر کے
مطبع فیض عام علی گڑھ میں طبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## لاوارث مصنف کے حالات پر ایک مختصر نظر

زمانہ کی نیرنگیوں نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ ہر طبقہ کے اہل کمال مفقود ہوگئے
چنانچہ فن شاعری بھی بے علمی اور ناواقفی کی جھونک [illegible] سے چور ہو کر زوال
[illegible] تک پہونچ گیا۔ [illegible] جس فن نے غالب مومن میر جیسے اہل کمال کے
آغوش میں [illegible] پرورش پائی تھی آج اس ہی کو دیکھا جاتا ہے کہ نامہربان
مادروں کی بیجا محبت اس کا خون اپنے میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔
یہی ایک ایسا نشانہ باقی رہ گیا ہے جس پر ہر کس و ناکس کے تیر پہنچ رہے ہیں
اور اس کی حیات کو زمانہ کے ظلم و ستم نے دم توڑنے پر آمادہ کر دیا ہے حتیٰ کہ
نوبت اسکو ٹھوکریں کھلوا کے کس حال تک پہونچا دے۔
لطف یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو فن شناس اور صاحب فن ہونے کا حق حاصل تھا
وہ بھی انگشت نمائی سے بچے نہیں رہے۔ آج ہر شخص غالب و مومن کی سخن پر
طعنہ زنی کرنے کو طیار رہتے ہیں۔ خود نہ سمجھنا اس طرز سخن کی خرابی کی دلیل ہے
جو کلام نکات و معانی سے بالکل مبرّا اور بے بہرہ ہو وہ پسند ہے اور ناموں کا
نشان مٹانا نام رکھا گیا ہے کیا خوب۔

— مصنف

[illegible]

[illegible]

خاک بر فرق اوج اے سخن | یاد او در دست اہل سخن

### وفا مرحوم

ہر شے اپنے معدوم ہونے اور فنا ہونے سے پہلے ایک مثال اپنی چھوڑ جاتی ہے جو تھوڑے زمانہ کیلئے گذشتہ زندگی کی جھلک دکھا دینے والا اور آئینہ تمامی کا بھی ہوتا ہے۔ وفا مرحوم کا وجود نہیں مگر ہم بیان کرنا چاہتے ہیں اس شخص کی یاد اور زندہ کرنے کیلئے پوری مثال بنا کر ہے غالب و مومن کی مشق سخن پر از سر نو حیات کا پانی پھیر دیکے روح میں جان کوئی مستند ان کے عالم سخن رنگ کو اڑا دینا چاہتے تھے وہ پورا ہو گیا۔ بقول مصنف۔

اے وفا شیفتہ غالب و مومن ہوں نہیں
میں نے کچھ رنگ اڑایا ہے غزلخوانی کا

بیشک فن شاعری کے آخری زبردست اور اولوالعزم شاعر وفا مرحوم ہی ہیں سنہ ۱۲[illegible]ھ میں بمقام ریاست رامپور پیدا ہوئے جن کا تعلق ریاست کے ایک معزز خاندان سے تھا۔

**لیاقت علمی** چونکہ مرحوم نہایت ذہین اور رسا طبیعت رکھتے تھے کمسنی ہی میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی معقول و فلسفہ میں آپ مولانا عبد الحق صاحب خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ دیگر علوم کی تحصیل مختلف مشہور اساتذہ سے فرمائی۔ علم طب میں اپنے ماموں حکیم محمد حسین خانصاحب سے سند حاصل کی۔

**اخلاق و عادات** مرحوم کے اخلاق نہایت وسیع تھے۔ دوستوں کے ساتھ محبت اور خلوص آپکا خاص شعار زندگی تھا۔ ہر شخص سے بخلوص و خندہ پیشانی ملتے۔ ساتھ ہی ساتھ نہایت آزاد اور مستغنی الطبع تھے۔

آپ نہایت خوش مزاج اور زندہ دل طبیعت رکھتے تھے اسلئے ملازمت کی
پابندی چونکہ ذات کو کبھی گوارا نہیں فرمایا۔ اوائل عمر میں ایک قلیل مدت بعہدۂ
[illegible] ہی پر [illegible] رہے مگر ان کی خود دار طبیعت نے
آخر کار ان کو اس سے دست کش ہونے پر جلد مجبور کر دیا اور انھوں نے
اپنا ذریعہ معاش فن طبابت جس میں آپ کو ید طولی حاصل تھا قرار دیا۔

یوں تو آپ کی زندگی کا کچھ زمانہ تھوڑی تھوڑی مدت کیلئے مختلف مقاما
میں بسر ہوا لیکن آپ اپنا مستقل مسکن علیگڈھ کو ٹھیرا کر وہیں اقامت پذیر ہوئے
اس زمانہ قیام علیگڈھ میں جو فائدہ کہ علیگڈھ والوں کو آپ کے معمولات طبی
سے پہنچا وہ محتاج بیان نہیں علیگڈھ کا ہر شخص آپ کو مسیحائے زماں سمجھتا تھا
اور یہاں علیگڈھ کے اکثر اشخاص اب تک آپ کی مفارقت میں روتے ہیں
علم طب میں آپ کو اس قدر کمال و تبحر حاصل تھا کہ بعض اوقات طب کے اہم
سے اہم اور مشکل سے مشکل مسایل اس خوبی سے حل کر دیتے تھے کہ دیکھنے والے
متحیر ہو جاتے تھے۔

آپ نہایت خوش اوقات اور متشرع شخص تھے مذہبی امور سے آپ کو
خاص دلچسپی اور تعلق رہتا تھا۔ ہمیشہ ورد و وظایف کے پابند اور دیگر جزوی
کلی امورات شریعت پر عمل پیرا رہے۔ آپ کی ذات سے بہت سی مذموم رسمیں
مثل رقص و سرود وغیرہ خاندان سے بالکل ترک ہو گئیں۔

حافظہ بھی عدیم المثل پایا تھا۔ کبھی یاد نہیں ہوتا کہ مرحوم نے کسی جلسہ
میں دیوان یا کسی پرچہ پر لکھی ہوئی غزل دیکھکر سنائی ہو۔ اکثر موقعوں پر بعض
احباب کے اصرار پر پانچ پانچ چھ چھ غزلیں حفظ سنانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مرتبہ
دیوان کے گم ہو جانے پر بعینہٖ نقل کر لی تھی۔ ذہانت طبع کا یہ عالم تھا کہ ترکی سے

ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| [illegible] | کوئی ہم سے [illegible] ہو نہیں سکتا |
| کہا [illegible] غالب نے دہن کی بات [illegible] چھپائی | مثال اس سخن کی ایسا کہ پیدا ہو نہیں سکتا |

اسی طرح زمانہ کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ اور لکھتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| ہے ستم یہ روش سادہ دلی جیب منصور | ایجاد کی گردن پہ ہے خونِ غزلخوانی |
| کمبخت وفا نے ہی کیا چھیڑ دیا قصہ | ہر جہل ہے دانائی ہاں علم ہے نادانی |

استاد امیر آؤ دیکھو ستم بیجا
ملتی ہے سخن فہمی لٹتی ہے زباندانی

**موت** | علیگڈھ سے بیمار ہوکر رامپور تشریف لائے۔ ہر چند سیکڑوں اطبا کا علاج ہوا مگر مرض موت کو سوائے شربت جانکنی کے اور کس چیز سے افاقہ ہوسکتا ہے۔ چودہ ماہ بیمار رہکر بعارضہ سل ۷ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ کو ۴۷ برس کی عمر میں اس دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہا۔

افسوس آفتاب فن نے ابھی پورے طور پر ظہور نکیا تھا کہ قضا کے زبردست غبار نے اپنے آغوش میں چھپالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

**خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود**

**محمد شفیق علیگڈھ**

# نوٹ

مصنف کے کلام پر تقاریظ لکھوانے کی کوشش بلکہ اس طول عمل کو ہم نے بیکار سمجھا۔ اس لیے کہ آپ کے کلام کی خوبی تقریظوں پر منحصر نہیں۔ اس موقعہ پر ہم اُن کے ایک شعر پر اکتفا کرتے ہیں اور رخصت ہوتے ہیں ؎

اے **وفا** آپ ہی میں اپنے سخن پر گم ہیں
ٹپکے جو غیر کی تحسین سے وہ لذت کیا ہے

(از مہتمم)

ملنے کا پتہ ... حافظ محمد شفیق سہسرامی حلیم علی گڑھ جلیل سعید منزل

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

بفضل خداوند کردگار و بتائید داور دادار مرقع

بیمثال مجموعۂ نازکخیالی

# یادگار وفا

یعنی

# کلیات وفا

از تصنیف عالیجناب سر دفتر شاعران ملک الشعرا

مولوی حکیم محمد عبد الہادی خانصاحب وفا

مرحوم رامپوری ۱۳۲۲ھ

## قصیدہ

شکستِ رونقِ بازارِ ناکامی کا ہے ساماں
جہاں سے دو شبِ غم کشتہ بنکر اڑ گیا حرماں

بہارِ شادمانی کا ستارہ آج یہ چمکا
زحل گلدستۂ انجم میں ہوا اک گلِ خنداں

خوشی بالیدہ یوں ہوتی ہے جیسے نشۂ صہبا
مسرت اسطرح بڑھتی ہے جیسے وصل کا ارماں

یہ فیضِ مہبطِ فیاض کی افزائش دیکھو
کہ عشرت ہو گئی ہے اندو تخمینِ قیاسِ ارکاں

رگِ جاں میں ہے یوں ریشہ دوانی غیبِ شادی کی
کہ جیسے تاک کی رگ رگ میں موجِ بادہ ہو پنہاں

چمن میں دیکھ نقاشِ چمن کی رنگ آمیزی
ہر اک گل ہے بہارستاں ہر اک پتی نگارستاں

جو غنچہ یوں ہے لب بستہ تو گویا کچھ خبر دیگا
برنگِ نکہت اس میں سو طرح کے مژدے ہیں پنہاں

چمن میں آج کس گل کی الٰہی آمد آمد ہے
کہ نرگس دیکھتی ہے پھر رہی راہِ گل و ریحاں

یکایک قلزمِ ہستی میں اٹھی ہیں نئی موجیں
محیطِ بادۂ عشرت میں آیا ہے عجب طوفاں

وہی موجیں ہوئی ہیں نقشِ مسطرِ میری کاغذ
عدو ہی طوفاں ہوا ہے جوشِ طبعِ تہنیت ساماں

طبیعت کو اڑائے پھرتی ہے یہ شوخیِ مضموں
نسیم باغ کے ہاتھوں میں یا نگہت کا ہو داماں

اگر مجھسے کوئی پوچھے کہ اس دعوے پہ کیا حجت
اگر مجھسے کوئی چاہے کہ ان باتوں پہ کیا برہاں

کہوں اس فیض کا منشا وہی ذاتِ گرامی ہے
کہ تھا جس کی تجلی کا ازل سے آجتک ساماں

کہیں دستِ تمنا میں ہو اوسکا دامنِ بخشش
کہیں امید نے ڈھونڈھا ہو اوسکا دامنِ جاناں

کرم نے آنکھ گر کھولی تو اوسکے دستِ بازو پر
ہوئی بیدار جو دولت تو اوس کی تابعِ فرماں

وہی ...... عہ ...... جس کا سایہ سایۂ رحمت
وہ رحمت جس کی آغوشِ حمایت میں ہو ایماں

پناہِ جان و دل امیدگاہِ دانش و بینش
ملاذِ اہلِ علم و فضل ظلِ رحمتِ یزداں

نگہدارِ شریعت حامیِ دینِ رسول اللہ
مطیعِ حکمِ پیغمبر مزیلِ البغی والطغیاں

شرف میں ظلِ کعبہ حلم میں سدِ سکندر ہے
کرم میں ابرِ نیساں ہے عطا میں چشمۂ حیواں

وفا میں وہ دعائے صبح ہو روشن ضمیروں کی
صفائے قلب میں وہ تابشِ آئینۂ عرفاں

طبیعت سے نکل آیا ہے یوں اک مطلعِ روشن
کہ جیسے جیب سے ظاہر ہو دستِ موسیِ عمراں

## مطلعِ ثانی

تری پرکارِ ہمت کی یہ وسعت اے خدیوِ ذیشاں
کہ جس کے دائرہ میں ایک نقطہ گنبدِ گرداں

ترا نقشِ قدم آئینۂ مہر و مہ و زہرا
تری خاکِ قدم ہو توتیائے دیدۂ کیواں

ترے ایام دولت میں تن آسانی کو یہ رونق
ترے عہدِ سعادت مہد میں راحت کی یہ ساماں

پری اوس سے جہاں اصحابِ کہف آرام کرتے ہیں
لگا کر بستر اپنا سو گیا ہے فتنۂ دوراں

ترے دستِ کرم نے کی ہو ایسی گوہر افشانی
ہوا ہے ابرِ نیساں گریۂ عاشق سے بھی ارزاں

اسے باندھا اوسے کھولا اسے کھولا اسے باندھا
نگاہِ دلکشا تیری کمندِ گردنِ احساں

ترا فرمان راسخ ہے وہ اصلِ معرفت جس سے
رگِ جاں بنکے دلمیں دوڑتا ہے رشتۂ ایماں

یہ تیری صورت و سیرت نشانِ قدرتِ ایزد
معنون ایک ہو لیکن ہوئے ہیں اوسکے دو عنواں

ترا اس شان سے آنا ہے روحِ تازہ کا آنا
دیارِ مصطفیٰ آباد تھا اک قالبِ بیجاں

نویدِ ساعتِ سالِ ہمایوں ای خوشا ساعت
کہ ہے صبحِ ازل کی روح اور شامِ ابد کی جان

ہر اک غنچہ ہوا ہے رو کشِ صد روضۂ جنت
ہر اک ذرّہ ہوا ہے غیرتِ صد انجمِ تابان

مثال اوس قطرۂ خوں کی جو ہو مژگانِ عاشق پے
ٹپک کر اب گرا جاتا ہے رنگِ گلشنِ رضوان

قیامت تک نہ چھوٹیگا کچھ ایسے ڈھب سے کھینچا ہے
زلیخائے ہوس نے یوسفِ مقصود کا دامان

ہر اندیشہ نشاطِ جاودانی کا ہیولیٰ ہے
خوشی ہے تخم۔ دل ہے کشت اور فیضِ ابد دہقان

زمانہ اپنے حسنِ شیوۂ رفتار پر شیدا
فلک اپنے کمالِ اہتمامِ کار پر نازان

نکیونکر اوجِ منزل سایۂ اوجِ قضا ٹھہرے
کہ طاقِ عرش سے اترا ہے نقشِ رفعتِ ایوان

خوشا یہ پاسبانی مرحبا اقبالِ دربانی
مہ و خورشید پھرتے ہیں بجائے دیدۂ دربان

ہمو عیش نے لطفِ ازل سے شرط باندھی ہو
نہ میرا تار ٹوٹے اور نہ تیرا رشتۂ فیضان

تہِ دل سے دعا دیتا ہوں میں وہ بھی دعا ایسی
لکھے نامِ اجابت پر طلب کیواسطے فرمان

مقابل امتناعِ شئے کے ہو جبتک وجوبِ شئے
رہے تا ذاتِ ممکن سے قیامِ معنیٔ امکان

الٰہی۔ تیرے دشمن کو رہے ہستی سے یہ دوری
تباین جسطرح آپسمیں رکھتا ہے نہیں سے ہان

رہے تا حافظے کا کام حفظِ صورتِ اشیاء
رہے جبتک دماغی عارضوں سے سہو اور نسیان

ہوا خواہانِ دولت یاد ہوں خدامِ حضرت کو
رکھے تحویلِ نسیاں میں عدو کے نام کو دوران

رہے جبتک جہاں میں بزمِ حسن و عشق کی گرمی
رہے جبتک نیازِ عاشقان و نازِ معشوقان

ترے بختِ ہمایوں پر رہے فیضِ ازل مفتوں
تری تقدیر کی نسبت سے چرخِ ہشتمیں نازان

وفا بھی ہو سخن سنج و دعا گو و ثنا گستر
ترا بذلِ کرم ہو قدر افزائے دعا گویان

ہمیشہ روز افزوں ہو ہمایوں ہو مبارک ہو
تجھے سرمایۂ دولت مجھے مداحیٔ شایان

## قصیدہ

جنابا داورِ عدل دادر و دارا آئین
جسکے نقشِ قدم حلم و وقار و تمکین

اوس کا اندیشۂ انصاف وہ تعدیل اثر
شورشِ طبعِ حوادث کو ہے جس سے تسکیں

اوس کا اعجازِ تصور وہ خلائق پرور
جس سے ہے تقویتِ روح و دماغِ تکویں

وہ جہاں پاؤں رکھے سر بھی ادب سے رکھنا
ذرّہ ذرّہ ہے وہاں حرمتِ عالم کا امیں

عـہ...... افسرِ دریا دل و صافیِ طینت
قبلۂ دانش و امیدگہِ علم و یقیں

اے ترے قول و عمل میں صفتِ معنی و لفظ
اے ترے عہد و وفا میں روشِ نقش و نگیں

اے تری خاکِ قدم طرّۂ دستارِ شرف
اے ترا نقشِ قدم مردمکِ چشمِ یقیں

مطلعِ صبحِ سعادت تری توسن کی رکاب
برجِ مہرِ شرف و فتح و ظفر خانۂ زیں

تیرے رہوار کا ازبسکہ ہے بارِ احساں
دبگئی ایسی کہ اب اٹھ نہیں سکتی ہے زمیں

ہے ترے ناخنِ احساں کا تصرف ایسا
روئے عالم پہ نہیں ہے گرہِ چینِ جبیں

تو ہے اور تیرے لئے رحم و کرم کی خصلت
میں ہوں اور میرے لئے خستگیِ جانِ حزیں

پائمالِ ستمِ دہر ہوں انصاف انصاف
دردمندِ غمِ ایّام ہوں تسکیں تسکیں

دل میں اک قطرۂ خوں ہاں وہ ذرا [illegible]
مجھ میں اک دم ہے ابھی ہاں وہ دمِ بازپسیں

قطرۂ اشکِ یتیماں کی طرح بس ارزاں
صورتِ نقشِ قدم خاک بسر خاک نشیں

اک ذرا جنبشِ لبہائے تسلی افزا
اک ذرا پرسشِ حالِ دل و جانِ غمگیں

مجھسے ناکام کی محرومیِ قسمت نے مجھے
جب یہ دیکھا کہ کوئی اس کا خریدار نہیں

تو اگر چاہے تو خدمت کو ابھی حاضر ہے
جانِ تصدیق سرشت اور دلِ صدق گزیں

یہ مضامیں چمنِ فیضِ ازل کے گل ہیں
پیشکش لائی ہے تیرے لئے طبعِ رنگیں

نہ چھوا بادِ صبا نے کبھی دامن اُن کا
شاخِ گل تک کبھی پہونچا نہیں دستِ گلچیں

اے **وفا** عرضِ مطالب میں نہ ہونا گستاخ
ہاتھ سے جائے نہ سر رشتۂ آداب کہیں

مرحبا جذبِ اجابت کہ جو حاجت ہو لیں
اور نکلتا ہے زباں سے مری حرفِ آمیں

تو ہو دنیا کیلئے آیتِ افضال و کرم
دل ہو رحمت کا محل چشم ہو چشمِ حق بیں

ہو مرا ہاتھ بھی وابستۂ دامانِ عطا
اور یہ سر ہو ترے بابِ سعادت کا رہیں

## قصیدہ

چمن سے ہے فیض ہوا سے کچھ اسقدر شاداب
کہ جائے ہر رگِ گل دیکھتا ہوں موجِ شراب

سرِ طراوتِ صحرا سے عیش سے ہے سبز
خیالِ تازگیٔ گل سے نشہ سے ہے سیراب

بھڑک یہ آتشِ گل میں کہ قطرۂ شبنم
گرے جو گل پہ تو اڑ جائے صورتِ سیماب

بہار ساقی و مرغانِ بوستاں میکش
ہے رنگِ بادۂ گل و لالہ جامِ بادۂ ناب

اشارہ کرتی ہے عشرت کہ دادِ عیش بدہ
پکارے کہتی ہے فرصت کہ وقت را دریاب

بدے بیخودیٔ عیش طبع یوں مائل
کہ جیسے دیدۂ اصحابِ کہف ولذتِ خواب

کوئی تہنیہ سازِ نشاط میں سرگرم
کوئی سپاس گذارِ مسبب الاسباب

مجھے بھی دل سے کشادِ درِ سخن مقصود
لب و زباں پہ مری یا مفتح الابواب

اگرچہ نکتہ سرائی پہ طبع آمادہ
اگرچہ سحر طرازی کے جمع سب اسباب

مگر یہ عقل کا ایما کہ راستی مگذار
حواس کا یہ تقاضا کہ بے محل مشتاب

یکایک اٹھنے لگا دل سے پردۂ اوہام
کیا یہ ملہمِ علم و یقیں نے مجھے خطاب

کہ لکھ ستایش امیدگاہ اہلِ کمال
وہ جس کے فہم کے قائل سبھی اولو الالباب

وہ کون صاحبِ تیغ و قلم عہ ......
جنابِ فیض منش فیض و دست فیض مآب

پڑھوں وہ مطلعِ تابندہ مدح حاضر میں
کہ کسبِ نور کرے جس سے مہر عالمتاب

## مطلع ثانی

ترے ہی لطف سے راحت جہاں میں پاتے ہیں
ترے ہی قہر سے ہو خانمانِ فتنہ خراب

یہ تیرے عہد میں بیٹھے ہیں تھک کر اہلِ جفا
یہ تیرے وقت میں بیکار ظلم کے اسباب

نہ تیرِ غمزۂ خوباں میں وہ رہی تیزی
نہ شوخ چشموں کی تیغِ نگاہ میں وہ آب

عہ ۲۹ بہر پڑھنے میں نہیں آتا

ہوا ہے گریہ مبدل بخندہ اب ایسا — کہ اشکِ چشمِ یتیماں میں ہے دُرِ نایاب

جو شانِ قہر دکھائے تو مثلِ برقِ فنا — جو مہر و لطف پہ آئے تو ہو برنگِ سحاب

جو قوم غیر میں ہو فاضل و یگانۂ عصر — کرے تو معرضِ علم و ہنر میں اُس سے خطاب

وہ تیرے سامنے رہ جائے اسطرح حیراں — کہ جیسے ذمّیِ نافہم پیشِ اہلِ کتاب

ترا زمانہ زمانے سے منتخب ایسا — کہ جیسے فصلِ گل و روزِ وصل و عہدِ شباب

ترے کرم سے ترا قہر منکسر یوں ہے — کہ جیسے تندیِ صہبا بامتزاجِ گلاب

ستم کہ منشیِ تقدیر نے مجھی کو لکھا — زبون و خستہ و ناچار و بیکس و بیتاب

اجل ہے راہزن اور پاؤں ہو گئے زخمی — نہ ہے ٹھہرنے کی طاقت نہ بھاگنے کی ہے تاب

مری نگاہ میں ہے بسکہ جلوۂ حسرت — پڑھوں سراب جو دیکھوں لکھا ہوا ہے آب

مری بساط میں مقصود کیا ہو بامشیت — مرے خیال میں امید کیا ہو نقش بر آب

طلسم لاکھ تمنا کے توڑ ڈالے ہیں — مرا خیال بھی میری طرح ہے خانہ خراب

مری امید کو تیرے کرم سے وہ نسبت — کہ جیسے معصیت و جوشِ رحمتِ وہاب

ادھر بھی جلوۂ احساں کہ تیرہ روز ہوں میں — اِدھر بھی رشحۂ بخشش کہ ہوں میں تشنۂ آب

تری عموم مکارم کا کیا ہو اندازہ — نہ ذہن میں یہ رسائی نہ حوصلے میں یہ تاب

نہ یہ ضرور کہ حسنِ سخن کروں اظہار — نہ یہ غرض کہ ہو میرے کلام میں اطناب

وفا نے کھینچے ہیں بس صرف یہ نقوشِ نیاز — ادا کیے تری تعظیم کے فقط آداب

کفیلِ وسعتِ دولت ہو دورِ ہفت فلک
رہین عیش و مسرت رہیں دلِ احباب

## قصیدہ

زمانہ لطف ہوا سے ہے انبساط پذیر — عجب نہیں ہے اگر چٹکے غنچۂ تصویر

شگفتگی کا چمن میں کھلا ہے باب ایسا — کہ پڑھ رہی ہے ہر اک عندلیب حرفِ صفیر

کچھ ایسی بادِ بہاری میں قوتِ ترطیب
کچھ ایسی قوتِ ترطیب میں نئی تاثیر

مثالِ موجۂ دریا کرے وہیں جنبش
چمن کی خاک پہ گر باغبان کھینچے لکیر

جو ٹہر گیا کبھی سنبل میں خلطِ سودا ہی
تو گل کی صورتِ دم سے ہوئی وہیں تکسیر

مئے نشاط کا ساقی زمانہ مسعود
متاعِ عیش کی قسّام خوبیٔ تقدیر

ہر اک طرف یہ صدا ہے کہ ہاں بنوش و بجو
ہر اک طرف یہ ندا ہے کہ ہاں بیا و بگیر

یہ فیض اوسکی بہارِ کرم سے حاصل ہے
کہ جس کا نام ہے آغازِ صفحۂ تقدیر

مدارِ دولت و دیں قبلہ گاہِ اہلِ یقیں
مطیعِ حکمِ نبی ظلِّ کبریائے قدیر

ثنا میں ایسا چمکتا ہوا پڑھوں مطلع
چراغ کشتہ ہے جسکو آگے ماہِ منیر

## مطلع ثانی

شہا خدا نے دیا ہے تجھے وہ صاف ضمیر
کہ ہے صحیفۂ صبحِ ازل کی اک تفسیر

بجا ہے کھینچے عطارد اگر شبیہ تری
کہ بنگیا ورقِ مہر کاغذِ تصویر

ترا وہ نظمِ ریاست خدا ہو جسکا کفیل
ترا وہ حسنِ عدالت قضا ہو جسکی نصیر

زمانہ عہد میں تیرے یہ راستی پیشہ
کہ ثابت اب نہیں کرتے ہیں چرخ کی تدبیر

ذرا تغیرِ عالم کا ہو جو تو مانع
کبھی نہ چہرۂ عاشق سے رنگ ہو تغییر

نہ اپنی حد سے قدم آگے رکھ سکے دریا
بنا کر اس لئے ڈالی ہے موج کی زنجیر

ہے آستانہ ترا چرخ ہشتمیں سے بلند
ہر ایک ذرہ ترے آستاں کا بدرِ منیر

ترے ظہورِ کرم تیرے جودِ پیہم سے
جہاں میں رنج ہے تھوڑا سا اور عیش کثیر

بغیر یک دلِ حاسد کوئی نہیں غمگیں
سوائے تیرے عدو کے کوئی نہیں دلگیر

ستم کہ مجھ سا سخنور ہو اسطرح پامال
غضب کہ دامِ نحوست میں ہو ہما بھی اسیر

یہ نازکیٔ معانی یہ خوبیٔ الفاظ
یہ تیز گامیٔ خامہ یہ شوخیٔ تحریر

نگاہ پڑتی ہے جسکی دیکھ نہیں اٹھتی
سواد ہے مرے حرفوں کا سرمۂ تسخیر

ستم کشیدہ ہوں ایسا کہ دستِ قدرت نے
کیا جو روزِ ازل میرے نام کو تحریر

بجائے حرفوں کے سو داغِ آرزو دلگیر
پھر اوس پہ کھینچ دیا خطِ خوبیٔ تقدیر

وہ بینوا ہوں وہ خانہ خراب و بیکس ہوں
کہ میرے کام میں میری اجل ہوئی ہمشیر

فتادہ خاک پر ایسا کہ جیسے قطرۂ اشک
فسردہ ایسا کہ جیسے دلِ یتیم و اسیر

فلک نے ڈالدیئے میرے کام میں عقدے
قضا نے توڑ دیئے میرے ناخنِ تدبیر

میں اس خرابۂ دنیا میں وہ پریشاں خواب
کہ فتنہ روزِ قیامت کا جسکی اک تعبیر

میں اپنی بیسر و پائی میں ایک قطرۂ آب
تو اپنے جود و سخاوت میں ایک ابر مطیر

میں اپنے دامِ ہوس میں ہوں ایک صیدِ زبوں
تو اپنی قوتِ بازو سے ہے غضنفر گیر

تری طرف سے مرے دل میں یوں ارادت ہے
کہ جیسے سینۂ مومن میں ہو غمِ شبیر

عطا عطا کہ مجھے ہے امیدِ بخششِ خاص
کرم کرم کہ ترے در پہ لائی ہے تقدیر

وفا کو طولِ سخن سے نہیں کوئی مطلب
نہ اپنا حسنِ بیاں ہے ضروری التحریر

ثنائے حضرتِ اقدس سے ہے شروعِ سخن
دعائے دولتِ فرخ پہ ختم ہے تقریر

زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک پہ تا ہوں نجوم
نجوم میں ہو ضیا اور ضیا میں ہو تاثیر

خدا بڑھائے تری عمر و قدر و جاہ و جلال
قضا لکھے ترے حصہ میں ملک و مال خطیر

دہن میں تا ہو زباں اور زباں میں تا ہو سخن
سخن میں تا ہو اثر اور اثر ہو لطف پذیر

مری طرف سے ہو ایثار گوہر معنے
تری طرف سے ہو انعام عزت و توقیر

## قصیدہ

حبذا اے مری تقدیر تری قدرِ جلیل
دیتے ہیں روحِ امیں عرش کی تجھکو تمثیل

کیا کہوں اوجِ شرف کیا کہوں قسمت کا عروج
تھرتھراتا ہے یہاں ضعف سے پائے تخئیل

دیکھکر آنکھ سلیماں کی جھپک جاتی ہے
فکرِ لقماں میں بھی رہتی نہیں تابِ تحمیل

طائرِ سدرہ نے بھی سیکڑوں تدبیریں کیں ۔۔۔ پر نکالے سے نہ نکلی کوئی اُڑنیکی دلیل
میرا یہ خطِ جبیں سے وہ بیانِ مجمل ۔۔۔ جزوِ افلاک پہ کچھ لکھی ہے جسکی تفصیل
کیا تعجب ہے جو پایا مرے طالع نے فروغ ۔۔۔ پہونچا اس منصبِ کبریٰ پہ جو یہ عبدِ ذلیل
تھا میں پامال جفا صورتِ نقشِ کفِ پا ۔۔۔ تھی مری خاک نشینی مرے مٹنے کی دلیل
ناتوانی میں اگر خاک سے نسبت دیتا ۔۔۔ تو یہ جانو کہ یہ کہنا تھا سراسر تاویل
ملگیا دوشِ ہوا کا تو سہارا اس کو ۔۔۔ دور رہتا تھا مرا سایہ بھی مجھ سے سو میل
اب جو تقدیر نے تدبیر سے ملنا چاہا ۔۔۔ ہوگیا مجھسے موافق جو ذرا چرخِ بخیل
یہ شرف مجھکو ملا اوسکی ثنا خوانی سے ۔۔۔ جو ہے یوسف کیطرح صورت و معنی میں جمیل
اوس کے اکرام سے ہے کشتِ تمنا سیراب ۔۔۔ اوس کے افضال سے تازہ ہے ہر اک نخلِ ذلیل
جس جگہ ڈھونڈھیے ہے چشمۂ حیواں جاری ۔۔۔ جس طرف دیکھیے پھولا ہے گلستانِ خلیل
وہ ...... ملک چرخ سریر ۔۔۔ جسکی مریخ و عطارد پہ ہو واجب تبجیل
خسروِ عہد فلک چترِ سلیماں اورنگ ۔۔۔ آفتاب افسر و جوزا کمر و نجم اکلیل
وہ ہے جمشید خدم مہر علم چرخ حشم ۔۔۔ شوکت و دبدبہ و جاہ میں بےمثل و عدیل
مدح میں پڑھتا ہوں وہ مطلعِ عالی مضموں ۔۔۔ جسکی تحسیں کیلئے چرخ سے اُتریں جبریل

## مطلعِ ثانی

یوں ترا حکم ہے احکامِ شریعت کی دلیل ۔۔۔ جسطرح امر نہی امر خدا کی تفصیل
تیرا اقبال وہ اقبال خدا جسکا معیں ۔۔۔ تیرا فرمان وہ فرمانِ قضا جسکی کفیل
عالمِ قدس میں جاکر جو کیا استقرا ۔۔۔ عقلِ اوّل کے ذریعہ سے یہ سوجھی تمثیل
کہ ترا خامہ ہے یوں مثبتِ احکامِ رسول ۔۔۔ جیسے موسیٰ کا عصا دعوی موسیٰ کی دلیل
شرع و قانون ہوے صورتِ صغریٰ کبریٰ ۔۔۔ حدِ اوسط کی جگہ تیرے قیاساتِ جلیل
بعد ترتیب کے اس سے یہ نتیجہ نکلا ۔۔۔ کہ ترے حکم کی واجب ہوئی سب پر تعمیل

یوں ترے نام سے دیوانِ قضا کی رونق — مہر سے ہوتی ہے فرمان کی جیسے تکمیل

چمنِ دہر میں اسلام کا یہ چرچا ہے — نکلی غنچہ کی چٹک سے بھی صدائے تہلیل

ہے خلائق کی دعا تیرے لئے حصنِ حصیں — حفظِ حق روز بنی ہے تری قلعہ کی فصیل

تشنۂ زیست کو ملتی ہے حیاتِ جاوید — تیری شیریں سخنی آبِ بقا کی ہے دلیل

تجھسے باتوں میں مسیحا کا بھی دم رکجائے — سانس یوں چلنے لگے جیسے چلی نبضِ علیل

وائے کا لفظ زباں پر کوئی لاتا ہی نہیں — اس زمانہ میں ہیں متروک حروفِ تعلیل

کیا عجب آئے گدائی کو درِ دولت پر — بنگیا ہے ہمہ تن چرخ جو شکلِ زنبیل

سایہ گستر ہے تری ذات جو اک عالم پر — اس زمانہ میں ہے منحوس ہما کی تظلیل

اڑ گیا دیکھ کے تیرے چمنِ نعمت کو — رنگِ عاشق کیطرح رنگِ گلستانِ خلیل

مجھکو بھی زمرۂ خدام سے اک نسبت ہو — آج عزت میں سکندر بھی نہیں میرا عدیل

سر سے مطلوب ہے مجھے قطعِ رہِ کسبِ کمال — دل سے مرغوب ہے مجھے علم و ہنر کی تحصیل

پر مرے بخت نے کی اپنے اثر میں جلدی — ڈالدی میرے ہر اک کام میں ہر تعجیل وصیل

ہوں میں پابندِ حوادث نہیں بنتی تدبیر — ہوں گرفتارِ مصائب نہیں چھٹنےکی سبیل

اسطرف رہزنِ جمعیتِ دل فکرِ معاش — اوسطرف دشمنِ جاں میرے لئے چرخِ بخیل

بخت واژوں کی یہ تاکید کہ محنت ہو کثیر — دورِ گردوں کی یہ تنبیہ کہ راحت ہو قلیل

آرزو ہے کہ مرا سر ہو ترے در کا رہیں — تیری دولت ہو مرے سایۂ راحت کی کفیل

چاہیئے سر پہ مرے ظلِ شہِ عالیجاہ — مجھکو درکار نہیں بالِ ہما کی تظلیل

آرزو ہے کہ اسی سایہ میں آرام کروں — صرف ہو جائے اسی در پہ مری عمرِ قلیل

کوئی دم چین سے گذرے تو بڑی نعمت ہے — کیا ہوا ملگئی گر خضر کو اک عمرِ طویل

ختم کرتا ہے **وفا** تیری دعا پر یہ سخن — اصلِ مطلوب کی جانب ہے قلم کی تحویل

قوتِ حافظہ جب تک کرے حفظِ صورت — قوتِ واہمہ جب تک کرے وہم و تخئیل

پھر معانی میں تصرف کرے جبتک قوت
کبھی ترکیب ہو آپس میں کبھی ہو تفصیل

تیرے دشمن کو تصور میں بھی رستہ نہ ملے
لیس سے ایس میں آکر وہ کبھی ہو نہ دخیل

تری دولت تری شوکت ترا اعزاز بڑھے
ترے دشمن ترے حاسد کی گھٹے عمر قلیل

## قصیدہ در نعت حضور سرور کائنات مفخر موجودات علیہ افضل السلام و الصلوٰۃ

ان دنوں زور پہ ہے طبع سراپا جودت
کود جائے نہ کہیں یہ فلک العرش کی چھت

قوت فکر ہے یا قوت بال جبریل
سرعت ذہن ہے یا نبض پری کی سرعت

کسطرح مانوں میں عقل ہیولانی کو
میرے نزدیک ہے بالفعل جو ہے بالقوت

نہ مرے ذہن کو ترتیب قضایا درکار
نہ مجھے شکل بنانے کی رہی اب حاجت

کس لئے اب میں کروں جستجوئے حاشیتین
کیوں مرا ذہن ہو محتاج حصول صورت

جو اثر کسب سے ہوتا وہ بلا کسب ہوا
تھا جو مطلوب وہ حاصل ہے مجھے بے محنت

ہاں مجھے مکتب تشبیہ سے اک استغنا
ہاں مجھے محفل تنزیہ سے ہے اک رغبت

عالم قدس کو جاتا ہوں تو سیکھ آتا ہوں
ہر گھڑی ایک نیا علم نئی اک حکمت

قوت حافظہ اس درجہ کو پہونچی کہ مجھے
یاد ہے عالم ارواح کی سب کیفیت

پھر نہ نکلی جو مرے دھیان میں آئی کوئی بات
پھر نہ بگڑی جو مرے ذہن میں آئی صورت

اسطرح پاسے معانی میں پڑا ہے رشتہ فکر
جسطرح گردن عنقا میں کمند شہرت

اسطرف جوش معانی ہے ادھر ضبط سخن
کنج خلوت میں بھی رہتی ہے مجھے اک کثرت

اسطرح میری طبیعت میں بھری ہے شوخی
جسطرح دیدۂ آہو میں ہو جوش وحشت

کیا نظر آئے لگا جلوۂ حسن معنے
کیا مرے آئینۂ دل کی بنی اک صورت

جو نکلتی ہے نگہ مثل شعاع خورشید
نیچے آنکھوں سے کے چمک جاتی ہے وہ برق صفت

مُظہر آتا نہیں اب داغِ سویدا دل میں
نورِ معنی سے مٹا دی ہے یہاں تک ظلمت

بات کہتا ہوں کہ وا ہوتے ہیں صد عقدۂ راز
میرے لب کُھلتے ہیں یا کُھلتے ہیں قفلِ حکمت

پرِ جبریل سے ملے مجھکو جو کاغذ مانگوں
شاخِ سدرہ دے مجھے دیں گر ہو قلم کی حاجت

ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں فرشتے ہر دم
بلے رتبہ مرا اللہ ری میری عظمت

کیوں ملایک نہ مری بات کی تصدیق کریں
کیوں نہو میرے تصور کو علوِ ہمت

کیوں نہو ذہن رسا کیوں نہو یہ عقلِ سلیم
کیوں نہو زورِ قلم کیوں نہو ایسی قوت

میری تقریر میں کیونکر نہ ہو طرزِ الہام
میری تحریر میں کیونکر نہو شان و شوکت

کس کا بندہ ہوں مجھے کسکی ہے طاعت منظور
کس کا مداح ہوں کسکی ہے ثنا و مدحت

کس کا ہے نام زباں پر مری سبحان اللہ
کس کا ہے دھیان مجھے واہ رے میری قسمت

وہ شہنشاہ رُسل ختمِ رُسل فخرِ رُسل
دونوں عالم کا شرف دونوں جہاں کی عزت

آفتابِ ازلیت ہمہ حسنِ بیچوں
ماہتابِ ابدیت ہمہ نورِ وحدت

نیّرِ اوجِ سخا جس کی دو عالم میں ضیا
گوہرِ درجِ عطا جسکی جہاں میں شہرت

فضل میں کعبۂ دل فیض میں بارانِ عطا
لطف میں بحرِ کرم جود میں ابرِ رحمت

مطلعِ صبحِ ازل مشعلۂ شامِ ابد
شمعِ فانوسِ قدم پرتوِ شمعِ وحدت

مظہرِ نورِ خدا معنیِ کنتُ کنزاً
لیگیا عرصۂ ایجاد میں گوئے سبقت

نوبہارِ چمنِ حسن و طراز خوبی
زلف وہ جیسے علی بندہ وہ خدا کی رحمت

آپ نقاشِ حقیقت نے اوسے چوم لیا
لوحِ محفوظ پہ کھینچی جو وہ زیبا صورت

قدِ رعنا نہیں گویا الفِ الحمد کا ہے
خمِ ابرو نہیں قرآن کی ہے اک آیت

جنبشِ لب ہے کہ ہے موجۂ آبِ حیواں
خندۂ لب ہے کہ ہے خندۂ صبحِ عشرت

اسطرح ہے لبِ نازک میں تبسم پنہاں
جیسے آغوش میں غنچہ کی چھپی ہو نکہت

شان میں آپ کی پڑھتا ہوں میں ایسا مطلع
جس کے سننے سے ہو عشاق کے دلکو فرحت

## مطلع ثانی

تو وہاں پہونچا ہے ای طائر اوج عفت — جس جگہ پر نہیں سکتی تھی کمند ہمت

## مطلع ثالث

اللہ اللہ رے ترے قصر بریں کی رفعت — جسکی ہے بام قضا جسکا ہے زینہ قدرت

نفس قدسی ترے ادراک میں کیسا عاجز — عقل اول کو تری کنہ میں کیسی حیرت

نام تیرا خط سرنامۂ لولاک لما — حکم تیرا ہیں اک نقش نگین قدرت

مہر عنوان نبوت ہے ترا دین متین — نظم دیوان رسالت ہے یہ تیری ملت

ٹھہرے جب عرش بریں تیرے لئے پا انداز — قاب قوسین کو پھر کیوں نہو تجھسے زینت

انبیا بیٹھیں ترے آگے دو زانو ہو کر — محفل قدس تری ذات سے والا رتبت

نغمہ خواں تیرے لئے بلبل شاخ طوبی — طائر سدرہ بھی اک زمزمہ سنج عشرت

مغفرت کہتی ہیں جسکو وہ ترے در کی مطیع — رحمت حق کو ترے دست کرم سے بیعت

تیری خوشنودی خاطر ہے رضامندی حق — اور رضامندی حق تیری کتاب و سنت

ایک کو ایک سے یوں ربط ہے باہم جیسے — دو ہوں مفہوم تضایف کی ہو جن میں نسبت

تختۂ خلد بریں تیری گلی کا رستہ — زینت ہشت فلک اک ترے گھر کی زینت

تیری امت کو مبارک ہو عطائے کوثر — دشمنوں پر تری جاری رہے حکم تبت

تیری تعریف بہار چمن عیش و نشاط — روح کو اس سے طراوت تو دلوں کو نزہت

خود بخود غنچۂ دل ہنسنے لگا کھلنے لگا — سانس چلتی ہے کہ چلتی ہے نسیم جنت

ہاں یہ سچ ہے کہ ترا وصف ہمارا مقصود — ہاں یہ حق ہے کہ تری نعت ہے اقصیٰ غایت

نام لینے پہ ترے ٹھیری ہے عالم کی نجات — وصف لکھنے میں ترے دیکھی خطائے عصمت

میں کہاں اور یہ تحریر یہ تقریر کہاں — دست کوتاہ میں رعشہ تو زباں میں لکنت

اے وفا دیکھ سنبھل پاؤں کہاں رکھتا ہے — جا تنگ ہے کہ یہ کیسا ہے محل عبرت

یاں سے جبریل دبے پاؤں چلے جاتے ہیں ‏— ہے یہ میدانِ خطر ہے یہ مقامِ ہیبت
عرض کر حضرتِ اقدس میں بصد عجز و نیاز ‏— اک یہی شعر کہ اس شعر میں ہے کیفیت

مجھ پہ ہو تیرا کرم تجھ پہ دو عالم کی درود
مجھ پہ ہو تیری نظر تجھ پہ خدا کی رحمت

## قصیدہ در مدح جناب فیضمآب فخرِ قوم حکیم محمد اجمل خانصاحب

دم لیا تھا کہ ہوئے دونوں جہاں بے آرام ‏— میرا آغاز مصیبت ہے قیامت انجام
دستِ فریاد سے ہے چاک گریبانِ سحر ‏— آہ سوزاں نے جلایا ہے ادھر پردۂ شام
میں ہوں اس وادیٔ وحشت میں کہ ہے نقشِ خضر ‏— نہ مجھے تابِ گریز اور نہ یارائے قیام
مرکزِ دورِ حوادث مجھے ٹھہرایا ہے ‏— ہاں مسلمان ہوں ایمان ہے تہلکۃ الایام
حالتِ منتظرہ کوئی نہیں ہے باقی ‏— عدمِ محض ہوں بیکار ہے قیدِ دوام
ضعف سے تار گریباں بھی مجھے پھانسی ہے ‏— چھوڑ جلادِ فلک دیکھ نہ ہو نا بدنام
ہے نمک پاشِ جراحاتِ جگر خندۂ صبح ‏— آبِ شمشیر سے ہے تاب مجھے گریۂ شام
کاش کر زیست کے دن راہِ عدم کاٹتا ہوں ‏— میں ہوں وہ تیغ کہ ہے کنجِ لحد مجھکو نیام
شانِ ستاریٔ معبود کے صدقے جاؤں ‏— نامرادی نے چھپایا ہے کفن سے اندام
حسبِ مفہوم تضادوں کا مقابل ہوں میں ‏— کیا یہ کم ہے کہ مجھے کہتے ہیں دشمن ناکام
موت ہر دم نگراں آنے میں لاکھوں انکار ‏— عمر بے صرفہ رواں زیست کا مجھپر الزام
میرے غمخوار خفا ہوں تو مناؤں کیونکر ‏— پہلے سے روٹھ کے بیٹھی ہے امیدِ آرام
بیٹھکر پردۂ اعجازِ مسیحائی میں ‏— کہہ گئی یاس کہ بس اب تجھے جینا ہے حرام
سر میں سودائے جنوں دورِ فلک کا شکوہ ‏— بختِ بد درپئے آزار زمانہ بدنام
ذہن میں سیکڑوں مضمون جگر خون کن ہیں ‏— سانس لینے کی بھی فرصت نہیں دیتے ایام

اوسکے ہاتھوں میں ہے جاری ہی ہماقلیِ ہر اِ
جس کے قدموں تلے لگا بیٹھا ہے انجاح مرام

اوسکے ہونے سے مشخص ہے وجود قسمت
جیسے ہوتے ہیں اضافت سے ممیز اعدام

مرحبا شان کرم فیہ شفاء للناس
حبذا فیض اعم فیہ صلاح للعام

کون کہتا ہے سمجھنا ہی ہے سمجھا دینا
واقعی فہم ہے لازم متعدی افہام

ناطقہ اور ہے اظہارِ سخن میں اصرار
سامعہ اور ہے ایضاحِ بیاں میں ابرام

لوسکے دیتے ہیں ہم گرچہ ادب ہے مانع
لو نہیں مانتے ہم گرچہ ہے صنعت ایہام

حافظ و حاذق و یکتائے زماں اجمل خاں
فاضل و افضل و فرزانہ فہیم و فہام

اس سے چمکا مہ انور میں جمال احساں
اس سے پایا شہ خاور نے کمال انعام

فیض و ایثار و کرم جسکے خط و طرّکف دست
حلم و تمکین و ادب جس کے نقوش اقدام

بذل توصیف اوسی کا ہے کہ بڑھتے بڑھتے
شاخ طوبیٰ اسے مل جاتی ہے شاخ اقلام

فیض تمکیں یہ اوسی کا ہے کہ جمتے جمتے
ہو کر اعراض بنے جاتے ہیں جوہر ارقام

بسکہ جوشش ہی تقریر سے بدمست ہوئیں
قابلِ عفو ہے یہ سوء ادب کا الزام

توسن طبع کی شوخی کا کھٹکا نا کیا ہے
میں چلا آپ سے اور ہاتھ سے چھوٹے لگام

دیکھتا زمرہ خدام میں حاضر ہے خطاب
قوت ناطقہ کہتی ہے اٹھا دو ابہام

صاحبا فیض بنا ہا و عقیدت گا ہا
میری امید نے باندھا ترے در پہ احرام

اے ترا دست کرم مرہم ناسور شفا
اے ترا خلقِ رسا چارہ زہر آلام

سامنے تیرے ہے آئینہ حفظ صحت
ہاتھ میں تیرے ہے سر رشتہ اصلاح انام

تیری توضیحِ بیاں صبح بہار اعجاز
تیرا ایہام سخن غنچہ شاخ الہام

تیری تشخیص میں تشکیک کو ہے استرخا
تیری تشریح میں رہ جاتے ہیں پائے اوہام

تیری تعلیم ہے اک رابطہ حسن عمل
تیری ترمیم ہے اک ضابطہ حسن نظام

تیری تحقیق مٹا دیتی ہے اشکال عقیم
تیری تصدیق جلاتی ہے حجاب اوہام

تیرے اخلاق ہیں تریاقِ مزاجِ ارواح
تیرے الطاف ہیں معجونِ مفرحِ اجسام

درپئے خاک نوازی ہو اگر اوجِ قدم
جوشش زن سطحِ زمیں پر ہو اگر موجِ خرام

ذرّہ ذرّہ ہو گریبانِ شرف کا تکمہ
قطرہ قطرہ دُرِ یکتائے محیطِ اکرام

ہائے میں اور ترے فیض سے محروم رہوں
ہائے میں اور ستائے مجھے بختِ ناکام

ساقیٔ دہر نے زہراب پلایا پیہم
رگ و پے میں نہ اتر جائے کہیں تلخیٔ کام

دیکھلو میری حقیقت کہ عیاں ہے تم پہ
نہ سنو بات ہوس کی کہ ہوس ہے نمّام

تیرے ہوتے ہوئے میں وقفِ گدازِ غم ہوں
کیوں شبِ قدر میں مخسوف رہے ماہِ تمام

نہ صلے کی مجھے خواہش نہ کوئی حسنِ طلب
مجھکو اظہارِ ہنر طولِ سخن سے کیا کام

سرگذشتِ دلِ افسردہ ہے وہ بھی منظوم
کہ طبیعت کو ہے مرغوب ذرا نظمِ کلام

اے **وفا** حدِ ادب کہتی ہے گستاخ نہ ہو
تا کجا ماتمِ غم روک زباں ہاتھ کو تھام

پہلے سے جذبِ اجابت نے دکھایا ہے اثر
حرفِ آمیں جو بڑھا آگے دعا سے صد گام

صحیِ معنی سے ہو تا روشنیٔ بزمِ حواس
دشمنِ افعالِ دماغی کا ہو جبتک سرسام

تو ہو اور نشۂ فیضانِ الٰہی کا عروج
سرِ بدخواہ کے حصے میں نزولِ آلام

جب تک ارواحِ ثلثہ ہوں قویٰ کے محکوم
دولت و ثروت و اقبال رہیں تیرے غلام

## قطعہ

اے خداوندِ قبلۂ حاجات
بارک اللہ ضاعف الحسنات

تجھسے دنیا کو کیوں ارادت ہے
روح پرور ہیں کیا ترے عادات

دلنشیں کیوں تری حکایت ہے
کیوں یہ معجز اثر ہیں تیرے صفات

ہاں مگر کوئی اُسکا باعث ہے
ہاں مگر اسمیں ہے نئی کچھ بات

بات کیا تو ہے سایۂ رحمت
سایۂ ذاتِ واجب الطاعات

مطلعِ صبحِ دولت و اجلال
مرحبا اے تجلیِ برکات

گردشِ کوکبِ اقبالی
زرِ بارانِ ترقیِ درجات

مہر و ماہ و عطارد و زہرہ
تیری روشن دلی سے گئیں ظلمات

ابرِ نیسان و آبِ حیوانی
تیرے احسانِ عام کے رشحات

لطف تیرا کفیلِ آسائش
خلق تیرا طبیبِ مخلوقات

ہائے میں اور یہ دلِ مردہ
ہائے دل اور یہ تیرے حالات

تیرہ بختی و کنجِ ناکامی
زندگی و زبونیِ اوقات

اس طرح یاس قاطعِ امید
جس طرح مرگ ہادمِ اللذات

حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت بھی
جسطرح رنگ و بو و شیر و نبات

تجھ سے حاتم کو کون نسبت ہے
تجھ میں اک بات اور وہ اک بات

صدق جود و سخا میں ہے تفریق
کہیں بالعرض ہے کہیں بالذات

عقل ہے اور تجلیِ ایمان
قلب ہے اور صفائے ادراکات

ہو وفا پر بھی وہ نگاہِ کرم
جس سے حاصل ہوا اک تازہ حیات

تجھ پہ ہو فضلِ منعمِ مطلق
تجھ پہ ہو تیری چشمِ انعامات

## غزلیات

تمھاری بےنیازی سے بنا سامان راحت کا
الٰہی کسقدر اونچا ہے سر عجز ندامت کا
مسخر ایک حلقہ میں ہوا ہے نقش کثرت کا
جو وحدت نے بنایا جُملہ انگشت شہادت کا
دکھا دینگے کھڑا ہونا گنہ گاران اُمّت کا
اٹھا ہے دہر میں کیا غلغلہ ختم رسالت کا
مٹی ہیں ملّتیں اقبال ہے تیری شریعت کا
دکھائے انتظار شوق صورت بیقراری کی
جنون عشق نے ہر رنگ میں کی ہے زلیخا کی
گنہگاروں میں ذوق معصیت کی چیر چہ ہو شید
مرا آغاز ہے انجام پھر انجام کیا ہوگا

مبارک ہو دل مضطر کو گہوارہ قیامت کا
توقع نے دکھایا کنگرہ ایوان رحمت کا
جسے کہتے ہیں کن وہ ہے نگین مہر نبوت کا
حقیقت نے اٹھایا فرق ظاہر عطف و نسبت کا
کہ ہر ہر جرم پر بیٹھا ہے سکہ شان رحمت کا
ازل نے جیب ہستی سے نکالا ہاتھ بیعت کا
جھکی ہیں گردنیں احسان ہے تیری رسالت کا
عدم نے رکھدیا ہے آسنہ اک خواب راحت کا
کفن میں بھی وہی اک چاک ہے بیت محبت کا
یہ بزم مغفرت میں ذکر ہے کسکی شفاعت کا
مری تر دامنی گویا پسینا ہے خجالت کا

اگر حسنِ ازل لیگا تو ہم بھی پیچ ڈالینگے
دلِ حیرت زدہ آئینہ ہے نیرنگِ قدرت کا

تری آمد نے چمکایا ہے پہلے آنے والوں کو
ترا نقشِ قدم افسر بنا فرقِ رسالت کا

بلندی نے فلک کو خاک کی پستی نے تولا ہے
یہاں بھی عجز نے تھاما ہے بازو میری ہمت کا

سوادِ اعظمِ داغِ سویدا پھر بتاؤں گا
دلِ بستہ ہو دروازہ ستم آبادِ محنت کا

مجھے کیا آفتابِ حشر کی گیتی نمائی سے
ابھی پیشِ نظر ہے آئنہ زانوئے حسرت کا

تقاضائے جنونِ حیرت خیز کیا چینِ جبیں کو بھی ہے
اُٹھی دکانِ غفلت کھل گیا بازار عبرت کا

اِدھر بھی دیکھ اے شانِ جمالی کیا عنایت ہے
کہ شعلہ شمع وحدت کا ہے شانہ زلفِ کثرت کا

یہ دل تیرا ہے جاں تیری سخن تیرا زباں تیری
شکا کیا کروں موقع نہیں ملتا شکایت کا

چھپا عیبِ گنہگاری دکھا وہ شانِ ستاری
کہ بنجائے قیامت بھی مجھے پردہ مصیبت کا

مجھے صبرِ تمنا سوز غم فرسا عنایت کر
کہ کھینچے نوکِ خارِ آرزو دامن قناعت کا

مجھے ہاں جادۂ راہِ توکل کی ہدایت کر
نہ اُلجھے حلقۂ دامِ ہوس میں پاؤں ہمت کا

جلا دے چشمِ ظاہر بیں کو برقِ لن ترانی سے
مجھے دے آنکھ دل کی آنکھ میں سرمہ حقیقت کا

مجھے معنی پرستِ جلوۂ توحید و عرفاں کر
کہ ہے صورت پرستی دین و ایماں اہلِ صورت کا

سکھایا ہے خدا نے تجھکو بسم اللہ مجریہا
خدایا تو نے چھوڑا ہے سفینہ اپنی اُمت کا

دو عالم کو لپیٹوں دو اگر پرواز کی فرصت
ہوائے حشر ہے شہپر مری عنقائے فکرت کا

ترقی ہے مگر معکوس کیوں گر کر اُچکتے ہیں
کہ ٹبہتے ٹبہتے پایہ گھٹ گیا ہے اہلِ نخوت کا

ہوئی ہے جوہرِ ذاتی بیوست بیدِ ماعنی کی
اثر پیدا ہوا ہے روح میں دودِ رعونت کا

ادب کچھ چاہیئے روح الامیں کو بوسہ لینے میں
مرے لب پر سخن ٹھیرا ہے نعتِ پاک حضرت کا

وہ ہوں گلچینِ باغِ قدس رضواں مجھ سے نازاں ہے
مرا ہر بیت گلدستہ ہے گا طاقِ جنت کا

وفا یہ امتیازِ قدر دانی بھی غنیمت ہے
مرا بختِ سیہ آئینہ ہے حسنِ طبیعت کا

محوِ نیرنگِ تماشا ہوں تماشا کسکا
پہلے یہ دیکھ کہ پردا بھی ہے پردا کسکا

آج مرتا ہوں تو پھر وعدۂ فردا کسکا
ہاں تقاضا ہی سے کے لئے مجھکو سہارا کسکا

اپنے قابو میں نہیں جلوۂ یکتا کسکا
ہائے شوخی سے کھنچا جاتا ہے نقشا کسکا

ہم بھی مشتاق ہیں اے طرزِ خموشی کہدے
عالمِ بزمِ خیالی میں ہے چرچا کسکا

ملگئی خاک میں ناموسِ نظر دیکھ تو لو
بنگیا نقشِ قدم دیدۂ بینا کسکا

سادگی کہتی ہے مجھسے ہے نمایش کسکی ؟
ناز کہتا ہے کہ میں ہوں چمن آرا کسکا

بیکسی میری طرف غیر بھی اپنا ہے مجھے
دو جہاں اوسکی طرف وہ ستم آرا کسکا

دیکھنا اے اثرِ عشق ابھر آیا ہے
مردمِ چشم کے پردہ میں سویدا کسکا

سحر و اعجاز سے باہر ہے تجلی اونکی
ماہِ نخشب سے غرض کیا یدِ بیضا کسکا

کیوں نہ آئے یہ طبیعت ہے طبیعت کسکی
کیوں نہ چلجائے اشارہ ہو اشارا کسکا

بیوفائی سے بھی کچھ رنگ جمایا نگیا
جب رقیبوں سے الگ ہے تو وہ ہوگا کسکا

لیچلا سوئے عدم ذوقِ سوالِ ازلی
کس نے پھونکا ہے یہ افسونِ تمنا کسکا

سینہ تنگ ہوا اسکے لئے ہستی و عدم
حد سے باہر ہے غمِ حوصلہ فرسا کسکا

مفت ہم دیکھنے والوں میں گنے جاتے ہیں
جلوہ کس کا ہے نظر کس کی تماشا کسکا

ایک ہے ساقیِ خود بیں تو اشارا لاکھوں
گردشِ جام ہے کیا جلوۂ مینا کسکا

بو ہو وحدت سے ملا لوٹ کو رنگِ کثرت
میکدہ کیا ہے خم و ساغر و مینا کسکا

اے وفا ہیچ دل واصل زباں قطع ہوئی
جب توقع نہ رہی پھر مجھے شکوا کسکا

وہ ساغرِ شباب چھلکتا ہوا ہے کیا
آنکھوں سے تیرا وحشیِ رنگِ ادا ہے کیا

تیرا گناہگار ہوں تیرے سوا ہے کیا
اپنی طرف تو دیکھ مجھے دیکھتا ہے کیا

جب دل ہی بجھ گیا تو کسی سے گلا ہے کیا
جب میں نہیں رہا تو پھر اچھا برا ہے کیا

عذرِ جفا کے پردہ میں شکرِ جفا ہے کیا
ظالم پھر امتحانِ امیدِ وفا ہے کیا

در پردہ پھر یہ بخششِ مالا تحمل ہو کیوں
بے پردہ پھر یہ نازشِ صبر آزما ہے کیا

پھر یہ تغافلِ ستم نما ہے کیوں ؟
پھر یہ تجاہلِ نگہِ آشنا ہے کیا

جادو طرازیٔ سخنِ دلنشیں ہو کیوں نہ
نیرنگِ وعدہائے تسلی فزا ہے کیا

افسونِ شوقِ گوشِ دو عالم میں پھونکنا
پھر مانگنا کہیں دلِ بے مدعا ہے کیا

خونابۂ سرشک پہ یوں خاک ڈالنا
پھر چھیڑنا کہ سرخیٔ رنگِ حنا ہے کیا

چھالے کسی کے ناخنِ تدبیر توڑنا !
پھر پوچھنا کہ عقدۂ بندِ قبا ہے کیا

محشر بھی ایک صفحۂ بزمِ خیال ہے
اعمالنامۂ نگہِ سرمہ سا ہے کیا

سیلابِ آتشیں بنِ موسے ہے موجزن
خونِ بہار کیا رگِ موجِ صبا ہے کیا

دیکھو ! حریفِ طعنۂ دشمن نہ ہو سکا
تم جانتے ہو یہ دلِ بے مدعا ہے کیا

تغیرِ رنگِ حال پہ جیتا ہوں ہائے ہائے
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تمھیں ہو گیا ہے کیا

تعلیمِ غیر سے بھی تغافل نہ چھوڑنا
ہم یاس پر جئیں گے امیدِ وفا ہے کیا

آئینہ ہے گواہ کہ ہوں مظہرِ صفات
اے حُسنِ بے حجاب مرا پوچھنا ہے کیا

تیری طرف ہیں ظاہر و باطن کھنچے ہوئے
ہستی کو چھوڑ دیکھ عدم میں رہا ہے کیا

شیرازۂ وجود و عدم ہے تری کمر
جو راز کھل گیا ہے وہی چھپ گیا ہے کیا

قربان اس نگاہ کے صدقے بناؤ کے
جو تجھ پہ مٹ گیا ہے وہی بن گیا ہے کیا

ہے وقتِ نزع۔ ناقۂ عمرِ رواں بھی گرم
ہے ہے شکستِ رنگ صدائے درا ہے کیا

کیوں دوستی کے پردہ سے آتی ہے بوئے غیر
خلوتگہِ وصال میں جوشِ حیا ہے کیا

مجبور ہو کے غیر کو اپنا بنا لیا
ظالم کی دشمنی بھی محبت فزا ہے کیا

توڑا ہی تم نے عہدِ محبت ہزار بار
آخر شکستِ شیشۂ دل کی صدا ہے کیا

احباب قدرداں ہیں سخن فہمیٔ وفا

پھر تو بتا کہ تیری غزل کا صلہ ہے کیا

واہ کیا حوصلہ ہے ہمتِ یزدانی کا
مغفرت ناز اٹھاتی ہے پشیمانی کا

لو کفن داغ بنا جامۂ عریانی کا
پردہ کھلتا ہے مری بے سر و سامانی کا

عجز ہمت کی ندامت سے دبا جاتا ہوں
بوجھ اب اٹھ نہیں سکتا ہے تن آسانی کا

جلوہ آرائی خورشیدِ قیامت معلوم
وہ بھی عنقا ہے مرے عالمِ حیرانی کا

ڈالدی ہے لغزشِ بازپسیں سو ہاں چل
بادباں کھولدیا کشتیِ طوفانی کا

ستمِ اجر نما دیکھ! بنایا ہے مجھے
قطرۂ خوں وہ بھی رگِ دیدۂ قربانی کا

اور قیدوں سے مری قید بھی ہے نکلی ہوئی
میں گرفتار ہوں اندازِ نگہبانی کا

ورقِ فتنۂ محشر کو لگا رکھا ہے
دل بھی شیرازہ ہے مجموعِ پریشانی کا

جس پر آبادیٔ محشر بھی مٹی جاتی ہے
میں وہی جلوہ گہِ ناز ہوں ویرانی کا

بندہ پرور کی قیامت میں وہی شان ہی
میزبانی میں بھی انداز ہے مہمانی کا

ہم عدم سے بھی پرے جائیں اگر تو لیجائے
جم گیا رنگ ترے غمزۂ پنہانی کا

گردشِ چشمِ بتاں بس گئی ہے مجھکو
سرمہ ہوں دیدۂ آہوئے بیابانی کا

بنگیا روزِ جزا پردۂ ناموس مجھے
چھپگیا عیب مری بے سر و سامانی کا

اے وفا شیفتۂ غالب و مومن ہوئیں
میں نے کچھ رنگ اڑایا ہے غزلخوانی کا

کمالِ حسن کو اندیشۂ زوال نہ تھا
جہاں اسیر تھے ہم واں یہ ماہ و سال نہ تھا

سپہرِ تفرقہ پرداز کا خیال نہ تھا
سرورِ خوابِ عدم تھا مگر وصال نہ تھا

مجھے زبونیِ تقدیر سے ملال نہ تھا
میں اس پہ خوش ہوں کہ دشمن شریکِ حال نہ تھا

مزہ وہی ہے جو ہو اعتبار کے قابل
ترے فراق سے بڑھکر مجھے وصال نہ تھا

وہ اور پہلوئے تصویر میں چھپنے آئیں
پکارنے لگتی ہے تمکیں مجھے خیال نہ تھا

بنا ہے شورِ قیامت کمی ہمت سے
لبِ خموش میں پوشیدہ جو سوال نہ تھا

نگاہِ شوق کی اب قدر ہے گئے وہ دن
دماغ صیقلِ آئینہ وصال نہ تھا

امیدِ مرگ ہو یا وعدۂ قیامت ہو
وہ کون تھا کہ تہ زانوئے خیال نہ تھا

عبث مرے لبِ خاموش ہی اُلجھتا ہے
نگاہِ یاس بھی ظالم کوئی سوال نہ تھا

تم اپنے جلوۂ با امتیاز سے پوچھو
کہ میں فریفتۂ حسنِ بے مثال نہ تھا

نگاہ پردہ میں بیٹھی تھی چین سے کس دن
حیا میں کیا اثرِ شوخیٔ غزال نہ تھا

مجھے وہ پردۂ معشوق میں نظر آیا
نصیب سے کبھی شکوہ نہ تھا ملال نہ تھا

تمہارا عکس بھی شوخی سے تھم نہیں سکتا
تمہارا آئنہ کیا دیدۂ غزال نہ تھا

**وفا** زمانے نے روندا ہے کس لیے مجھکو
کسی بہار میں سبزہ نہ تھا نہال نہ تھا

تمہارے حسنِ عالم سوز کو جلن سے کیا ہوگا
بھڑک اٹھا ہو جو شعلہ وہی دامن سے کیا ہوگا

پلایا زہر آخر مجھکو غمخواری کے پردہ میں
جو میرے دوستوں سے ہو چکا دشمن سے کیا ہوگا

تمہاری سادگیٔ حسن کا احسان ہے آنکھوں پر
تکلف برطرف پھر جلوۂ پُرفن سے کیا ہوگا

شبابِ ناز نے بھی اسطرف بندِ قبا کھولے
بس! ایذیتِ جنوں اب چاکِ پیراہن سے کیا ہوگا

ابھی دل میں ہے اک تخمِ امل اے برقِ ناکامی
تجھے حاصل مری بربادیٔ خرمن سے کیا ہوگا

مٹائے سے کہاں مٹتا ہے داغِ شرمِ رسوائی
چلو رہنے بھی دو اب اس خمِ گردن سے کیا ہوگا

ہماری یہ خموشی ہے طلسمِ ماتمِ ہستی
بس اے آہ شورِ قیامت اب ترے شیون سے کیا ہوگا

دیا ہے سرمۂ حیرت تماشائے خیالی نے
مری آنکھوں کو خاکِ وادیٔ ایمن سے کیا ہوگا

رگِ ہستی میں ہے ریشہ دواں اک لیلیٰ جاں پرور
چمن میں سنبل و گل لالہ و سوسن سے کیا ہوگا

وہ آتش زیرِ پا ہوں نقشِ پا خورشیدِ محشر ہے
جہاں میں ہوں وہاں ٹھنڈک کا مجھ مدفن سے کیا ہوگا

سنا ہے شوقِ دیدِ وا فدا پردے اٹھائے ہیں
چلو ہم بھی تو دیکھیں عارضِ پُرحسن سے کیا ہوگا

کسی کی خاطرِ وابستہ کو بھی یاد فرماؤ
ازل سے میں بھی جولانگاہِ برقِ بےنیازی ہوں

گرہ کیوں کھولتی ہو گوشۂ دامن سے کیا ہوگا
اثر مجھکو تمھاری شوخیٔ توسن سے کیا ہوگا

وفا کیا بیکسیہا وفا کا نام سُنتا ہے
تمھیں کہہ دو لپیٹ کر اب مری مدفن سے کیا ہوگا

اے مزاجِ بیکسی شوق یہ کیا ہو گیا
مجھکو رشکِ غیر بھی امید افزا ہو گیا

حُسن کس نیرنگ سے ہنگامہ آرا ہو گیا
پھر تماشا سُرمۂ چشمِ تماشا ہو گیا

کس سے پوچھوں پاسِ ناموسِ حیا کیا ہو گیا
اک جہاں وقفِ نگاہِ بےمحابا ہو گیا

ہائے اوسکی بیحجابی کیا حجابِ ناز تھی
سیکڑوں پردوں کا اٹھنا ایک پردا ہو گیا

اسپہ جیتا ہوں کہ تجھسے ناامیدی ہے مجھے
داغِ محرومی مجھے داغِ تمنا ہو گیا

ہاں خبر لینا ذرا اے جلوۂ اندیشہ سوز
شوق کہتا ہے کہ نظارہ بھی پردا ہو گیا

اک تصور اور لاکھوں صورتیں امید کی
لو تمھارا آئنہ بھی تم سے اچھا ہو گیا

مژدہ ای ذوقِ خرابی پھر بنا جاتا ہوں میں
تازہ سامانِ مصیبت پھر مہیا ہو گیا

لیچلا پھر اک طرف اندیشۂ خانہ خراب
ہجر کا اب صبرِ شوقِ بےسروپا ہو گیا

کروٹیں سینے میں پھر کچھ کچھ مزے آنے لگے
جوشِ دردِ بیقراری راحت افزا ہو گیا

آمدِ سیلِ حوادث جنبشِ گہوارہ ہے
حلقۂ گردابِ آغوشِ تمنا ہو گیا

پھر رگ و پے میں اتر آیا ہے زہرِ جانکنی
نشۂ خوابِ عدم آنکھوں میں پیدا ہو گیا

رنگ کے اڑتے ہی نقشے بیکسی کے جم گئے
ٹوٹنا امید کا دل کو سہارا ہو گیا

پھر نگاہِ گرم ہے سرجوشِ صہبائے عتاب
نازِ بیجا ساقیٔ بزمِ تماشا ہو گیا

قالبِ افسردگی میں جان سی آنے لگی
قطرۂ خوں جل گیا آخر سویدا ہو گیا

سختیٔ جاں سے حقیقت ضبط کی کھلنے لگی
مجھکو جس پر ناز تھا وہ راز افشا ہو گیا

پھر توقع نے بچھا رکھا ہے وہ دامِ فریب
دیکھ! جس کا حلقہ حلقہ چشمِ عنقا ہو گیا

ہاں تماشا حشر کا دیوار کے پیچھے سہی
یاں غمِ درماندگی امید فرسا ہو گیا

بھالش لینا آفتابِ حشر کا مشکل نہیں
طولِ شبہائے جدائی خوب پھندا ہو گیا

دیکھنے والے ہیں کسکو کس نے دیکھا ہو کیسے
تم کسے سمجھے ہو کیا ہے کون رسوا ہو گیا

بیوفا آنف کا ٹکڑا مضطرب نا آشنا
دل نہ دو دل کیونکر تمھیں کیلئے اچھا ہو گیا

اے **وفا** میں ہوں ہلاکِ شیوہ ہائے التفات
طعنۂ اغیار بھی مجھکو گوارا ہو گیا

دیکھ! رنگِ بیوفائی رنگ افزا ہو گیا
تیری خوبی ہے کہ اب دشمن بھی تجھسا ہو گیا

بختِ بد کو آسماں سے ربط پیدا ہو گیا
دوستی یہ ہے کہ تو دشمن ہمارا ہو گیا

اے ترا لطف و کرم جب کارفرما ہو گیا
اک زمانہ کا بُرا ہونا بھی اچھا ہو گیا

واہ تدبیرِ کشائش اور بھی اُلجھا دیا
یہ نیا عقدہ ہے جو ناخن سے پیدا ہو گیا

اک نگاہِ ناز تھی بس حاصلِ روزِ جزا
لو ادھر آجاؤ اب محشر تمھارا ہو گیا

کچھ نہیں زہرابِ مرگِ ناگہاں تجربہ ہی
مجھکو سرجوشِ گدازِ غم گوارا ہو گیا

زینتِ طاقِ ازل زیبِ نمایش گاہِ حشر
آئنہ بنکر دلِ حیراں تماشا ہو گیا

پاک ہے قیدِ نظر سے جلوۂ نظارہ سوز
بس دکھانیکے لئے آنکھوں کا پردا ہو گیا

ہاں تکلف برطرف تم قدردانِ دل سہی
دل کہاں سے لاؤں صرفِ ناز بیجا ہو گیا

کچھ تو شانِ بینیازی ہے ہمیں بھی کام ہے
اور کیا ہو گا کہ تو اچھوں سے اچھا ہو گیا

کیا چھپایا دل میں تو نے مرحبا اے ضبطِ یاس
وسعت آبادِ عدم داغِ سویدا ہو گیا

گرمیٔ رفتار سے میں ہوں وہ آتش زیرِ پا
آفتابِ حشر اک نقشِ کفِ پا ہو گیا

پاسدارِ سخت جانی کون؟ مرگِ ناگہاں
ہو گیا بس چارۂ امیدِ فردا ہو گیا

دیکھنا ہر قطرۂ خوں ہے محیطِ ذوقِ دل
جوشِ سودا کیا ہوا جوشِ سویدا ہو گیا

واہ اے جذبِ تصور یہ ترا حسنِ عمل
دیدۂ مجنوں بھی نقشِ پائے لیلیٰ ہو گیا

مرتے مرتے عشقِ آفت کار کو فرصت رہی — اڑتے اڑتے رنگ بھی رنگِ تمنا ہو گیا

رو رہا ہوں وا درونگی نہیں ملتی سبب مجھے — اے امیرِ خوش بیاں کچھ تو کہو کیا ہو گیا

اے **وفا** اوستاد کے مرنے کا ہے کسکو یقیں
پھر یہی کہتا ہوں جو ہونا تھا گویا ہو گیا

بھولکر پہلو سے امید میں آیا نگیا — جو پتہ ہمکو بتایا تھا وہ پایا نگیا

قلم اندازِ فنا ہوں مری وقعت دیکھو — میں ہوں وہ حرفِ مکرر جو مٹایا نگیا

اس تکلف پہ کہاں لطفِ ہم آغوشی کا — آپ سے پہلوئے تصویر میں آیا نگیا

وہ ادا اور بھی یہ اور ہے پھر اور یہی — بیتیابی سے کوئی رنگ جمایا نگیا

اس رکاوٹ میں بھی نیرنگِ دلآویزی ہے — روٹھ جانیکی ہے خوبی کہ منایا نگیا

دیدیا طاق سے آئینہ اٹھا کر اون کو — حال مجھ سے دلِ حیراں کا دکھایا نگیا

ورقِ حشر لگایا ہے عدم کے پیچھے — جب مرا حال خموشی سے جتایا نگیا

ربط و بے ربطیٔ انفاس سے کچھ بھی نہوا — یہ غبارِ غمِ دل تھا کہ اڑایا نگیا

بیکسیہائے تمنا سے حیا آنے لگی — تیری تصویر کو سینہ سے لگایا نگیا

دیکھا چرخِ جفا کار کی مجبوری کو — اسطرح ہمکو گرایا کہ اٹھایا نگیا

اے **وفا** آرزوئے مرگ نے جی چھوڑ دیا
دستِ احباب سے اب زہر بھی کھایا نگیا

کس کو دماغ ماضی و فردا و حال کا — محشر بھی ایک سادہ ورق ہے خیال کا

اس دلکشی پہ ہائے وہ کھنچنا خیال کا — تصویر میں بھی رنگ بھرا ہے ملال کا

پرکاریٔ نگاہ نے دل کو ملا لیا — پھر چل گیا فریب امیدِ وصال کا

پھر ہے تلاشِ جلوۂ اندیشہ سوز کی — پھر چھانتا ہوں وادیٔ ایمن خیال کا

پھر مجھ کو سادگیٔ تمنا دکھا گئی — وہ نقشِ دلنشیں تری بزمِ وصال کا

پھر جوش بیخودی سے قیامت کری ہیں
پہلو بدل دیا جگر خستہ حال کا

پھر مانگتا ہوں وادیِ ایمن سے وحشت گیا
صیقل طلب ہے آئنہ حسن خیال کا

وہ اہتمام بالشِ محشر نہیں رہا
پھر سر اٹھا ہے آرزوئے پائمال کا

پھر چل رہی ہے صرصرِ بیتابیِ جنون
الٹا ہے پھر ورق دلِ آشفتہ حال کا

چمکا دیا ہے صیقلِ تزئینِ ناز نے
آئینۂ شباب میں جوہر جمال کا

ساقی نے پھر دیا مئے ذوقِ شکست سے
دل بھی نمونہ ہے مرے جامِ سفال کا

میں اک طلسمِ یاس ہوں اے صبر بے زباں
گویا جواب اپنے لبِ بے سوال کا

میری شمار میں کبھی نہیں جرمِ بے ثبات
امیدوار ہوں کرمِ لایزال کا

رسوائیوں میں حسن نے سمجھا مجھے عزیز
میں چاک ہوں تو پردۂ چشمِ غزال کا

تو اور ایک رنگ سے نقشہ جما ہوا
میں اور بغل میں آئنہ تغیر حال کا

مرتا ہوں طرزِ غالب و مومن پہ اے وفا
نقصان نہیں جو ہو مجھے دعویٰ کمال کا

دو جہاں کو نگہِ عجز سے اکثر دیکھا
ہم نے امید کو حرماں کی برابر دیکھا

طالعِ بے ہنری اوج فلک پر دیکھا
جس جگہ وہم نہ پہونچا تھا وہاں سر دیکھا

اس بُرے وقت میں بھی لاکھ سو اچھا ہوں
میں نے معشوق کے پردہ میں مقدر دیکھا

کیا کہوں قصۂ دل جیسی حالِ استر
دوستیوں نے مجھے اغیار سے بڑھکر دیکھا

اے اجل خوب بتایا وہ قیامت ہوگی
جس کے آغوش میں تونے دلِ مضطر دیکھا

بیکسیہائے تمنا نے سلایا ہے مجھے
پھر نہ جاگوں گا اگر خواب میں محشر دیکھا

یار جب پردہ نشیں ہے تو کہاں کا پردہ
پردہ یہ ہے کہ اسے پردہ سے باہر دیکھا

پاؤں پھیلائے ہیں بیجا ہوسِ دنیا نے
ہم نے دنیا ہی کو لیٹا ہوا بستر دیکھا

رس کھلنے ظلم نے سب کھولدیئے ہیں پردے
ہم نے دیکھا تجھے سو بار ستمگر دیکھا

ٹپکا پڑتا ہے رگِ شوق سے خونِ حسرت
کیا وفاؔ دستِ قضا میں کوئی نشتر دیکھا

مانا کہ میرے پاس تک آیا نجائیگا
بگڑا ہوا وہ کیا جو بنایا نہ جائیگا

جلوے پکارتے ہیں چلو آؤ دیکھ لو!
بے پردگی کا پردہ ہے اندازِ شرمِ یار

اے ہمنشیں تصورِ زانوئے یار سے
کیوں ہو رہی ہے میری طبیعت کی روک ٹوک

پتھر بنا دیا جگر و دل کو یاس نے
شوخی تو لائی پہلوئے تصویر کیطرف

طولِ امیدِ روزِ جزا کا ہے فیصلہ

کیا غیر سے بھی ہاتھ اٹھایا نجائیگا
روٹھا ہوا وہ کیا جو منایا نجائیگا

پھر کون کہہ رہا ہے دکھایا نجائیگا
چھپنے سے کھل گیا کہ چھپایا نجائیگا

یوں دب گیا ہے سر کہ اٹھایا نجائیگا
وعدہ کی شب نہیں ہے کہ آیا نجائیگا

تم سے بھی ان گھروں میں سمایا نجائیگا
تمکیں نے کہدیا کہیں جایا نجائیگا

وہ مختصر جواب کہ آیا نجائیگا

ہے ہے وفاؔ وہ گلشنِ امید مٹ گیا
کہتے تھے جس کو غیر ہٹایا نہ جائیگا

خلوت سے اٹھ کے بیٹھ رہے انجمن میں کیا
چلتی نہیں زبان تمھارے دہن میں کیا

سرجوشِ مے کیساتھ ہے آمیزشِ گلاب
اپنے کی روک ٹوک ہے اپنے سے واہ واہ

ہے ایک تار سبحہ و زنار دیکھنا
ہیں دامنِ خیال میں گلہائے بیخزاں

کن پہلوؤں سے تختۂ مشقِ حساب ہوں
واعظ مئے طہور بھی دیرینہ سال ہے

تم خود الجھ گئے نگہِ سحر فن میں کیا
مہندی لگائے بیٹھے ہو پائے سخن میں کیا

شوخی سے مل گئی وہ نزاکت بدن میں کیا
تیرے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا

ہے ایک بات شیخ میں کیا برہمن میں کیا
اڑتا ہوا سا رنگ ہے چمن میں کیا

احباب نے لپیٹ دیا ہے کفن میں کیا
یاں زہر مل گیا ہے شراب کہن میں کیا

غربت میں ہمکو چھوڑ دی ہے جانِ دردمند
کمبخت تو نے وعدہ کیا تھا وطن میں کیا

تصویر ہوں لبِ مسّی آلودہ دیکھ کر
سرمہ دیا ہے یار نے چشمِ سخن میں کیا

وضعِ ستم درست پرانی روشش بجا
کچھ اور بھی کمال ہے چرخِ کہن میں کیا

دلچسپ جو کلام ہے عالم پسند ہے
پنجاب سندھ بنگ اودھ کیا دکن میں کیا

اہلِ کمال سے ہے وفاؔ چشم آفریں
اُٹھے یہ نونہال زمینِ سخن میں کیا

تنہا پہ نہ وہ بت خود سر اپنا
مجھ سے انصاف ہے ای داورِ محشر اپنا

بیقراری نے لگایا ہے ٹھکانے مجھکو
پہلوئے مہر قیامت میں ہے بستر اپنا

کیا کھلے پھرتے ہو تم قاتلِ عالم ہوکر
کیوں دکھاتے ہو تماشہ سرِ محشر اپنا

ہمنشیں محوِ تصور ہوں اٹھاؤں کیونکر
دیکھا ہے کسی زانو کے تلے سر اپنا

ملگیا ایک نہ ملنے سے ترے کنجِ لحد
بنگیا ایک بگڑنے سے ترے گھر اپنا

مجھ سے کیا پوچھتے ہو دل تو جلا پھونک گئے
جلنے والے بھی ہیں اپنے رخِ انور اپنا

دل میں کیا سوچتے ہو! تم جسے چاہو دیکھو
آنکھ اپنی ہے نظر اپنی ہے منظر اپنا

اسکی ترکیب خرابی سے ہے اللہ اللہ
وہ بگڑتے ہیں تو بنتا ہے مقدر اپنا

ہائے وہ رنگِ محبت کہ تبسم بن کر
مسّی آلودہ لبِ یار میں تھا گھر اپنا

کچھ خبر ہے تمھیں برگشتگی مژگاں کی!
وہ نزاکت سے سنبھلتا نہیں نشتر اپنا

چاہیئے آئنۂ دل پہ وفا کی صیقل
مٹتے مٹتے چمک جائے گا جوہر اپنا

تیرہ بختی نے وفاؔ خوب چھپا رکھا تھا
کھلگیا جلسۂ احباب پہ جوہر اپنا

ظالم یہ ستم کیا ہے کہ ملکر نہیں ملتا
لو پردۂ امید سے باہر نہیں ملتا

آپس میں ستمگر سے ستمگر نہیں ملتا
دشنہ سے سناں تیغ سے خنجر نہیں ملتا

محشر سے بھی وہ فتنۂ محشر نہیں ملتا
آئینہ بھی اوس قد کی برابر نہیں ملتا

باتوں سے فقط بخت سکندر نہیں ملتا
ہاں قافیہ ملتا ہے مقدر نہیں ملتا

درپردہ نظر ملتی ہے آنکھیں نہیں ملتیں
کیا لطف ہے مے ملتی ہے ساغر نہیں ملتا

اے وائے مری بیکسی راہِ محبت
رہزن سے شکایت ہے کہ رہبر نہیں ملتا

دل سے گئی بچکر وہ نگاہِ غلط انداز
جو ٹوٹ کے رہجائے وہ نشتر نہیں ملتا

بیگانگیٔ حسن کے نیرنگ تو دیکھو!
پردہ میں ہے اور پردہ سے ٹھکانا نہیں ملتا

خوش ہو کے سلادوں تجھے آغوشِ اجل میں
ایسا کوئی پہلو دلِ مضطر نہیں ملتا

یہ پاسِ وفا بھی ہے ترے حسن کا صدقہ
مجبور ہوں تجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا

قانع کو جہاں میں نظر آتا نہیں مفلس
طامع کو خدائی میں تو نگر نہیں ملتا

کوتاہیٔ قسمت نے مزہ خوب چکھایا
اب زہر بھی خواہش کی برابر نہیں ملتا

اس آس پہ جیتا ہوں کہ ہے وعدۂ دیدار
اس بات سے مرتا ہوں کہ کیونکر نہیں ملتا

یہ رنگ ہمارا ہے کہ محشر سے ملا ہے
وہ عکس تمھارا ہے کہ ملکر نہیں ملتا

اس قید پر اپنوں سے ہے یہ شوخیٔ بیجا
وہ شرم کو بھی پردہ کے اندر نہیں ملتا

رہنے دے **وفا** طعنۂ اغیار سے چھوٹے
دشمن سے نہ کہنا دلِ مضطر نہیں ملتا

وہ دل جسے تھا عشق کا آزار کیا ہوا
مرتی تھی جس پہ موت وہ بیمار کیا ہوا

میں پائمالِ شوخیٔ رفتار کیا ہوا
فتنے بھی اٹھے کہتے ہوئے یار کیا ہوا

ان لن ترانیوں سے تری چھپ رہا نہ دل
اے برق وش وہ وعدۂ دیدار کیا ہوا

دشمن کسی کی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں
اچھا ہوا! میں عشق کا بیمار کیا ہوا

میں چھپ گیا ہوں پردۂ شرم گناہ میں
رحمت پکارتی ہے گنہگار کیا ہوا!

آنکھوں میں بیکسی کا سماں بندھ رہا ہے کیا
ہے ہے ہجوم حسرتِ دیدار کیا ہوا!

میں اور ہائے تم لبِ خاموش ہائے ہائے
وہ جوشِ نالہ ہائے شرر بار کیا ہوا!

کیوں ہو گیا ہے دیدۂ حسرت پرست بند!
رشکِ نظارہ بازئ اغیار کیا ہوا

کیوں آئینِ خیال میں اُڑنے لگی ہے خاک
وہ وعدۂ تجلئ دیدار کیا ہوا

کس سے فسانہ اون کے تغافل کا سن لیا
کیوں سو گیا ہے طالعِ بیدار کیا ہوا!!

وہ التفاتِ نرگسِ شہلا کہاں گیا!
وہ سازو بازِ طرّۂ طرّار کیا ہوا

کمبخت جی چرانے لگا زخمِ آرزو
ذوقِ نمک فشانئ گفتار کیا ہوا

دیکھو! دکانِ دیدۂ حیرت کدھر گئی
پوچھو! کہ انتظار کا بازار کیا ہوا!

الفت سے نے دو جہاں سے کیا مجھکو ناامید
آزاد ہو گیا میں گرفتار کیا ہوا

میں اور شیونِ دلِ گم گشتہ ہائے ہائے
غم جسکو رو رہا ہے وہ غمخوار کیا ہوا

میں خمارِ نشۂ الفت سے خوگر ہو گیا
ہوتے ہوتے دردِ سر بھی اب مجھے سر ہو گیا

اس ترقی پر ہے جوشِ نالہ ہائے متصل
دم اگر ٹوٹا تو سمجھو شورِ محشر ہو گیا

بیوفا مت سکا ٹکڑا مضطرب نا آشنا
دل نہ دوں کیونکر تمھیں کیا تمسے ٹڑ کر ہو گیا

لذتِ دیدار نے اچھا مزو پیدا کیا
دیکھ! آئینہ ترے قد کی برابر ہو گیا

بیکسی نے پاؤں پھیلائے ہیں کس آرام سے
مژدہ اے خوابِ عدم کنجِ لحد گھر ہو گیا

وہ نگاہِ شوخ کچھ بڑھکر حیا سے پھر گئی
ہائے قسمت ٹوٹکر خنجر بھی نشتر ہو گیا

آپ ہی آزار ہوں اور آپ ہی آزارکش
یہ تنِ کاہیدہ اپنا خارِ بستر ہو گیا

ذہن میں سو کھیل تدبیر و نکے اور بگڑے ہوئے
ہائے قسمت اک جہاں میرا مقدر ہو گیا

پھر جگر میں تازہ سامانِ خلش پیدا ہوا
پھر خیالِ نوکِ مژگاں مجھکو نشتر ہو گیا

پھر نظر آتی ہے دلمیں چوٹ سی ابھری ہوئی
ایک پھوڑا سا کلیجے کی برابر ہو گیا

پھر ہوائے بیقراری سے اُڑا جاتا ہے دم
پھر یہ اندازِ شکستِ رنگ شہپر ہو گیا

زہر کیا اُترا رگ و پے میں کہ آنکھیں کھل گئیں
حال اچھا ہو گیا جتنا کہ ابتر ہو گیا

دل ہلا کے حسرتِ دیدار ہے بس چھوڑ دو
تھم سکے رکھا ہاتھ یہ کمبخت مضطر ہو گیا

اے وفا نیرنگِ بزِ پردہ کا پردہ دیکھنا
ورپۂ ظلمِ نہانی وہ ستمگر ہو گیا

نوجوانی سے دبا جاتا ہے بچپن اُنکا
اُن سے شوخی میں بڑھا جاتا ہو جوبن اُنکا

اور بھی تیز ہوا غمزۂ پُرفن اُنکا
دمِ شمشیرِ حیا ہے خمِ گردن اُنکا

جلوۂ حسن کی شوخی سے پتا چلتا ہے
پہلوئے برق تجلی میں ہے مسکن اُنکا

لن ترانی ہی رہی حشر میں بھی عاشق سے
ہے دو عالم سے الگ وادیٔ ایمن اُنکا

میں بھی جسکو نہ سنوں کون؟ شکایت میری
مان لے جسکو خدا کون؟ لڑکپن اُنکا

ہے یہی مستی بیجا تو خدا خیر کرے
اُن کے ہاتھوں سے نکلجائے نہ دامن اُنکا

مرنیوالے جو رہِ یار کے جو گذرے تھے
بیشانی نے بتایا ہے مجھے مدفن اُنکا

حفظِ ناموس تجلی بھی عجب شان سی ہے
ذرہ ذرہ ہے چراغِ تہِ دامن اُنکا

طور جلنے کیلئے بیچ میں کیوں آیا ہے
جلوہ اُنکا ہے کلیم اُنکے ہیں ایمن اُنکا

آنکھ غماز نگہ شوخ طبیعت بیباک
اُنکے گھر والے بتاتے ہیں نشیمن اُنکا

دور اے پاسِ ادب اے وہ اٹھی جاتی ہیں
کھینچ لیا دستِ ہوس گوشۂ دامن اُنکا

اے وفا دیکھ محبت کا نتیجہ یہ ہے
ہائے جو دوست ہمارا ہے وہ دشمن اُنکا

محوِ دیدار ہوں اُس عالمِ یکتائی کا
جلوۂ طور جہاں سرمہ ہے بینائی کا

میری نظروں سے ٹپکتا ہے مذاقِ دیدار
میری آنکھوں پہ ہوا احسان خود آرائی کا

کھیل سمجھے! یہ خبر حضرتِ موسیٰ کو نہ تھی
پردہ کھلتا ہے یہاں چشمِ تماشائی کا

شمع بے دود ہے دیوار بھی ہو سے ساقی
پوچھنا کیا ہے مرے عالمِ تنہائی کا

شوخیٔ نار اُدھر یہ دلِ بیتاب اِدھر
دامنِ برق ہے اور ہاتھ ہو رسوائی کا

خوب اس قطعِ تعلق نے مٹایا جھگڑا
لو قیامت میں وہ منکر ہے شناسائی کا

ایک سے سیکڑوں معشوق بنائے ہیں تمنے
دلمیں جو نقش بٹھایا تری یکتائی کا

پاسِ اغیار سے تم ہاتھ اٹھا سکتے نہیں
اس نزاکت پہ یہ دعویٰ ستم آرائی کا

پارہ پارہ ہے اگر دامنِ صبرِ عاشق
پردہ حسن میں بھی چاک ہے رسوائی کا

رحم کر! خوف کر! انصاف کر! اے سخت جاں
جی چھٹا جاتا ہے طولِ شبِ تنہائی کا

اے وفا آئے قیامت تو ابھی آجائے
بوجھ اب اٹھ نہیں سکتا غمِ فردائی کا

برنگِ خوں ٹپک نکلا ہے جوہر بیوفائی کا
تری شمشیر آئینہ ہے تیری کج ادائی کا

بہت سی شرم بھی ہے اک طریقہ خودنمائی کا
پسِ پردہ ہو ظہور نکہت اسپہ دامن پارسائی کا

ترا کھنچ کھنچ کے یہ ملنا ہے دلمیں چٹکیاں لینا
تری نا آشنائی میں مزہ ہے آشنائی کا

وہ استادِ ستم پرداز آفت کار کیا ہوگا
سکھایا جس نے کافر تجھکو شیوہ دلربائی کا

مجھے کیا غم کیے جا شوق سے تو مشق خونریزی
مجھے رونا ہے اے قاتل تری نازک کلائی کا

غضب ہو عالمِ مستی میں پاسِ وضع خودداری
ستم ہے نوجوانی میں یہ دعوے پارسائی کا

پتنگ کا عذرِ تقصیر مجھ میں دم نہیں باقی
اور انکو حوصلہ اتنک ہے طاقت آزمائی کا

علو ظاہری سے پستی ہمت نہیں جاتی
سرِ نو ہے نمونہ میرے کچکول گدائی کا

ہم اسکے جان اسکی مال اسکا پھر یہ رونا کیا
گلہ دریا سے کیوں قطرہ کو عبدیت دریائی کا

تم اپنے عمر اچھی وقت اچھا آؤ گھل بیٹھو!
نہ آئے حسن بے پردہ پہ دھبہ پارسائی کا

مجھے کیا بھروسہ تیغ و خنجر کی روانی پہ
مجھے ٹوٹا ہوا اک آسرا نازک کلائی کا

خرامِ نازنینِ یار کا بھی واہ کیا کہنا
چمن کہتے ہیں جسکو نقش ہے پائے حنائی کا

سیہ کاغذ میں ہو جیسے سپیدی ایک نقطہ کی
ہوا یہ حال صبح حشر و شبہائے جدائی کا

مٹا دیتا ہے گویا صیقلِ آئینہ ہستی
چمکتا ہے عدم کے پردہ میں جوہر صفائی کا

ذرا بٹر ہٹر سبے مجھے پہچان لے اے جلوۂ رحمت
جبینِ بخت پر ہے داغ شرمِ نارسائی کا

اگر بدلے میں اسکے دو جہاں دیجو تو زیبا ہے
گدا ہوں آپ کا اور عجز ہے تحفہ گدائی کا

دلِ بیدست و پا ذوقِ وصالِ یار کیا جانے
کہ سب کچھ ملگیا جب ملگیا پہلو جدائی کا

دلِ بیصبر دشمن سے نہ ملجاتا تو کیا کرتا
کہ یہ کمبخت تو آموز تھا مشقِ جدائی کا

جہاں ہم ہیں مقید واں نئے ڈھب کی مشقت ہے
پرِ تیتقا پہ لکھا کرتے ہیں مضموں رہائی کا

خبر لو شرم و شوخی کی وہ کیا آپس میں کہتی ہیں
تمھارے گھر میں چرچا ہو تمھاری پارسائی کا

**وفا** نورِ حقیقت دیکھ لے روئے محمدؐ میں
جمالِ پاک آئینہ ہے شانِ کبریائی کا

میں اُس کی ایک بات سے مجبور ہوگیا
کہتا ہے ہم کو شکوہ بھی منظور ہوگیا

نقشِ امید دل میں جو باندھا وہ در رہا
چھالا رکھا جو زخم پہ ناسور ہوگیا

آئینہ دیکھنے سے بھی انکار ہے اُسے
اتنا کھنچا کہ آپ سے بھی دور ہوگیا

نظارگی نہیں اپہ تجلی ضرور تھی
پردہ میں کیوں چھپا تھا کہ مشہور ہوگیا

ہاں! اس ستم کشی کی تلافی بھی چاہیئے
سمجھینگے ایک روز جو تو حور ہوگیا

یادِ ادائے حسن ہوئی ہے وکیلِ عشق
نزدیک ہوگیا ہے اگر دور ہوگیا

میں وہ! کہ دیکھے سیکڑوں تجھ جیسے مستِ ناز
تو وہ! کہ ایک جرعہ میں مخمور ہوگیا

اُس مہروش کے جلوۂ خوبی کو دیکھنا
سایہ اگر زمیں پہ گرا نور ہوگیا

حسرت بھری نگاہ سے کیوں دیکھتے ہیں ہم
کیا آسماں کو فی دلِ رنجور ہوگیا

افسردگی دل نے بُجھایا چراغِ دل
لو! مجمعِ خیال بھی بے نور ہوگیا

مہرِ وطن سے دل کو جو خالی کیا **وفا**
رنجِ سفر سے اور بھی معمور ہوگیا

مجھے چلتا ہے پتہ اسگلے پریشانونکا
میں ہوں آغازِ بیاں سننے نہی افسانونکا

دوست رکھتے ہیں مجھے دوست کشتہ ہیں عدو
پھول یا غنچوں کا ہوں اور خار بیابانوں کا

دیدۂ و دل جگر و جاں میں وہ حالت ہی
ایک افسوس ہی حاصل کئی ویرانوں کا

میں ہوں وہ مستِ مئے جلوۂ ساقی کہ مجھے
گردشِ ہفت فلک دور ہی پیمانوں کا

اور کیفیتِ دل سے نہیں واقف لیکن
پہلے مجمع تھا یہاں کتنے ہی ارمانوں کا

کچھ تو آخر میں لگا رہنے دو اے دستِ جنوں
رشتہ ہاں ٹوٹے جنوں سے نہ گریبانوں کا

سبز بختی بھی مجھے صورتِ بربادی ہے
میں جو سبزہ ہوں تو اُجڑے ہوئے کاشانوں کا

صبحِ گلشن ہے تری ایک قبائے رنگیں
وا شدہ غنچۂ گل چاک ہے دامانوں کا

ایک دروازہ کشادہ ہوا ادھر اے زاہد
ایک در جانبِ فردوس ہے میخانوں کا

وائے! اے سوزِ محبت یہ تری بے اثری
کھیل ہے شمع پہ گرنا انھیں پروانوں کا

آنکھ اٹھ جائے غلط بھی تو نشانہ کیطرف
پھیر دیتی ہے قضا رخ وہیں پیکانوں کا

یہ بڑی حالتِ دل اور غزل کا پڑھنا
نوحہ خواں میں ہوں **وفا** اگلے غزلخوانوں کا

گل و لالہ میں ہے سب رنگ مستی تیرے نازوں کا
بہارِ باغ گویا پردہ ہے نظارہ بازوں کا

بچانا اے دلِ ناداں بتوں کی سادہ وضعی پر
کہ یہ نیرنگ بھی اک رنگ ہے نیرنگ سازوں کا

ہوائے معصیت سے عصمتِ یوسف کو کیا نسبت
کوئی دامن بھی چھو سکتا نہیں ہے پاکبازوں کا

کھڑی ہے عالمِ حیرت میں حسرت میری بالیں پر
اجل بھی اکطرف منہ تک رہی ہے چارہ سازوں کا

بھلا یارب میں طولِ نامۂ اعمال کیا سمجھوں
رہا ہاتھوں میں گیسو عمر بھر گیسو درازوں کا

ہزاروں رنگ اور ہر رنگ اک وضعِ محبوبی
مگر ہنگامۂ ہستی بھی دل ہے عشقبازوں کا

زلیخا حسنِ یوسف کیلئے شہرت کا باعث ہی
نیازِ عشق سے بڑھتا ہے رتبہ بےنیازوں کا

فلک سے کیا شکایت مجھکو اس بیہودہ گردی کی
کہ وہ بھی اے **وفا** اک پیشرو ہی ہرزہ تازوں کا

سامانِ عیش ہجر میں وحشت اثر ہوا
مطرب کا نغمہ نالۂ مرغِ سحر ہوا

بعدِ فنا یہ سوزِ نہاں کا اثر ہوا
ہر ذرہ میری خاکِ سیہ کا شرر ہوا

کچھ نسبت ابرِ رحمتِ حق سے تو ہے اسے
اچھا ہے زہرِ خشک سے دامن جو تر ہوا

نیرنگِ حسن و عشق کی سرگرمیاں تو دیکھ!
پی اُس نے بزمِ غیر میں مجھ کو اثر ہوا

وسعت ملے تو دیکھئے پھر دلکی ہمتیں
تنگی پہ تم سے فتنۂ محشر کا گھر ہوا

بلبل کا دم بہار کے ہمراہ اُڑ گیا
رنگِ چمن ہی اسکے لئے بال و پر ہوا

کیوں سر پٹک کے بیٹھ رہے مجھکو دیکھکر
کیا میں بھی اُن کیواسطے اک دردِ سر ہوا

کیا حسنِ یوسفی میں نہ تھیں خود نمائیاں
اے وسعتِ شوق کس لئے تو پردہ در ہوا

دم لینگے میرے نالے کہاں کچھ خبر نہیں
ہاں محشر ان کے واسطے اک رہگذر ہوا

کیں ابتدائے عشق میں اُس سے شکایتیں
اب فکر ہے کہ حال سے کیوں باخبر ہوا

آتش ابھی نہ سنگ میں تھی دل تھا سوختہ
ہونا تھا جو وہ ہونے سے بھی پیشتر ہوا

یوں تیرے در پہ ضعف نے لاکر بٹھا دیا
مانندِ نقشِ پا نہ اُدھر سے اِدھر ہوا

فرقت میں چشمِ تر سے ٹپکنے لگا لہو
موئے مژہ بھی میرے لئے نیشتر ہوا

سب اعتبار ہیں غمِ ہستی کے اے وفا
یہ داغِ دل ہوا کہیں دردِ جگر ہوا

سامنے آنکھوں کے وہ نقشِ نگیں کیونکر پھرتا
عکس کیا خانۂ آئینہ سے باہر پھرتا

اسکی تقدیر میں گردش ہی اگر لکھی تھی
کاش اُس بزم میں دل صورتِ ساغر پھرتا

ایسا اندھیر بھی کیا اے شبِ تنہائی غم
کچھ تو آنکھوں میں خیالِ مہ و اختر پھرتا

روزِ اول بھی تو وہ خواب پریشاں تھے ہم
جسکی تعبیر میں اے چرخ ترا سر پھرتا

کیا ہوا دل میں اگر نوکِ مژہ بیٹھ گئی
لطف جب ہوتا کہ رگ رگ میں یہ نشتر پھرتا

تیرے کوچہ کی ہوا لگتی اگر یوسف کو
نکہتِ گل کیطرح جامہ سے باہر پھرتا

حالتِ یاس میں سب بھولا ہوا بیٹھا ہوں
وعدۂ مرگ ہی کچھ دل میں مقرر پھرتا

جان بھی کھنچنے لگی دیکھ کے وحشت میری
ساتھ ساتھ اپنے کہاں تک کوئی رہبر پھرتا

کوچۂ یار میں ٹھوکر کے سوا کیا ملتا
لاکھ اگر کاسۂ گردوں کی طرح سر پھرتا

تجھ سے ہے اے نگہِ یار بگڑنا بننا
ایک تو پھرتی تو سو بار مقدر پھرتا

دیکھتے تم بھی کہ کس وصف سے تھیں ہم لیتے
اپنی جانب جو ذرا داورِ محشر پھرتا

میں ہوں مداحِ علی کرم اللہ وجہہ کیونکہ نہ بخشا جاتا
یہ بھی وہ بات کہ پیاسا سا لبِ کوثر پھرتا

یکقلم صفحۂ محشر ورقِ دل بنتا!
اک قدم آکے جو وہ فتنۂ محشر پھرتا

کاش ہر آہ میں اک لختِ دلِ اُلجھا ہوتا
دم بھی سینہ میں **وفا** صورتِ خنجر پھرتا

ہر ایک کو ہر مرتبہ حاصل نہیں ہوتا
آئینۂ سکندر کے مقابل نہیں ہوتا

بے لطف ہے وہ کام صعوبت نہیں جس میں
بیقدر ہے وہ عقدہ جو مشکل نہیں ہوتا

تم وصل میں دیوانگیٔ شوق سے ڈرنا
میں کشمکشِ ناز سے بیدل نہیں ہوتا

کس کام کا اے قیس ترا چاکِ گریباں
لیلیٰ کا اگر پردۂ محمل نہیں ہوتا

میں خرمنِ امید ہوں تو برقِ غضب ہے
تجھ سے بجز افسوس کے حاصل نہیں ہوتا

کیا ظلم ہے بے پردہ اُسے غیر نے دیکھا
کیوں پردہ مری آنکھ کا حائل نہیں ہوتا

نالے سے نہ کیوں دردِ جگر اور بھی بڑھتا
دشنے سے سوا زخم کے حاصل نہیں ہوتا

ہوں مثلِ حباب اور کہیں قطرہ ہوا کہیں موج
میں ذوقِ فنا سے کبھی غافل نہیں ہوتا

کہتے ہیں مرے زخم یہ ہنس ہنس کے مزہ میں
ایسا نمکیں خندۂ قاتل نہیں ہوتا

ہاں اغیر بھی کیا دعوئ الفت میں ہے جھوٹا؟
کہتے ہو کسی پہ کوئی مائل نہیں ہوتا

کھویا تمھیں عشاق کی بیحوصلگی نے
محشر میں تمھارا کوئی سائل نہیں ہوتا

جادہ پہ چلے جاتے ہیں جو راست قدم ہیں
یہ خضر جدا تا سرِ منزل نہیں ہوتا

اندازۂ ہمت سے کوئی شے نہیں بڑھتی
ہر خال سیہ داغِ جگر بن نہیں سکتا!
بجھتا وہی مگر آگ لگائی نہیں آتی

ق

یعنی خطِ ساغر خطِ ساحل نہیں ہوتا
ہر قطرۂ خوناب کبھی دل نہیں ہوتا
کیا طور سے اچھا بھی کوئی دل نہیں ہوتا

دنیا سے **وفا** سر یہاں تک ہے مرادِ دل
میں سوزِ جہنم کا بھی قائل نہیں ہوتا

اس نوبہارِ حسن سے کیا سامنا ہوا
قدموں سے تیرے سب ہیں بلائیں لگی ہوئیں
اب کیا ملیگی راہ شبِ ہجر موت کو!
اپنے شریکِ حسن سے ہیں یہ رکاوٹیں
ڈر ہے کھٹک نہ جائے تیرے انتظار سے
لب پر ذرا تو دم کو ٹھہرنے دے اے اجل
ساقی نشے میں ہاں کوئی شیشہ نہ ٹوٹ جائے
کس منہ سے کہتے ہو کہ میں خلوت نشین ہوں
تاثیرِ ناتوانیٔ مجنوں تو دیکھنا!
کھنچتا ہے دیکھوں کتنا گریبانِ صبحِ حشر
میں اور لاکھ گلے اضطراب کے
بیباکیاں یہ دیدۂ جاناں کی دیکھئے
ہر چاکِ پیرہن نے جب آغوش کھول دی
مجھ ناتواں کی قافلہ والوں کو کیا خبر!
وصلِ عدو میں مفت مرا کام ہو گیا
تقدیر دو قدم ہے فلک سے بڑھی ہوئی

نکہت سے پہلے رنگِ چمن ہے اڑا ہوا
نقشِ قدم پہ فتنۂ محشر مٹا ہوا
دل اک چراغِ دود ہے وہ بھی بجھا ہوا
تصویر سے بھی ملنے لگا ہے کھنچا ہوا
ہر اشک سے اب آنکھیں ہیں پیکاں بنا ہوا!
آیا ہو دور سے یہ مسافر چلا ہوا
بیٹھا ہے تیری بزم میں اک دل دکھا ہوا
آئینہ ہے وہ سامنے دیکھو رکھا ہوا
لیلیٰ کی رگ سے خون بھی نکلا رکا ہوا
اپنا بھی اب تو دستِ جنوں ہے بڑھا ہوا
تو اور اک وہ طرزِ تجاہل کہ کیا ہوا!
پھرتا ہے بزمِ غیر میں ساقی بنا ہوا
دامن سے ملکے پھر نہ گریباں جدا ہوا
مانندِ نقشِ پا ہوں میں پیچھے رہا ہوا
بندِ قبا کے ساتھ تھا دل بھی بندھا ہوا
دل ہے تری نگہ سے زیادہ پھرا ہوا

مدت سے اپنا حقِ فغاں چاہتا تھا دل
اک سرمہ سا نگہ میں تمھاری ادا ہوا

کچھ انتہا بھی خواری حسرت کی اے **وفا**
اپنی نگہ سے آپ ہی میں ہوں گرا ہوا

عشق ہر پردہ میں معشوق کا خواہاں نکلا
اونکا آئینہ بھی میرا دلِ حیراں نکلا

کیوں نہ آوارہ پھرے نکہتِ گل الغافل
گل بھی نکلا جو عدم سے تو پریشاں نکلا

داغ وہ داغ ہے جو سو پردوں کے اندر چمکا
شعلہ وہ شعلہ جو فانوس میں عریاں نکلا

ہمنے دیکھا تو گلے سے اسے لپٹے دیکھا
اون کا خنجر بھی کوئی میرا گریباں نکلا

اے جنوں کیا تجھے اللہ نے وسعت دی ہے
قیس کی خاک کا ہر ذرہ بیاباں نکلا

بختِ خوابیدہ نے یہ رنگ دکھایا ہے کہاں
فتنۂ حشر مرا خوابِ پریشاں نکلا

حسرتیں کیا ہی گلے ملتی ہیں خوش ہو ہو کر
کون آکے طرفِ گورِ غریباں نکلا

تیرا آغوش سے جانا تھا نکلنا دم کا
فرق یہ ہے کوئی ظاہر کوئی پنہاں نکلا

زلف کو دیکھ کے تیری یہ کھلا حال مجھے
تجھ سے نزدیک جو نکلا وہ پریشاں نکلا

موت کے دھیان سے کچھ درد کو تسکین ہوئی
وہ بھی اک دل میں کھٹکتا ہوا ارماں نکلا

دیکھکر تجھکو یہ آہن میں نمو ہوتا ہے!
جوہرِ آئنہ بھی صورتِ مژگاں نکلا

کچھ تو اے جانِ حزیں حالِ عدم کہہ مجھے
کوئی تیرا بھی شریکِ غمِ ہجراں نکلا

دل میں کانٹے کیطرح چبھتا ہے جینے کا خیال
ہائے کیا وہ بھی ترا دشنۂ مژگاں نکلا

مرکے بھی وحشتِ دل ہائے ٹھکانے نہ لگی
اے **وفا** مجھکو عدم گوشۂ زنداں نکلا

اب دل میں بھی وہ جوشِ تمنا نہیں ہوتا
جو نقش کہ مٹتا ہے وہ پیدا نہیں ہوتا

جو نالہ ہے وہ ضعف سے لب تک نہیں آتا
جو کام ہے اپنا کبھی پورا نہیں ہوتا

کیوں نجد میں جلتا ہے چراغِ دلِ مجنوں
کیوں شمع سیہ خانۂ لیلےٰ نہیں ہوتا

آنکھوں میں یہ اک خاک سی کیوں اڑنے لگی ہے
کیا سینہ میں اب غیرتِ ہمت نہیں ہوتا

موسیٰ سے یہ بھی طور کو غیرت کہ ہوا خاک
عاشق کو کبھی رشک گوارا نہیں ہوتا

ذوقِ خلش افسردگیٔ دل نے مٹایا
اب زخم کا ناخن پہ تقاضا نہیں ہوتا

زنداں کی بھی دیوار گرائی نہیں جاتی
لو گریۂ یعقوب سے اتنا نہیں ہوتا

کیا کاوشِ الفت نہیں معشوق کو دل میں
کیا گل میں رگِ گل کا وہ کانٹا نہیں ہوتا

یارب ہیں مٹے پر بھی اگر تنگ چمن ہوں
کیوں خاک کا ضامن کوئی صحرا نہیں ہوتا

مجھ سے تمھیں کیا اپنی ذرا آنکھ کو دیکھو
تم سے تو یہ بیمار بھی اچھا نہیں ہوتا

ظاہر ہے کہ در پردہ ترا ظلم نہانی
اس طور سے ہوتا ہے کہ گویا نہیں ہوتا

کھلتے ہی بگڑ جائیگا شیرازہ دلوں کا
اچھا ہے جو وہ بندِ قبا وا نہیں ہوتا

یہ بیکسیٔ عشقِ وفا خاک میں ملجائے
غیروں میں مرے مرنے کا چرچا نہیں ہوتا

مجھ میں اثرِ جلوۂ مستانہ ہے اسکا
اتنا تو کہیں گے کہ کوئی دیوانہ ہے اسکا

کیا شان بڑھی ہے صدفِ گوہر یکتا کی
نورِ مدنی گوہرِ یکدانہ ہے اسکا

اس شمعِ تجلی پہ جھکی جاتی ہیں آنکھیں
نظارہ جسے کہتے ہیں پروانہ ہے اسکا

ہم شورِ قیامت کی حقیقت سے ہیں واقف
جو نیند اڑاتا ہے وہ افسانہ ہے اسکا

آیا ہے ادھر بیچ میں نیرنگِ تماشا
دیکھو تو ادھر کعبہ و بتخانہ ہے اسکا

ہاں رنگِ پریدہ کو یہاں کہتے ہیں صہبا
جو دل کہ شکستہ ہے وہ پیمانہ ہے اسکا

ساقی ہے جہاں موت وہ ہے بزمِ محبت
کھنچتی ہے جہاں روح وہ میخانہ ہے اسکا

جگر کیا جان کیا دل کیا زباں کیا
تمھارے ہیں ہمارا امتحاں کیا

ملیگا ہم کو عیشِ جاوداں کیا
جہاں وہ ہے نہیں یہ آسماں کیا

دو عالم ہیں فنا اب کس سے پوچھوں
فریبِ گردشِ چشمِ بتاں کیا

کدھر ہے اے نگاہِ بے محابا — تجھی کو کہتے ہیں تیغ رواں کیا
کہاں ہے وعدۂ امید افزا — تجھی کو لکھتے ہیں آرامِ جاں کیا

دوست ہو کر تمھیں کیوں مجھ سے جدا رہنا تھا — سینۂ دل پہلوئے عاشق میں پڑا رہنا تھا
طور ہو مصر ہو کنعاں ہو کوئی عالم ہو — تمکو جس پردہ میں رہنا تھا چھپا رہنا تھا
میرے دل سے بھی تو امید وفا مٹجاتی — تجھکو ظالم ابھی سرگرم جفا رہنا تھا
بستگی دل کے نصیبوں میں اگر لکھی تھی — اُسکے گیسو میں گرہ بن کے پڑا رہنا تھا
تم ہو اچھے تمھیں پھر کون برا کہہ سکتا — بس فقط نام کو پابند حیا رہنا تھا
تیرے دن ترکِ محبت کے نہ تھے دل ظالم — حسنِ نوخیز کو امید فزا رہنا تھا

تپ دوزخ کی گرمی اور دل بیتاب اپنا سا — نمک ہو شور محشر دیدۂ بیخواب اپنا سا
شریک حسن ٹھیرا یا ہے حسن بدگمانی سے — سمجھتا ہے مجھے بھی دشمنِ احباب اپنا سا
طلب کرتا ہے دل بعد از شکست دل اقیامت ہے — کہاں سے لاؤں ظالم گوہر نایاب اپنا سا

ہائے وہ لغزشِ پا اور وہ سنبھلنا اُنکا — کچھ پتہ دیگئی موج رگِ صہبا اُنکا
سیکڑوں پردوں سے کھلتا ہوا پردا اُنکا — لاکھوں جلووں میں چمکتا ہوا جلوا اُنکا
بزمِ نظارہ سے ہم لائے ہیں داغ حرماں — اُنکی بے پردگی نازتھی پردا اُنکا
آؤ بدمستی موحدت کے تماشے دیکھو! — ارنی بول اٹھا جلوۂ یکتا اُنکا
رہگیا جوہرِ آئینہ رگ جاں بن کر — اے خوشا جانِ تماشا ہے تماشا اُنکا
طلبِ دل بھی ہے اور فرصتِ اغماض بھی ہے — رنگ آمیزِ تغافل ہے تقاضا اُنکا
جلوۂ پردہ نشیں نے یہ اڑائے خاکے — گرد محشر ہے غبارِ غم رسوا اُنکا
ہے یہ انصاف کہ انصاف کی حسرت مٹجائے — ہائے میں اور غم حوصلہ فرسا اُنکا
دیدہ و دل ہیں مرے پاس لئے پھرتا ہوں — آئنہ خانۂ نیرنگ تماشا اُنکا
آج بیچارہ امیدوں کے گلے کٹتے ہیں — وہ چھری لے کے چلا غمزۂ بیجا اُنکا

دیکھ اے خوابِ اجل آنکھ کھلی رہنے دے
آج ہے پیشِ نظر وعدۂ فردا اونکا

نورِ آئینۂ ہستی ہے تجلی اون کی
مردمِ چشمِ دو عالم رخِ زیبا اونکا

ہوش کا ہوش سے بیساختہ جاتا کیا ہے
اے **وفا** حلقۂ آغوش میں آنا اونکا

ازل سے ربطِ حسن و عشق بربادی کا ساماں تھا
گری تھی برق اور میں برق کے پہلو میں پنہاں تھا

کفِ خاکسترِ دل میں کمالِ حشر پنہاں تھا
کہ ذرہ ذرہ اک آئینۂ بیتابیٔ جاں تھا

حسابِ دوستاں در دل خدا جانے غرض کیا تھی
لگاوٹ کیلئے کچھ بھی نہ تھا اک حسنِ خوباں تھا

تم اپنی پردہ پوشی پر نہ اتنا ناز فرماؤ
کسی کا شوقِ رسوا بھی شریکِ نازِ پنہاں تھا

تمھیں تو کہتے ہو! مٹنے سے پہلو مٹ گیا ہے ہے
اُسی دلکو تو روتا ہوں کہ دل ہونے پہ نازاں تھا

فریبِ یاس! آئینِ وفا اب چل نہیں سکتا
جسے سمجھے ہو نقشِ آرزو وہ داغِ حرماں تھا

مری طرزِ خموشی کہتی ہے اے داورِ محشر
کہیں دلدادۂ نیرنگِ پرسشہائے پنہاں تھا

پتہ چلتا ہے کچھ اشتغالِ خود نمائی سے
تمھارے دیکھنے سے پہلے بھی آئینہ حیراں تھا

ملا ہے داغِ تنہائی اسی خدمت کے صدقے میں
دلِ ہمہ وقت ہمارا شعلہ برامِ عزیزاں تھا

ہماری یاد میں جوشِ قلق تو نے اثر رکھا
کہ گوشہ خاطرِ احباب کا بھی اسکو زنداں تھا

**وفا** کیا پوچھتا ہے دیکھا اس حسنِ رقابت کو
انھیں سے کہہ دیا عشق بھی کیا آفتِ جاں تھا

رنگ آمیز ہوا اب وقت سیہ استادی کا
پھیر دیا موت نے نقشہ تری جلادی کا

آپ کی قید میں بھی لطف ہے آزادی کا
آپ کے صید بھی دم بھرتے ہیں صیادی کا

ہاں یہ آوازۂ طوفانِ قیامت کیسا!
آبلہ ٹوٹ گیا ہے لبِ فریادی کا

ستم آبادِ فنا سے ابھی آیا ہوں میں
میرے ہاتھوں میں ہے نقشہ تری بربادی کا

میزباں جوشِ جنوں! خوارئ قسمت مہماں
گھر میں کس شان سے آیا قدم آبادی کا

تختۂ مشق پہ تو نے کسے باقی چھوڑا — قدرداں کون ہے ظالم تری اُستادی کا
مُہر ہے خاطرِ افسردہ پہ ناکامی کی — داغ ہے ناصیۂ بخت پہ ناشادی کا
شیوۂ ناز ہے یرا انصاف طلب ہو ہم سے — ہائے وہ ناز بھی کس کا ستم ایجادی کا

ماتمِ عمر ہے اب قیدِ وفا بھی نہ رہی
کششِ آہ نے کھینچا الفِ آزادی کا

تارِ بے پردگیٔ حسن کا خواہاں ہوگا — باغباں جلوہ فروشِ گل و ریحاں ہوگا
حفظِ ناموسِ تجلی کا جو ساماں ہوگا — ایک اک ذرہ چراغِ تہِ داماں ہوگا
دل اگر بندِ دل آویزیٔ پیکاں ہوگا — کس پہ احسانِ جگر کاویٔ مژگاں ہوگا
چاہ اپرکاریٔ امید کی پرواکس کو — رخِ افسوس پہ رنگِ غمِ حرماں ہوگا
آج ہے لذتِ آزار کا دعوا مجھکو — حشر کو شکوۂ کوتاہیٔ مژگاں ہوگا
جوئے خوں لائینگے ہم آج محیطِ جاں سے — جوشِ لب تشنگیٔ شوق کا ساماں ہوگا
ہمرو کنعاں کے تماشہ کو تو ہم جانتے ہیں — تیرے قابو میں ترا جلوۂ پنہاں ہوگا
رشک نے کام کیا ہائے شفا سے پہلے — میرے غمخوار سے کہتے ہیں کہ درماں ہوگا
کچھ تو سمجھا ہے کہ یوں چھوڑ رکھا ہے ہمکو — شیوۂ غفلتِ صیاد و نگہباں ہوگا
تم وہ بدمست کہ چلمن سے نکلے جاتے ہو — تم سے کیا خاک علاجِ غمِ پنہاں ہوگا
اتنی رسوائی مضمونِ قیامت ہے ہے — کوئی محوِ اثرِ پرسشِ پنہاں ہوگا
دیکھنا جوشِ قلق میرے تصور کے لئے — گوشۂ خاطرِ احباب بھی زنداں ہوگا
گریۂ شوق ہوا خندۂ عشرت مجھ کو — میری آنکھوں پہ ترا گوشۂ داماں ہوگا

اے وفا فتنۂ محشر کو بھی ہم دیکھینگے
بختِ بد آئنۂ خوابِ پریشاں ہوگا

رنگ آمیزیٔ امید پہ دل بھر آیا — سامنے جب ورقِ سادۂ محشر آیا

مژدہ اے ذوقِ ستم پھر بُتِ خود سر آیا
فتنہ پرداز و دغا باز فسوں گر آیا

ہائے اس بیکسیِ عشق پہ جی بھر آیا
آپ نے وعدہ کیا اور مجھے باور آیا

دل ہی جب چھوٹ گیا دونوں جہاں دیتے ہیں
ہاتھ جب ٹوٹ گئے ہاتھ میں ساغر آیا

اس تباہی پہ مرے گھر کی تباہی دیکھو
گریۂ سیلابِ قیامت کی برابر آیا

ہوش میں آؤ سنبھل جاؤ کہاں کا انصاف
لو وہ غارت گرِ سرمایۂ محشر آیا

ناخنِ یاس نے کیا عقدۂ مشکل کھولے
آج سمجھا کہ مرے ہاتھ مقدر آیا

شبِ تنہائیِ غربت میں اندھیرا ہی کیا
نیچے آنکھوں کے جو آیا تو مرا گھر آیا

ہمنشیں محوِ تصور رہوں اٹھاؤں کیونکر
میں چلا اور کسی زانو کے تلے سر آیا

واہ ناموسِ محبت کا یہ پردہ رکھنا
تم سے معشوق کے پردہ میں مقدر آیا

اپنی چلمن کی خبر لو ابھی ٹکڑے ہونگے
دستِ وحشت میں اگر دامنِ محشر آیا

کیا ہوا کیا نہ ہوا کون ہے کس سے پوچھوں
پردۂ ناز سے کس ناز سے باہر آیا

سخت جانی کے بہانے کہیں چلتے تھے
قطعِ حجّت کے لیے بیچ میں خنجر آیا

بیکلی خاک میں اب غیرتِ راحت طلبی
پہلوِ برقِ فنا میں دلِ مضطر آیا

اے وفاؔ کیا ترے آنے کی ہے عزت گویا
بزمِ اشعار میں مضمون مکرر آیا

دیکھنا یہ رنگِ سادہ شوقِ بے تاثیر کا
اک نیا پہلو نکالا خواب بے تعبیر کا

فرصتِ بربادیِ دل سے بھی اب دل بھر گیا
گھر بنا جاتا ہے ظالم حسرتِ تعمیر کا

بے نیازی میں بھی شانِ کارفرمائی رہی
دامنِ تدبیر میں بھی چاک ہے تقدیر کا

سادگی ہائے خموشی میں بھی لاکھوں رنگ ہیں
میں ہوں دلدادہ تری رنگینیٔ تقریر کا

ہاں تازہ مشقِ ناز نے بھی کیا مزا دیا
کہتے ہیں وہ بگاڑ دیا وہ بنا دیا

تاراجِ دل نے فرصتِ دل کا پتا دیا
احسانِ راہزن ہے کہ رستہ بتا دیا

محرومیِ نصیب نے کیا گھر بنا دیا ۔ سب کچھ دیا مجھے دلِ بے مدعا دیا

دونوں طرف ہے گرمیِ ہنگامۂ خیال ۔ اچھا ہوا تمھیں دلِ صبر آزما دیا

خوبی کی بات کیا ہے یہ خوبی ہے وقت کی ۔ بدمستیِ شباب نے تم کو بنا دیا

تمکیں وہی حجاب وہی سادگی وہی ۔ لو اضطرابِ شوق نے پردہ اٹھا دیا

کیا مرگِ ناگہاں نے رکھا مرہمِ فنا ۔ ذوقِ جگر خراشیِ پیکاں مٹا دیا

پھر حسنِ خود فروش خریدارِ جلوہ ہے ۔ حیرت نے اپنا آئنہ خانہ دکھا دیا

پُرکاریِ نظر نے نظر کو ملا لیا ۔ پھر سادگی نے رنگِ تماشا جما دیا

رسوائیِ امید سہی حشر بھی سہی ۔ پردہ میں بختِ خفتہ کے سب کچھ دکھا دیا

پوچھا جو بیکسی سے کبھی ہم نے حالِ دل ۔ یہ ماجرائے جورِ عزیزاں سنا دیا

واں انکو ایک طرزِ تغافل پہ ناز ہے ۔ یاں جوشِ اضطراب نے سب کچھ سکھا دیا

پامالِ بے نیازیِ قدرت ہوں اے وفا
اہلِ ہنر کو عیبِ ہنر نے مٹا دیا

اشاروں سے بدل سکتا نہیں مضمونِ ناز اسکا ۔ کہ وہ پردے حقیقت اُسکی یہ رنگِ مجاز اسکا

کھلیگا کیا فریبِ وعدہ ہائے دلنواز اسکا ۔ کہ گوشِ دو جہاں ہے اور اک افسونِ ناز اسکا

ہزاروں آئنہ خانے بغل میں لیکے نکلا ہے ۔ یہ حسنِ سادہ کسکا جلوہ با امتیاز اسکا

عدم تک دیکھنا دستِ جنونِ شوق کا بڑھنا ۔ کہ دامن کھینچتا جاتا ہے حسنِ بے نیاز اسکا

بجائے دل لئے بیٹھا ہوں جنت اپنے پہلو میں ۔ کہ جانِ آرزو ہے غمزۂ جادو طراز اسکا

تماشہ ہے کہ جوشِ پردہ فن پردے اٹھاتے ہیں ۔ چھپا جاتا ہے ظالم اور کھلا جاتا ہے راز اسکا

نویدِ فرصتِ جاوید! اے کوتاہیِ قسمت ۔ کہ الجھا دامنِ امید میں دستِ دراز اسکا

اٹھے طوفاں بڑھے سیلاب آئی موج کیا پروا ۔ حریفِ اضطراب ہے دو جہاں اک بے نیاز اسکا

ہوا ہے شکرستانِ ہند اسکے حسنِ شیریں سے ۔ بھرا ہے شورِ محشر سے نمکدانِ حجاز اسکا

یہی کوچہ ہے جسمیں گوہرِ جاں لٹتے پھرتے ہیں
سکھاتا ہے ادب محمود کو اوسنے ایاز اسکا

کہوں کیا وسعتِ دریں پریشانی کہاں تک ہو
زہے گردانِ صدِ محشر ہے شوقِ فتنہ ساز اسکا

جمائے اپنے نقشِ سادگیہائے تمنا سے
کہ کچھ کچھ آشنا تھا لاگ کے پردہ میں ساز اسکا

وفا پر خاک ڈالو ستم زبانِ غیر سے سن لو
غزل کے پردہ میں مضمونِ دردِ جاں گداز اسکا

دمِ آخر لبِ خاموش میں چھپکر گذرا
یا کبھی قافلہ اپنا سرِ محشر گذرا

پھر رگِ شعلۂ جاں سوز میں نشتر گذرا
نالہ کیوں آبلۂ دل سے الجھکر گذرا

اے خوشا تیرگیِ بخت کی بزم افروزی
شبِ فرقت میں خیالِ مہ و اختر گذرا

نقشِ بربادیِ دل آج دکھاتے ہو مجھے
نیچے ان آنکھوں سے کے تبخانۂ آذر گذرا

میں ہوں دلداریِ افسونِ وفا پر نازاں
جو رقیبوں پہ نہ گذرا تھا وہ مجھپر گذرا

کیا تحیرسے بیرنگ میں طوفاں آیا!
جوشِ رنگِ انجمنِ ناز سے باہر گذرا

بادباں کھولدیا ساقیِ بانکیں سے نے
زورِ قے کبھی گذری کبھی ساغر گذرا

لٹ گئی جان تو امید کے پہلو ڈھونڈھو
مٹ گئی راہ تو اندیشۂ رہبر گذرا

تشنۂ حسرتِ جاوید ہوں میں کیا جانوں
کیوں گلے سے مرے تلخابۂ کوثر گذرا

آؤ میرے دلِ افسردہ کی تمکیں دیکھو!
جاؤ اس کشمکشِ ناز سے میں در گذرا

اس تکلف سے کٹی عمرِ گرانمایہ وفا
ایک دم سیکڑوں برسوں کی برابر گذرا

انتظارِ جنبشِ دامانِ مژگانی رہا
یک نفس مانندِ نورِ چشم قربانی رہا

کھلگیا حسنِ شکستِ خطِ قسمت کھلگیا!
میں رخِ ہستی پہ برسوں چینِ پیشانی رہا

اعتبارِ قیدِ ہستی عیب سے خالی نہ تھا
شعلۂ آزاد پر بھی داغِ عریانی رہا

میں اگر منتکشِ دردِ اسیری ہوں تو ہوں
تو بھی تو دلدادۂ ذوقِ نگہبانی رہا

طاقتِ پرواز کھو دی کوششِ پرواز نے
تحفۂ عشقِ ہوائے بال افشانی رہا

اضطرابِ شوق سے جچنے نہ پایا رنگِ شوق
چہرۂ امید پر داغِ پریشانی رہا

دیدہ محوِ شکوۂ طرزِ تغافل ہو تو ہو
دل ہلاکِ التفاتِ نازِ پنہانی رہا

یہ کفِ خاکسترِ دل ہے تجلی دستگاہ
ذرہ ذرّہ حاصلِ اقلیمِ حیرانی رہا

میں وفا خالی نہ آیا محفلِ احباب سے
فکرِ دانائی رہی اندوہِ نادانی رہا

سلامی تا ابد رونا رہیگا صبحِ امکاں کا
ازل اک آئنہ ہے ماتمِ شاہِ شہیداں کا

دلِ خونگردۂ محنت ہے نور العین طوفاں کا
ہر اک آنسو جگر گوشہ ہے کاشانۂ پنہاں کا

فضائے بیشۂ لاہوت سے ناسوت تک دیکھا
رگِ جانِ دو عالم بھرتی ہے دم شیرِ یزداں کا

اسی خاکِ قدم کو دامنِ ایمن چھپاتا ہے
بنا ہر ذرۂ خاکِ قدم آئینہ عرفاں کا

ورق مہرِ قیامت کا نکل آئیگا آخر میں
کھلا جاتا ہے شیرازہ مصیبتہائے پنہاں کا

قلم بھی صورتِ منقارِ بلبل خونچکاں نکلا
کہ سینہ چاک ہے گل کیطرح میرے قلمداں کا

نشانِ بیکسی کیساتھ شانِ بیکسی دیکھو
قیامت کیا ہے اک تعویذ ہے گورِ غریباں کا

مدد اے زورِ پیغمبرؐ کرم اے قوتِ حیدرؓ (کرم اللہ وجہہ)
کہ ٹھہرا بازوئے عباسؓ بازوئے بابِ ایماں کا

وہ ناموسِ قدم اور کربلا! اللہ رے قسمت
مٹا جاتا ہے جس پر قافلہ موسیٰؑ عمراں کا

امامِ دو جہاں جس پر ہدایت ناز کرتی ہے
بتاتی ہو اسی کو بیکسی رستہ بیاباں کا

ہوا خواہوں میں اس کوچہ کی اک ناموسِ کبریٰ ہے
نگہبانوں میں اس روضہ کے نکلا نام رضواں کا

نگاہِ دلکشا اے راحتِ جان و دلِ حیدرؓ
وفا محتاج ہے اک جنبشِ دامانِ مژگاں کا

حریفِ پارسائی حسن رسوا ہو نہیں سکتا
کھلے ہو گیا کہ اب تم سے بھی پردا ہو نہیں سکتا

دلِ خوں گشتہ میں جوشِ تمنا ہو نہیں سکتا
جسے تو نے مٹایا ہے وہ پیدا ہو نہیں سکتا

ستم کی ہے یہی خوبی کہ شکوا ہو نہیں سکتا
زبانیں کٹ رہی ہیں راز افشا ہو نہیں سکتا

قیامت تک جلونگا بیکسی میری نگہباں ہے
چراغِ وادیِ غربت ہوں ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

نکالیگی خموشی لاکھ پہلو دل کے لینے میں
یہ اندازِ تغافل کیا تقاضا ہو نہیں سکتا

مٹائے دیتا ہے تابِ نظر کو ذوقِ خود بینی
تماشائے بہت آئینہ سیما ہو نہیں سکتا

پڑے ہیں دونوں عالم سے دلِ ماتم زدہ اپنا
شبستانِ عدم ظرفِ سویدا ہو نہیں سکتا

کہاں ہنگامۂ محشر ہے کیسا وعدۂ محشر
جہاں ہم ہیں وہاں امروز و فردا ہو نہیں سکتا

تصور بیجا ہے پھر اُسی آئینہ خانہ میں
جہاں وہمِ نگاہِ چشمِ عنقا ہو نہیں سکتا

عنانِ شوخیِ برقِ تجلی رُک نہیں سکتی
دلِ فرصت طلب گرمِ تماشا ہو نہیں سکتا

ہجومِ فتنۂ پیہم سے محفل جم نہیں سکتی
کوئی وقفِ نگاہِ بے محابا ہو نہیں سکتا

جنوں بے کوششِ بیجا کہ ناخن ٹوٹتے جاؤ
ہمارا عقدۂ مشکل اگر وا ہو نہیں سکتا

نہاں کیا اور عیاں کیا دونوں یک آئینہ ہیں مانا
تمہارا شیوۂ سادہ کسی کا ہو نہیں سکتا

رگِ جاں تشنۂ حرماں ہے اور احباب دیتے ہیں
وہ زہرابِ تمنا جو گوارا ہو نہیں سکتا

رگِ ابر اک سبو روحِ معانی چھلکتی ہے ہے
کوئی ہرگز امیر و میر و سودا ہو نہیں سکتا

کہاں ہیں غالب و مومن کہاں ہیں ذوق و صہبائی
مٹا نامِ سخن ایسا کہ پیدا ہو نہیں سکتا

کبھی ماتم ہے اپنا اور کبھی رونا ہے اگلوں کا
بری ہے حالتِ دل شعر اچھا ہو نہیں سکتا

وفا گھر سے جدا ہونا دیارِ غیر میں مرنا
نصیبِ نارسا رکھتا ہوں پھر کیا ہو نہیں سکتا

محشر بھی ایک پرتوِ حالِ خراب تھا
رنگِ شکستہ رنگِ رخِ انقلاب تھا

ذوقِ نگاہِ ساقیِ بزمِ شباب تھا
تارِ نقاب صورتِ موجِ شراب تھا

دوزخ کی ساتھ دل کی تھیں یہ گرمجوشیاں
جو شعلہ تھا وہ خونِ رگِ اضطراب تھا

تھا اک طلسمِ خوں ہوسِ شوقِ بے زباں
گویا لبِ خموشِ عدم کا جواب تھا

پھر جوشِ انتظار نے طوفاں اٹھائے ہیں
مدت سے کام دیدۂ و دل کا خراب تھا

ہنگامہائے ناز کی گرمی نظر میں ہے
میں بھی تو وقفِ جلوۂ برقِ عتاب تھا

آنکھوں میں دجلہ خون کا نشتر جگر میں ہے
مژگانِ دلنشیں سے کبھی کامیاب تھا

دیکھو تو بختِ خفتہ کے جاگے کہاں نصیب
میں نامراد دیدۂ محشر میں خواب تھا

کیا لوٹ کر زمانہ سے ممتاز ہو گیا
میں اس جریدہ میں ورقِ انتخاب تھا

کیا پوچھتے ہو غمزۂ بیجا کی تیزیاں
سرجوشِ بادۂ نگہِ بے حجاب تھا

کیا دیکھتے ہو جلوۂ رسوا کی شوخیاں
بے پردگی کے ہاتھ میں بندِ نقاب تھا

تھا جلوہ گاہِ جوہرِ یکتا سوادِ دل
یاں ذرہ ذرہ رکشِ صد آفتاب تھا

کم فرصتیٔ عمرِ وفا یاد رہ گئی
دم بھی لیا نہ تھا کہ یہاں زہرہ آب تھا

لو خاتمہ ہو چکا ہے جی کا
منہ دیکھ رہا ہوں بیکسی کا

دل اور اثر غم و خوشی کا
یاں نام بھی مٹ گیا کسی کا

کیا رنگ بھرا ہے نازکی نے
کیا رنگ کھلا ہے سادگی کا

کیا پردہ کیا ہے دشمنی نے
کیا پردہ اٹھا ہے دوستی کا

پہلوئے وجود میں عدم ہے
آئینہ تری نظارگی کا

دل خاک ہوا کسے بتاؤں
پروانہ چراغِ دلبری کا

میں آپ لٹا کسے سناؤں
افسانہ فسونِ رہزنی کا

آغوش میں ہیں ہزاروں گرداب
ساحل ہوں محیطِ بیخودی کا

پہلو میں ہے دجلہ خوناب
رگ رگ میں ہے ذوقِ تشنگی کا

ہیں حاصلِ داغِ بیز باقی
میں گل ہوں چراغِ زندگی کا

چھوڑے سے نہ چھوٹی نسبتِ عشق
رونا ہے تو غیر کی ہنسی کا

منت کشِ مرگِ ناگہاں ہوں
ٹوٹا ہے طلسم بیکسی کا

دل میں ہیں سرورِ حسرتوں کے
آنکھوں میں ہے نورِ جانکنی کا

اس عشق کے توڑ جوڑ دیکھو
امید کسی کی دل کسی کا

سرِ خاک اٹھائے شورِ محشر
مارا ہوا اسیرِ خامشی کا

ہر ذرۂ خاکِ امینِ شوق
اک آئنہ بن گیا پری کا

انصاف کی آرزو مٹادی
اعجاز یہ ہے ستم گری کا

اللہ رہی فرصتِ تغافل
جی چھوٹ گیا ہے جانکنی کا

اللہ رہی جرأتِ تجاہل
دم ٹوٹ گیا ستم کشی کا

رحمت کی ہے شان دلنوازی
وہ ناز اٹھائے بیدلی کا

تقدیر گرہ لگا رہی ہے
کھلتا ہے نصیب بستگی کا

وہ عہدِ وفا وہ سازِ امید
رونا ہے **وفا** اسی گھڑی کا

وہ دماغ اب کہاں ہے کہ مجھے خیال ہوگا
ترا ہائے دل ہی ظالم جسے کچھ ملال ہوگا

جو فروغ لائے لی لیسر کمال ہوگا
نہ یہ صبح و شام ہوگی نہ سیاہ وصال ہوگا

ترے ناز کا ہے صدقہ تجھے یہ خوشی مبارک
کوئی منتظر ہلاک خبرِ وصال ہوگا

دمِ واپسیں سے ملکر لبِ خامشی اثر سے
ابھی خوں جو ہو کے ٹپکا وہ مرا سوال ہوگا

صفِ حشر چھا نتی ہو عبث ای ہوائے محشر
اسی کوئے دلنشیں میں دلِ پائمال ہوگا

شبِ غم سے روزِ محشر کی نمود ہو رہی ہے
رخِ یاس پہ جو ہوگا تو بجائے خال ہوگا

یہ خاک رنگ لائی ہو بہار کامیابی
ترے دستِ خونچکاں میں دلِ خستہ حال ہوگا

جو دماغ جنت آئیں تو بساطِ خرم رنگیں
وہ کرشمہ باغبانِ چمنِ خیال ہوگا

کفِ مے ہو نام کس کا وہ ترا شبابِ تازہ
مے خوشگوار کیا ہے وہ ترا جمال ہوگا

ترے شیوہ ہائے غفلت میں بھی شوخیاں بھری ہیں
ترے خوابِ نازنیں میں اثرِ غزال ہو گا

یہ **وفا** دلِ حزیں ہے جسے دہر نے خوش نہ دیکھا
یہ نہال وہ نہیں ہے جو کبھی نہال ہو گا

نکیوں ہو جوشِ وحشت ہمعناں چشمِ پریرو کا
کہ دامن چھٹ نہیں سکتا رمِ آہو سے آہو کا

کسی عالم میں قیدِ حسن سے باہر نہ نکلے ہم
قیامت کیا ہے اک سایہ ترے قدِ گیسو کا

چھپا ڈالا کہ تم انداز شوخی اچھپ نہیں سکتا
سراپا کہہ رہا ہے یہ کہ میں پتلا ہوں جادو کا

نگاہِ لطف اک میٹھی چھری ہے ذبح کرنے کو
بلائے جاں ہے اندازِ کرم خوبانِ دلجو کا

خدایا جلوۂ حسنِ ازل سے میں نہیں واقف
مگر برسوں تماشائی رہا اک آئنہ رو کا

یہ سوزِ دل ہے کہ میرے چارہ فرما جان دیتے ہیں
شگافِ تیغِ ابرو میں بھی ہے اندازِ ابرو کا

کوئی خوابِ پریشاں جب کبھی دیکھا تو ہم سمجھے
شبستانِ عدم میں بھی ہے چرچا تیرے گیسو کا

بس اے ذوقِ خرابی چھوڑ! وہ مجھ میں کہاں طاقت
حریف اب ہو نہیں سکتا ہوں عشقِ عربدہ جو کا

قبائے تنگ سے باہر ہو جیسے غنچے سے نکہت
وہ کیا ہو میرے بس کا جو نہیں اپنے ہی قابو کا

بہ نکہت پہنچی اہلِ نشہ اب اڑنے لگی صہبا
ٹھکانا کیا ہے اے ساقی تری اس تندیِ خو کا

**وفا** جب دل پہ پتھر رکھ لیا پھر بھلا کیا یاد آئے
کسی کا بیٹھنا رکھنا مرے زانو پہ زانو کا

رات یوں نالاں ترے در پر دلِ دیوانہ تھا
شورِ صد محشر مرے نزدیک اک افسانہ تھا

کیا محیطِ رنگ میں ڈوبا ہوا میخانہ تھا
بادبانِ زورقِ مے جلوۂ مستانہ تھا

بادہ کش نظارۂ ساقی جلوۂ جانانہ تھا
آئنہ خانہ نہ تھا گویا کوئی میخانہ تھا

دیدۂ ساقی کا صدقہ مجمعِ رندانہ تھا
دورِ ہفت افلاک وقفِ گردشِ پیمانہ تھا

سوختہ اختر مصیبت دوست آفت پاسباں
تھک جبیں پہ گر گئی تھی جس میں وہ دانہ تھا

مرحبا شمعِ تجلی یہ تری سرگرمیاں
ذرہ ذرہ خاکِ ایمن کا بھی پروانہ تھا

حلق پر خنجر بھی چلتا تھا ترے نام سے
دل بڑھا دینے کو شورِ ہمتِ مردانہ تھا

شوقِ رسوائی فریبِ پارسائی ہائے ہائے
جب دلِ خود کام تھا پھر میرے گھر میں کیا نہ تھا

کفر و ایماں ملتے بیٹھے پہلوِ اندیشہ میں
میری جیبِ آستیں میں کعبہ و بتخانہ تھا

وہ دکانیں لٹ گئیں جن میں متاعِ شوق تھی
وہ زبانیں کٹ گئیں جن پر ترا افسانہ تھا

اک ادا میں سیکڑوں عالم دکھا کر چل دیئے
لن ترانی سے عیاں اندازِ معشوقانہ تھا

کاسۂ گردوں کو دیکھ آیا ہوں بزمِ یاس میں
دستِ محرومی میں اک ٹوٹا ہوا پیمانہ تھا

آج یہ دل ہے نگارستانِ فانوسِ خیال
یا وہ نقشِ سادہ تھا جو رنگ سے بیگانہ تھا

آج ہے یہ دیدۂ بیدار بینوئے جمال
یا سوادِ طالعِ خفتہ میں اک ویرانہ تھا

برقِ حسنِ لایزالی نے جلایا تھا مجھے
خاک ہو کر بھی خمیرِ گرمیِ پروانہ تھا

حسرتِ خونابہ نوشی کی یہ وسعت دیکھنا
ساحلِ دریائے خوں مجھکو لبِ پیمانہ تھا

تیرہ بختی نے رکھا ممنونِ داغِ اعتبار
رہنمائی کے لئے میں آتشِ ویرانہ تھا

منتخب تھی آپ کی بزمِ سخن اے اہلِ فن
جو سخنور تھا فہیم و فاضل و فرزانہ تھا

ہم سے یہ مانا کہ تھی وضعِ وفا وضعِ جنوں
یہ تو کہدو گے کہ رنگِ خاص میں دیوانہ تھا

ابھی سے کیوں شہیدِ التفاتِ ناز ہونا تھا
ذرا دلکو انہیں پردوں میں پہلے راز ہونا تھا

پڑا صبرِ تجلی طور پر اے وائے مدہوشی
متاعِ جاں کو نذرِ شعلۂ آواز ہونا تھا

مٹا دینے پہ تھی موقوف صیقل دیدۂ و دل کی
اسی پردہ میں تم کو آئنہ پرداز ہونا تھا

وہی کنجِ قفس ہے اور وہی سر پھوڑنا ہمدم
مری طاقت کو صرفِ کوششِ پرواز ہونا تھا

تہِ لب وہ تبسم ہے اگر الجھی تو گیا اُلجھی
خموشی کو حریفِ غمزۂ غماز ہونا تھا

خمیرِ آتشِ دوزخ اگر ٹھیرا تو کیا ٹھیرا
مرے خوں کو خنائے پائے برقِ ناز ہونا تھا

دلِ ناشاد کو زیر و بمِ ہستی سے کیا نسبت
نوا سنجِ شکستِ پردۂ ناساز ہونا تھا

ملے ناموسِ شوقِ آشنا یوں خاک میں ہے ہے
نگاہِ آشنا کو بھی غلط انداز ہونا تھا

دگارکھا تھا جانکاہی نے پہلو رخصتِ جاں کا
شکستِ رنگ کو آخر پرِ پرواز ہونا تھا

ہجومِ جلوہ آگے آگے اور صبحِ ازل پیچھے
دو عالم کو غبارِ کاروانِ ناز ہونا تھا

کسے کہتے ہیں دل کیا ہے دل کشی و دل آرائی
تمھیں پردہ میں چھپنا تھا سراپا راز ہونا تھا

اسی اک جوشِ حسن و عشق کی ہے کارپردازی
شگافِ زخم کو چاکِ قبائے ناز ہونا تھا

**وفا** یہ طبع تازہ اور یہ افسردگی ہے ہے
تجھے دُردی کشِ میخانۂ شیراز ہونا تھا

---

اے برقِ ستم اور نیا داغ دیئے جا
کچھ سوزِ جہنم کے لئے آگ لیئے جا

مایوس کو سیرابیِ حسرت سے غرض ہے
زہراب کے پردہ میں مئے ناب پیئے جا

ہاں آشفتہ خیالی کی بھی کچھ داد ملے گی
آخر لبِ خاموش کی فریاد کیے جا

تقدیر کا یہ چاک ہے دیکھ اپنی نظر سے
تو زخمِ جگر سوزنِ مژگاں سے سیئے جا

ہاں موت سے بدتر ہے **وفا** نازشِ احساں
ناکامیِ قسمت کے سہارے پہ جیئے جا

---

تغافل کے پردہ میں کیا کر دیا
ہلاکِ فریبِ وفا کر دیا

قیامت کا وعدہ وفا کر دیا
تڑپنے کا پہلو عطا کر دیا

تری بے نیازی نے کیا کر دیا
گلوں کو مٹا کر دعا کر دیا

تجھے شیوۂ دلکشی دے دیا
مجھے وقفِ مشقِ جفا کر دیا

تجاہل سے رازِ حیا کہہ دیا
تغافل کو صبر آزما کر دیا

دل و جاں سے صبر و سکوں لے لیا
رگ و پے کو درد آشنا کر دیا

تمھاری یہ ہیں رنگ آمیزیاں
مجھے محوِ رنگِ ادا کر دیا

نظر کی یہ ہیں کارپردازیاں
ادا کو ادا سے جدا کر دیا

سنے جاؤ ہر ذرہ کیا کہہ گیا
کہے جاؤ ہم نے فنا کر دیا

تصور سے غفلت میں جاں آ گئی
خموشی نے محشر بپا کر دیا

ملا دو مری فرصتِ یاس میں
وہ عقدہ جسے تم نے وا کر دیا

ترے ناز نے جوہرِ خاک کو
رگِ موجِ خونِ صبا کر دیا

ترے جذب سے ریشۂ تاک کو
بڑھا کر رسے جا نضا کر دیا

وجود و عدم ہم نے لگا دی گرہ
دو عالم کو بندِ قبا کر دیا

مجھے قدر دانی کی امید کیا
قضا نے اسیرِ قضا کر دیا

جواب ازل بخت سے سن لیا
جو تھا حقِ محنت ادا کر دیا

وفا بخت ناشاد پرشاد ہوں
جو کچھ کر دیا وہ بجا کر دیا

کھلا جاتا ہے پردہ التفاتِ نازِ پنہاں کا
اڑا جاتا ہے جوہر صیقلِ آئینۂ جاں کا

ازل اک دور تھا سرجوشِ الطافِ نمایاں کا
ابد قطرہ ہے صہبائے نوازشہائے پنہاں کا

تماشائے دو عالم ہے مجھے بالیں پہ سر رکھنا
قضا نے آنکھ میں سرمہ دیا خوابِ پریشاں کا

چلا ہے کس ادا سے کاروانِ ناز در پردہ
بہارِ خلد محمل ہے تبسمہائے پنہاں کا

مبارک موجۂ گرداب کو گہوارہ جنبانی
دلِ راحت طلب مشتاق ہے آغوشِ طوفاں کا

یہاں افتادگی میں بھی وہی وحشت برستی ہے
گرا ہوں خاک پر تو سایہ ہوں دیوارِ زنداں کا

بھرا ہے سینہ تو دل لذتِ رازِ خموشی سے
لبِ زخمِ جگر ہے بندِ پرسشہائے پنہاں کا

مرے دستِ جنونِ شوق کے انداز تو دیکھو
کھنچا آتا ہے گوشہ دامنِ بزمِ حسیناں کا

خریدارِ نگاہِ شوق ہے بدمستیِ جلوہ
تماشا کارفرما ہے نمائش گاہِ امکاں کا

ادب آموز تھی شانِ کرم سطوت کی پردہ میں
مرے اشکِ ندامت دھو گئے منہ شرمِ عصیاں کا

دو عالم سے پرے کمبخت دل بستر لگایا ہے
ذرا پہلو بدل دو آرزو کی خانہ ویراں کا

بڑھائی ہے **وفا** قدرِ سخن ناقدردانی نے
یہ ہے اقبالِ دانائی کہ ہوں محسود ناداں کا

کچھ کچھ ہے رنگ مجھ میں بھی نیرنگِ راز کا
اُلٹا ہوا ورق ہوں تری بزمِ ناز کا

پھر با زباں کھلا ہے غمِ جانگداز کا
اشکِ رواں سے بہہ گیا ہے سفینہ نیاز کا

تا بے نظر کو شوق تجھے ڈھونڈھتا رہا
کیا امتیاز جلوۂ با امتیاز کا

انداز بن کر آئیں وہ عالم تو کیا کریں
مارا ہوا ہوں میں ستمِ بے نیاز کا

خامے میں قطعِ ربط کا قط ہے دیا ہوا
ہاتھوں میں ہے خامۂ صنعت وحدت طراز کا

کوتاہیِ نصیب سے تم پھیر لو مجھے
صیدِ رمیدہ ہوں مژۂ ہائے دراز کا

وہ عرصۂ خیال کہ محشر کہیں جسے
ہے نقشِ پا مری ہوسِ ہرزہ تاز کا

بدمستیوں کے جلوے ہیں غفلت کے پردہ میں
ہے خوابِ ناز آئنہ تصویرِ [illegible] کا

اوراقِ کائنات بھی ہیں پارہ ہائے دل
شیرازہ چاہیے نگہِ فتنہ ساز کا

کیوں چھیڑتے نہیں ہو کہ ہے سازِ شوق بھی
مشتاق زخمۂ سخنِ دلنواز کا

کیوں پوچھتے نہیں ہو کہ ہے نقشِ پاس بھی
محتاج جنبشِ لبِ افسوں طراز کا

خالی نہیں کشاکشِ ہستی سے کوئی ہاتھ
دامن ہے دستِ خضر میں عمرِ دراز کا

تمکیں سے ہاتھ اٹھاؤ کہیں دل نہ بیٹھ جائے
آنکھیں ملاؤ وقت ہے تحریکِ ناز کا

مدت ہوئی خیال نے بستر اٹھا لیا
آغوشِ ناز میں کبھی سر تھا نیاز کا

دل وہ کہ نغمہ ہائے پریشاں میں گم ہوا
ذوقِ شکست بھی جسے پردہ ہے ساز کا

حرفِ **وفا** ہے دفترِ شاہی کا انتخاب
محمود کی زباں پہ سخن ہے ایاز کا

سراپا نازِ حسنِ شیوۂ ایجاد ہوں کس کا
کھنچا جاتا ہوں نقشِ خامۂ آزاد ہوں کس کا

تجاہل رنگ آمیزِ تغافل ہو تو کب تک ہے
تمہیں کہہ دو کہ وقفِ حسرتِ بیداد ہوں کس کا

کہاں تک اعتبار ہستی موہوم کا رونا
جگر ہوں داغ ہوں غم ہوں و ناشاد ہوں کسکا

ابھی اک ریشۂ تازہ بہار خلد باقی ہے
گل افسردۂ رنگین بساط یاد ہوں کسکا

کھلا ہے جس سے راز حشر خاموشی وہ فتنہ ہو لب
لب گویا ہوں چاک پردۂ فریاد ہوں کسکا

پھنسے ہیں سیکڑوں پر بال و پر دام تغافل میں
کسی سے یہ بھی تو پوچھو کہ میں صیلو ہوں کسکا

مصیبت میر سامان سوز داغ بیکسی ہوتا
جلوں کبتک چراغ خانۂ برباد ہوں کسکا

ہم بیٹھے ہیں لٹ کر غم رہزن نہیں رہتا
ہم بیٹھے ہیں مٹ کر کوئی دشمن نہیں رہتا

ہاں! دست جنوں وہ ہو کہ رہنے نہیں کتا
دامن کی یہ خوبی ہے کہ دامن نہیں رہتا

تم جلوۂ یکتا کو دکھا جاتے ہو جسدم
پھر تفرقۂ شیخ و برہمن نہیں رہتا

اک چال سے کیوں ناز خود آرا نہیں چلتا
اک وضع پہ کیوں غمزۂ پرفن نہیں رہتا

آنکھیں تو ملاؤ نگہ شوخ کدھر ہے
گردن تو اٹھاؤ خم گردن نہیں رہتا

ہر ذرہ یہاں جوش تجلی میں فنا ہے
ذوق طلب آتش ایمن نہیں رہتا

یہ ثمرۂ حسرت ہے کہ حسرت نہیں باقی
یہ حاصل خرمن ہے کہ خرمن نہیں رہتا

کیا میں دل بیتاب بغل میں نہیں لایا
کیا شور قیامت تہ مدفن نہیں رہتا

یہ آپ کے نیرنگ تلون کا اثر ہے
اک رنگ پہ رنگ گل و سوسن نہیں رہتا

کمبخت وہ مشتاق دل ناکام ستم ہے
جس شاخ پہ بجلی کا نشیمن نہیں رہتا

اندیشۂ تمکیں نے یہ کی ریشہ دوانی
دل میں اثر نالہ و شیون نہیں رہتا

افسردہ ہو تماشائی ہنگامہ طلب کو
معشوق پس پردۂ ایمن نہیں رہتا

اس وادی دلکش میں وفا لائی ہیں مجھکو
اندیشۂ بربادی مسکن نہیں رہتا

کیوں نظر سوز نہو جلوۂ یکتا تیرا
ڈھلگیا برق کے سانچے میں تماشا تیرا

دونوں عالم مری وحشت پہ مٹے جاتے ہیں
لگیا مجھکو غم حوصلہ فرسا تیرا

جلوۂ فیضِ ابد بھی ہے گلِ جنتِ ناز / خندۂ صبحِ ازل ہے چمن آرا تیرا

اے تجلی ترا سرمایۂ نازِ بینش / مردمِ دیدۂ ہستی ہے سراپا تیرا

آج پھر قالبِ امید میں جاں آتی ہے / لبِ اعجاز پہ ہے وعدۂ فردا تیرا

وحدتِ سادہ و پرکاری کثرت سے ہے / پردۂ حسن میں ہے حسن خود آرا تیرا

حفظِ ناموسِ ازل ذرۂ فیضِ مقدم / حرزِ بازوئے ابد نقشِ کفِ پا تیرا

زینِ قدس کو اک بزم چراغاں کر کے / جیبِ تنزیہ سے نکلا یدِ بیضا تیرا

مجھکو طوفانِ قیامت سے بچانا ہو گا / لنگرِ کشتی امت ہے سہارا تیرا

پھر درِ عرضِ تمنا پہ **وفا** حاضر ہے
ہائے وہ کون وفا؟ بندۂ رسوا تیرا

جہاں یکسر خرابِ جلوۂ حسرت فزا نکلا / طلسمِ بیکسی گو یا دلِ بدست و پا نکلا

جنونِ شوقِ رسوا کسقدر نازک ادا نکلا / کہ محشر بھی شکستِ شیشۂ دل کی صدا نکلا

نمایش خانۂ صبحِ ازل کی کھل گئیں آنکھیں / ہمارا رنگِ ہستی غازۂ روئے بلا نکلا

کہاں یہ برقِ شوخی اور کہاں تابِ دل آویزی / وہ اندازِ تغافل تھا کہ فرصت آزما نکلا

تقاضائے ادب آموزیٔ تمکیں پہ مرتا ہوں / کمال سخت جانی گرمیٔ خونِ وفا نکلا

## مطلعِ ثانی فی النعت

گرہ دونوں جہاں کی کھولکر مشکلکشا نکلا / تمہارا ہاتھ حبیبِ رحمتِ باری سے کیا نکلا

ترا نورِ سعادت درۃ التاجِ قضا نکلا / ترا نقشِ قدم آویزۂ گوشِ دعا نکلا

وہ ذکرِ خاص ہر ریشہ دواں رگہائے ابرار میں / وہ نامِ پاک جانِ قالبِ صلِ علیٰ نکلا

تجلیٔ ازل پروانہ بن کر لوٹتی ہے / تمہارا حسن یکتا شمعِ بزمِ اصطفا نکلا

گسستہ تار ہائے آرزو کو [illegible] / تمہارا وعدۂ طاقت گسل امید زا نکلا

لبِ خوں گشتہ طاقت پردۂ ناموس [illegible] / یہ اندازِ خموشی سازِ حرفِ مدعا نکلا

کرم یہ ہے مری درماندگی سے کام چلتے ہیں
آلہی صبر محنت آزما کی شرم رہجائے

ستم یہ ہے عدو ممنون بخت نارسا نکلا
حریف سخت جانی شوق آتش زیر پا نکلا

دو عالم سامنے ہیں سر بدیوار تحیّر ہوں
**وفا** سرمایۂ دل وقف اندوہ وفا نکلا

سطوت حسن کرم کا اور ہی عالم ہوا
آفتاب صبح محشر قطرۂ شبنم ہوا

پوچھتی ہے موت اندوہ وفا کچھ کم ہوا
کہتی ہے ہمت کہ آخر یہ بھی تو اک غم ہوا

میں جسے سمجھا ہوں غم دل کیطرح ہمدم ہوا
تم جسے کہتے ہو دل وقف گداز غم ہوا

مژدہ اے دل اہتمام مجلس ماتم ہوا
پھر چراغ شام محنت دیدۂ پرنم ہوا

مٹگیا نام و نشان حسرت برباد حیف!
پھر دل خوں گشتہ رزق نالۂ پیہم ہوا

سینہ ہی حسرت کدہ تہذیب محفل دیکھنا!
پھر لب خاموش طرف مجلس ماتم ہوا

یہ سمجھ لینا گرہ دونوں جہاں کی کھل گئی
شیوۂ تمکیں اگر نذر ادائے رم ہوا

دردمند بیکسی ہوں بیکسی مجھکو عزیز
رہگیا جو ٹوٹ کر ناخن وہی مرہم ہوا

پھر شب تار عدم ہے اور وہی آشفتگی
سایۂ گیسو بھی آخر گیسوئے پرخم ہوا

حسن رنگ آمیزئ وحدت پہ مٹنا چاہئے
تم نے جب آئینہ دیکھا اک نیا عالم ہوا

گرم جولانی تھی پائے برق کا اک آبلہ
شعلۂ خس بڑھگیا کمبخت اُتنا کم ہوا

وہ دل بدمست فرصت پردہ دار راز ہے
شور ہستی و عدم بھی جسکو زیر و بم ہوا

دیدۂ مشتاق تماشا! وہ تماشا آشنا
عالم نظارہ پھر کیوں درہم و برہم ہوا

تھا وہ کیا سرمایہ جسکو ڈھونڈھتی تھی بیتابی
میں ہلاک التفات جلوۂ پیہم ہوا

ہوگیا ہوں حاصل مشق گرانجانی **وفا**
ہمدمی یہ ہے کہ درد پہلوے ہمدم ہوا

حق ناموس نظر کا ہے ادا ہو جانا
چشم کو نیں کو نقش کف پا ہو جانا

محشر درد کی قسمت میں ہے کیا ہو جانا
لب خاموش کے پردے میں صدا ہو جانا

دیکھو شگفتے ہیں ہم رنگ بہار حسرت
ہم نے سیکھا ہے گرہ پیچ صبا ہو جانا

آہ میں خوش ہوں کہ مصیبت کو ہے راحت مجھسے
دل ہے اور حلقۂ آغوش بلا ہو جانا

دیکھا ووسکے سہونے کو وہ کیسا ہوگا
جس کے ہونے سے ٹپکتا ہے فنا ہو جانا

تم سے کہتا ہوں کہ بیگانہ و آزاد رہو تم
ہائے میں اور گرفتار وفا ہو جانا

بے نیازی بھی ہے سطوت بھی ہے انصاف بھی ہے
اب مرے شکووں کا مٹنا ہے دعا ہو جانا

درد مند غم امید ہوں اسے مرگ نہ پوچھ
زہر کا کام ہے قسمت کا دوا ہو جانا

ذرہ ذرہ ہے یہاں آئینۂ حسن کرم
صیقل عشق ہے پامال جفا ہو جانا

کبھی کبھی عجز سے رحمت کو کوئی دشوار نہیں
عفو کو خط کف دست دعا ہو جانا

کیا ہے معراج دل و دیدۂ عبرت آگاہ؟
محو نظارۂ نیرنگ قضا ہو جانا

کیا ہے سرمایۂ بربادی امید تباہ؟
نذر غمخواری اندوہ وفا ہو جانا

چشم ہستی میں ہوں اک قطرۂ اشک خونیں
اشک سے پہلے ٹپکتا ہے جدا ہو جانا

جلوہ اپنا نظر اپنی ہے تماشا اپنا
پردہ داری ہے ترا پردہ کشا ہو جانا

اوج اقبال دو عالم پہ قدم رکھنا ہے
اے وفا خاک رہ اہل وفا ہو جانا

رولائے گا ابھی جوش دل بیتاب خوں کیا کیا
دکھائے گا مجھے کمبخت بخت واژگوں کیا کیا

تم اپنا دفتر تمکیں سر محشر دکھا جاؤ
اڑاتا ہے مجھے اوراق انداز جنوں کیا کیا

مجھے وہ عہد دونوں عالم دوری ہیں بھرتا ہوں میں
کہ پھونکے ہیں مرے گوش تمنا میں فسوں کیا کیا

دل آزردہ ہے فرصت طلب اسے ذوق جستجو ہی
کہ عمر از دکوتاہ و درنج فزوں کیا کیا

بہ لذت آبشار گریہ ہی تم دیکھتے جاؤ
بن ہر مو سے ہیں پھر موجزن دریائے خوں کیا کیا

تجلی ہائے یکتائی! تماشا وضع رعنائی!
تکلف بر طرف مست کش نیرنگ ہوں کیا کیا

الہی بھیجدے خورشیدِ محشر تا سنبھلوں میں
کرے گا داغِ دوزخ تاب یہ سوزِ دروں کیا کیا
صدائے صور امرگِ ناگہاں آہنگِ محشر
ہری فکر اک ناکامی میں ہیں صد زبوں کیا کیا

وفا یہ جائے عبرت ہے کہ آخر طالبِ دنیا
لیے جاتا ہے دل میں حسرتِ دنیائے دوں کیا کیا

تقاضائے قیامت پردہ ہی حسنِ تغافل کا
دکھا اے بیدلی آئینۂ زانوئے تامل کا
ہوس کو مژدہ سیرابیِ جاوید دیتا ہوں
ترا وعدہ ہے پانی تیری شمشیرِ تغافل کا
کہاں سے آرہے ہو کیوں پسینہ پونچھتے ہو
اٹھاتی ہے بہارِ ناز پردہ محملِ گل کا
دماغِ آشنا ذوقِ تماشا میں نہیں رکھتا
جہاں تہ جرعہ تیری چاشنیہا تجاہل کا
ابد کو دُردیِ پیمانۂ غفلت سمجھتا ہوں
کہ خوگر ہوں ازل سے دورِ صہبائے تغافل کا
متاعِ دست گرداں بن گیا بازارِ حسرت میں
دلِ بیمدعا ہوتا نگیں مہرِ توکل کا
وہ اندیشہ رگِ ہستی کو جسنے تازگی بخشی
فتیلہ بن گیا بزمِ چراغانِ تخیل کا
پیے پیتے ہیں مجھسے کشمکشہائے تمنا کے
کہیں الٹا ورق ہوں نسخۂ مشقِ تخیل کا
خوشا حسنِ خود آرا اے خوشا اندازِ استغنا
دلِ صد چاک شانہ ہے تری زلفِ تجمل کا
جمایا وادیِ حرماں میں حیرت نے قدم میرا
قیامت نقش ہے میری کفِ پائے تحمل کا
دو عالم دو ورق یا فیہا اجزائے وہی ہیں
ترا اندیشہ تارِ کمرِ شیرازہ ہے گل کا
کمالِ جذبِ حسن و عشق کی یہ چاشنی ہی ہی
بھرا ہے خندۂ گل سے نمکداں شورِ بلبل کا
ابد اک پرتوِ طرحتِ نقابِ ناز ہے اُسکا
ازل گوشہ ہے اُس کے دامنِ بزمِ تجمل کا

مرے بختِ سیہ سے کر دن پھر رہی ہیں اے وفا آخر
پیدا ہے صبحِ محشر پر بھی سایہ شامِ کاکل کا

اب تھمی زباں کا زمانہ گذر گیا
زہرابِ اجل کے دیجے میں اتر گیا
اٹھنے لگی ہے خاک محیطِ امید میں
سیلابِ انتظار بھی آیا اتر گیا

دل پر ہجومِ یاس نے پھر ہاتھ رکھ دیا
محرومیٔ نصیب سے دل بھی ٹھہر گیا

ہاں جادۂ نگاہ کے آثار مٹ گئے
وہ کاروانِ ذوقِ تماشا گذر گیا

سرمایۂ امید کے بازار لٹ گئے
وہ دل کہاں ہے؟ جوشِ تمنا کدھر گیا

تمہیدِ اتحادِ خداساز دیکھنا!
اقلیمِ جاں کو ہدیۂ داغِ جگر گیا

اب میں ہوں اور ماتمِ شبہائے انتظار
ذوقِ نظر فروزیٔ خوابِ سحر گیا

وحشت کو دیکھ! مشہدِ مجنوں پہ چھا گئی
حسرت سے پوچھ ناقۂ لیلیٰ کدھر گیا

وہ دل کہ جس میں یادِ وطن کا ہجوم تھا
خالی ہوا تو دردِ غریبی سے بھر گیا

کس سے کہوں کہ سینہ ہے دریائے آتشیں
کیا چپ رہوں کہ قلزمِ خوں دل میں بھر گیا

عالم فریبِ حسرت و حسرت بزیرِ خاک
ہنگامۂ وجود کیا ادھر آیا اُدھر گیا

شیرازۂ دماغ بھی اب تار تار ہے
فیضِ نفس علاقۂ بادِ سحر گیا

اُترا جو جگر میں ریزۂ الماس بن گیا
ملتجا یہ سرشکِ وفا کام کر گیا

## ردیف بائے موحدہ

ملتے ہیں راہِ عشق میں ایسے کہاں نصیب
اے بیکسی تجھے ستمِ ہمرہاں نصیب

پہلوئے انتظار کو دردِ نہاں نصیب
آغوشِ اضطراب کو آرامِ جاں نصیب

تنگ آ گیا ہوں قیدِ امیدِ نشاط سے
فرصت پکارتی ہے غمِ جاوداں نصیب

اتنی سی بات پر ہے تمنا کا فیصلہ
اک تم مجھے نصیب تمہیں دو جہاں نصیب

اغیار سے شکایتِ بیجا نہیں رہی
نامہرباں عزیز ہیں اور مہرباں نصیب

واماندہ ہوں کشاکشِ راہِ فنا نہ پوچھ
منزل سے آگے شوقِ پسِ کارواں نصیب

فتنہ ہلاکِ جلوۂ حسنِ نہاں ہے اب
عظمت سنا گئی کہ نویدِ اماں ہے اب

ہاں رحمتِ غیور کدھر ہے کہاں ہے اب
تم دیکھ لو نگاہ سوئے آسماں ہے اب

وہ التفاتِ جلوۂ پنہاں نہیں رہا !
وہ امتیازِ خلوتِ جاناں کہاں ہے اب

راتیں ہیں اور گوشۂ تنہائیٔ عدم
آنکھیں ہیں اور تلخیٔ خوابِ گراں ہے اب

رستے گئے ہیں صاف تری تیغ ناز سے
زخمِ جگر سے ٹپکا قلم خونفشاں ہے اب

ہے ہے ہلاکِ طرزِ تغافل ہے اک جہاں
جب ہاتھ رُک گیا ہے تو خنجر رواں ہے اب

تدبیر یہ کہ دونوں جہاں کو لپیٹ لیں
تقدیر کہہ رہی ہے کہ فرصت کہاں ہے اب

مرتا ہوں اور ماتمِ یک عمر آرزو
بالیں پاس پر قلقِ جاوداں ہے اب

برقِ نظر سے پھونک رہے ہیں بساطِ دل
پہلو میں سازِ روشنیٔ بزمِ جاں ہے اب

داغِ جگر سے پوچھ رہے ہیں نشانِ دل
پردہ میں مژدۂ اجلِ ناگہاں ہے اب

لٹنے کو لٹ چکا تھا مگر آج لٹ گیا
اے بیکسی وہ ذوقِ تباہی کہاں ہے اب

ذوقِ ستم کیسا تھا ہے اک چاشنیٔ رشک
گویا ترا شریکِ ستم آسماں ہے اب

کیا خوارئ امید وفا دل چھٹا گئی
کمبخت بوالہوس بھی مرا ہمزباں ہے اب

## ردیف تائے فوقانی

ہاں دلِ ناداں ذرا جانا سنبھلکر سوئے دوست
ہاتھ میں غمزہ کے ہے وہ دشنۂ ابروئے دوست

خواب میں ہے خواب اُسکو دیکھکر نیند اڑ گئی
آتی ہے بالش سے بوئے زلفِ عنبر بوئے دوست

سر رکھا جس وقت میں نے جان تجھمیں آ گئی
آ بچیوں سے بھر اٹھا ساغرِ زانوئے دوست

دیکھیو اب کون سی آفت مجھے پیش آئیگی
پھر رہا ہے ہجر آنکھوں کے قدِ دلجوئے دوست

دیکھ ساقی نشہ بنکر بادہ بھی اڑ جائیگا
بزمِ مے میں تند اگر ایسی رہیگی خوئے دوست

آتے آتے رہگئی گورِ غریباں کیطرف
تندبادِ حشر بھی نکلی ہوائے کوئے دوست

سمجھے ہم طولِ شبِ تارِ عدم کو دیکھ کر
آ گیا ہے ہاتھ میں گویا سرِ گیسوئے دوست

آسماں سے امرِ وفا کیا توقع ہے مجھے

وہ نگہ ہے سو کہے دشمن جو کچھ ہم سے [illegible]

لحد سے منہ چھپا کر رہ گئی بیمار کی حسرت
وہ حسرت آفریں سی حسرت لذتِ آزار کی حسرت

قیامت ہے جنونِ شوقِ آفت کار کی حسرت
سرِ شوریدہ کو محشر میں ہے دیوار کی حسرت

ابھی ہے جلوۂ یکتا حجابِ لن ترانی میں
کہ ان سے آگئی ہے بیچ میں تکرار کی حسرت

کسی کی جان نکلیگی کسی کے کام نکلینگے
مرے ماتم سے ہے وابستہ مرے غمخوار کی حسرت

مرے گوشِ تمنا پر بھی آخر رحم فرماؤ
کہ میں بیہوش ہوں اور فریبِ جلوۂ دیدار کی حسرت

دلِ ناکام مٹتے مٹتے بھی سو رنگ لائیگا
ابھی بازار میں ہے گرمیِ بازار کی حسرت

بدلنا کروٹوں کا قبر میں دیکھو! کہ لیٹی ہے
کفن کیسا تھا آغوشِ وصالِ یار کی حسرت

ستم اے گرمیِ اندیشہ مثلِ روح گھلتی ہے
دلِ خوں گشتہ میں تابِ نگاہِ یار کی حسرت

ہلاکِ شیوہائے بیوفائی ہوں سمجھتا ہوں
نہ نکلی بوالہوس کی آرزوئے اغیار کی حسرت

بچھڑ اے ذوقِ دردِ جانکنی! خاموش رہنے دے
کھٹک جاتی ہے دل میں نالۂ نازار کی حسرت

وفا الدم کی فرصت اور پھر یہ کشمکش ہے ہے
خیالِ خواب سے ہے اور دیدۂ بیدار کی حسرت

پوچھتے کیا ہو دلِ بیسر و پا کی صورت
نہ گیا نام بھی ناموسِ وفا کی صورت

اک تمھاری گرہِ ناز سے ہے نظمِ وجود
ملگئے دونوں جہاں بندِ قبا کی صورت

نالۂ گر ریشہ دواں ہو تو ابھی چلتی ہے
ہر رگِ سنگ ا رگِ موجِ صبا کی صورت

کششِ جلوۂ ساقی کے تماشے دیکھو
بزم کھینچی ہے مے ہوش ربا کی صورت

ڈالدو دیدۂ امید میں تم وہ کفِ خاک
پھر نہ دیکھوں کبھی اندوہِ وفا کی صورت

عقدۂ آبلہ کوئے سے نہیں کھل سکتا!
خارِ صحرا ہے مجھے ناخنِ پا کی صورت

قتلِ عام اور نگاہِ غلط انداز! ستم!
پہلے پہچان تو مشتاقِ جفا کی صورت

اے خوشا دلکشیِ جادۂ سرمنزلِ دوست
قافلے ٹھٹے میں نقشِ کفِ پا کی صورت

قطع اسباب تمنا کے بھی کیا کہتے ہیں
تو زباں گم ہوئی تاثیرِ دعا کی صورت

تم نے محشر کو بھی اک کھیل بنا رکھا ہے
آئنہ خانۂ نیرنگ ادا کی صورت

اے **وفا** قافلے محنت کے ہیں پیچھے پیچھے
گھر سے ہم نکلے ہیں آوازِ درا کی صورت

## ردیف حائے مہملہ

اے خوشا حسنِ فروغِ طالعِ بیدارِ صبح
آپ کے آئینہ کا زنگار ہے زنگارِ صبح

ملگجی رنگِ خمارِ شب سے یہ آثارِ صبح
خندۂ صبحِ وطن ہے خندۂ بیمارِ صبح

نالے اٹھتے تھے دلِ شب میں کہ غفلت چھا گئی
رک گئی ہے چل کے نبضِ فرصتِ بیمارِ صبح

بختِ خفتہ کو ملی ہے لذتِ خوابِ گراں
جسطرح بیدارِ دل کو دولتِ بیدارِ صبح

ایک شب اکیا طرفہ شب مجموعۂ شبہائے قدر
صبح سے پہلے یہاں نکلی ہوئی تکرارِ صبح

عرصۂ محشر کی رونق اک تمہارے دم سے ہے
ہاں طلوعِ مہر سے ہے گرمیِ بازارِ صبح

خاک اوقفِ صیقلِ اندیشۂ حسنِ ازل
ذرہ ذرہ اجوہرِ آئینۂ دیدارِ صبح

گوشۂ مرقد ہے اپنا مطلعِ خورشیدِ حشر
میرے آغوشِ تصور مشرقِ انوارِ صبح

آپ کے جلوہ سے اونچا آپ کا عالی دماغ
آپ کے منظر کے نیچے دیدۂ بیدارِ صبح

تیرے ہوتے اک دھواں بزمِ چراغانِ نجوم
تیرے آتے شبنمستاں ہے تجلی زارِ صبح

زندگی اپنی فروغِ حسن کا تھا سلسلہ
موت نے تارِ نفس توڑا کہ توڑا تارِ صبح

اے ترا نقشِ قدم سرمایۂ لطفِ بہار
اے تری خاکِ قدم ہے غازۂ رخسارِ صبح

دن مجھے نکلا شبستانِ عدم میں اے **وفا**
رہنمائے مرگ تھے کیا نالہائے زارِ صبح

خموشیوں سے کھلی پرسشِ نہاں کیطرح
نگاہ بیچ میں پھرتی ہے ترجماں کیطرح

بدل گئے ترے انداز بھی زباں کیطرح
نہیں بھی منہ سے نکلتی ہے اب تو ہاں کیطرح

ادھر تو آؤ کہ پھر دل میں ہم تمھیں رکھ لیں
کہاں نکلکے چلے حسرتِ نہاں کیطرح

پسِ فنا نہ رہا امتیازِ پست و بلند
زمیں و باقی ہے اب ہم کو آسماں کیطرح

کہاں ہے شیوۂ تمکیں ذرا خبر لینا
حیا بھی چھپنے لگی غمزۂ نہاں کیطرح

ٹھہر ٹھہر ابھی اسے کاوشِ سرِ مژگاں
ذرا سی چھیڑ رہے جانِ نیم جاں کیطرح

یہ ایک تھوڑی سی ہے اُن کی شانِ بے پروائی
بدن سے کھینچتے ہیں روح کو سناں کیطرح

شکستِ رنگ سے چمکا ہے رنگِ شاہدِ عشق
بہار آئی ہے اس باغ میں خزاں کیطرح

وہ دلفریبیٔ التفات ہوں کہ سبھی مجھے
صلائے قتل بھی ہے مژدۂ اماں کیطرح

جو حسن صاف تو دل صاف اور آنکھ بھی صاف
تری بلا ہو مرے عشقِ بدگماں کیطرح

وہ دوستی میں خدا جانے کیا بلا ہو گا
جو دشمنی میں بھی پیش آئے مہرباں کیطرح

ستم تو یہ ہے کہ اب تک حجاب باقی ہے
اجل بھی آئی ہے چھپکر غمِ نہاں کیطرح

ہجومِ ضعف گلا گھونٹتا رہا لیکن
نکل گیا نفسِ واپسیں فغاں کیطرح

وفا وہ ذکرِ مصیبت کو کیا سمجھتا ہے
سنی شکایتِ دل جس نے مہرباں کیطرح

## ردیف خائے معجمہ

بزمِ نظارہ ہے پھر آج سراپا گستاخ
جلوہ بیباک نگہ شوخ تماشا گستاخ

تم ہو آغوشِ تصور میں کہاں کی تمکیں
شوق بدمست ہے اور دستِ تمنا گستاخ

ساتھ وحشت کے ہے رسوائی شوخی ہے ہے
گردشِ قیس سے ہے چشمکِ لیلا گستاخ

مژدہ ذوقِ نمک افشانیٔ شورِ محشر
دل ہے مشتاق لبِ زخمِ تمنا گستاخ

ناز بیجا سے بڑھی جاتی ہے شانِ ابرام
لو ہوا جاتا ہے عنوانِ تقاضا گستاخ

رنگ بن کر رخِ محفل پہ تم آجاتے تھے ہو
کیوں نہ ہو شیوۂ بزمِ گل و صہبا گستاخ

پردۂ دیدۂ مجنوں سے نہ اشارے کیا کیا
پردۂ محملِ لیلے ابھی ہے کتنا گستاخ

چھوڑ دو گوشۂ خلوت! کہ نظر آتا ہے
شیوۂ سادگیٔ حسنِ دل آرا گستاخ

کیوں نہ ٹپکے لبِ خاموش سے خونِ حسرت
کیوں ہے تم سے لبِ پیمانۂ صہبا گستاخ

شوخیٔ پردہ نشیں کی بھی خبر ہے تم کو
ہو چلی ہے نگہِ آہوئے صحرا گستاخ

بینیازی بھی تو پہلو میں لگی بیٹھی ہے
اے وفا شان کریمی سے نہ ہونا گستاخ

## ردیف دال مہملہ

دل جلانے کا وہ منصب نہ رہا میرے بعد
طور پر گرنے لگی برقِ فنا میرے بعد

کون پوچھیگا تری شرم کو اے پردہ نشیں
منہ دکھائیگی کسے تیری حیا میرے بعد

اسکی مژگاں کی خلش سے نہیں مرتا کوئی
کتنے کوتاہ ہوئے دستِ قضا میرے بعد

ملگئی خاک میں اے دستِ فلک مشق تری
ہوگئے ہیں ناوکِ بیداد خطا میرے بعد

ہے یہ بیقدر کہ بے مانگے ملا کرتا ہے
عذر ہا وہ ترے بوسے میں ہزار میرے بعد

تختۂ مشقِ ستم کون بنے گا مجھ سا
روئینگے تجھکو وفا اہلِ جفا میرے بعد

نازِ بیجا سے ہے سرمایۂ طاقت برباد
راحتِ یاس سے امید کی محنت برباد

عالم آباد ہے اور عالمِ ہمت برباد
چشمِ امید ہے پامالِ مروت برباد

ستمِ تنگیٔ فرصت سے ہے فرصت برباد
حالِ عصیاں ہے زبوں لذتِ طاعت برباد

لبِ خاموش نے کی صور کی محنت برباد
یاس کے پردہ میں ناموسِ قیامت برباد

دونوں عالم ہیں امانت کو لئے پھرتے تھے
دل سے پہلے تھی بنائے غمِ الفت برباد

وعدہ کیسا تھا تغافل کی جھلک ہے ظالم
کیا یہ کوشش ہے کہ ہو کوششِ ہمت برباد

بیدلی لوٹ چکی ایسی بہاریں لاکھوں
اک اشارہ میں ہے نیرنگِ حسرت برباد

زنگِ افسردگی ضبط! ہوا نالۂ دل
میرے ہاتھوں سے ہوئی ہے مری قیمت برباد

وہم نظارہ سے ہے آئنہ خانہ تاراج
پہلے حیرت سے ہوا دیدۂ حیرت برباد

لن ترانی نے شبستانِ ہوس پھونکدیا
وحدتِ سادہ سے رنگینیٔ کثرت برباد

اُن سے بھی ہم نے دمِ نزع دعائیں لیلیں
وہ بھی کہتے ہیں یہ کمبخت محبت برباد

میں کہے جاؤں ترا خانۂ راحت آباد
تو بھی کہدے کہ ترا گوشۂ محنت برباد

وقت آخر ہے **وفا** دور ہے ہشیاری کا
اب کوئی دم میں ہے میخانۂ غفلت برباد

## ردیف رائے مہملہ

کام آساں نظر آیا مجھے مشکل ہوکر
حاصلِ عمر ملا حسرتِ حاصل ہوکر

دو جہاں مجھکو ملے ہیں تپشِ دل ہوکر
اک نظر دیکھ تو لوں دیدۂ بسمل ہوکر

کس پر آتا ہے یہ الزام خدا خیر کرے
میں تمھیں بھول گیا غیر پہ مائل ہوکر

کون سی بات ہے آئینہ میں جو مجھمیں نہیں
بیٹھ تو جاؤ ذرا میرے مقابل ہوکر

وحشتِ بیکسیٔ شوق لیئے جاتی ہے
نقشِ پا آگے بڑھا دوریٔ منزل ہوکر

خواہشِ مرگ سرِ رشتۂ امید سہی
آخر الجھے نہ کہیں وہ گرہِ دل ہوکر

پردہ پوشی بھی مزے دیگئی اللہ اللہ
سامنے آئی اجل خندۂ قاتل ہوکر

نشۂ خوابِ عدم سرمۂ بیداری ہے
آنکھیں کھلجاتی ہیں اس پردہ میں غافل ہوکر

صفتِ محشر ہے مرا حلقۂ آغوش نہیں
کیا بچے جاتے ہو اغیار میں شامل ہوکر

دل میں رہکر بھی تمنا کی خبر رکھتے نہیں
قافلے سیکڑوں گذرے پسِ محمل ہوکر

میری نظروں میں ہے خورشیدِ قیامت کی نمود
برسوں پہلو میں رہا آبلۂ دل ہوکر

آنکھیں پھر اٹھنے لگیں شرم کا پردہ بنکر
لو وہ پھر آتے ہیں رنگِ رخِ محفل ہوکر

گلۂ تشنگیٔ شوق ہے اک طولِ امل
ملگئے خاک میں آخر لبِ ساحل ہوکر

تیرہ بختی سے ملا روزِ جزا کو حصہ
رہگیا ہے رخِ افسوس پہ اک تل ہوکر

صاف آتا ہے نظر تم ہو مٹانے والے
اہلِ دنیا کی طرف دستِ دعا کیوں اٹھیں
جلوہ اُن کا ہے کلیم اُن کے ہیں ایمن اُن کا
اثرِ غمزۂ شیریں دلِ خسرو میں سہی

کیا کیا پردۂ تقدیر نے حائل ہو کر
بھیک اغیار سے اک دوست کے سائل ہو کر
طور کیوں جلنے لگا بیچ میں حائل ہو کر
رہ گیا سینۂ فرہاد اگر سل ہو کر

اے **وفا** طالع ناشاد کو رشک آتا ہے
ہم رہے جاتے ہیں نقصان میں کامل ہو کر

ہر پردہ میں ہے جلوۂ پنہاں بہار پر
عہدِ وفا ہے خوئے تغافل شعار پر
دل کانپتا ہے ہستیٔ ناپائدار پر!
جیتا ہوں تیری کشمکشِ انتظار پر
اے بیکسیٔ شوق ذرا دل کو تھامنا
میں کیا مٹا کہ شیوۂ بیداد مٹ گیا
وہ کون تھا کہ زخم جگر کو لگا گیا
کیا قافلے لٹے ہیں ترے انتظار میں
میری وفا بھی آ گئی دامِ فریب میں
قسمت تو دیکھنا! حدِ محشر ہے پاسباں
کچھ مرگِ ناگہاں بھی تسلی فزا نہیں
دیکھیں ازل میں عشق کی عالی دماغیاں
کچھ ٹوٹی پڑتی ہے شبِ فرقت میں بیکسی
بستر ہے گرم کشمکش انتظار سے
ہر ذرہ صفات ہے آئینہ ذات کا

کھلتا ہوا ہے رنگِ تبسم شرار پر
دیتے ہو پھر کزک مجھے زہرِ خمار پر
شبنم نے گھر کیا ہے مگر نوکِ خار پر
مرتا ہوں تیرے وعدۂ بے اعتبار پر
پڑتا ہے ہاتھ حسرتِ آغوشِ یار پر
میرا بھی حق رہا ستمِ روزگار پر
ذوقِ نمک فشانیٔ گفتارِ یار پر
راہیں مٹی ہوئی ہیں ترے رہگذار پر
وعدے بھی ہو رہے ہیں مرے اعتبار پر
برقِ ستم چراغ ہے میرے مزار پر
پردہ سا پڑ گیا ہے رخِ انتظار پر
کھولی ہے آنکھ وعدۂ دیدارِ یار پر
رحمت برس رہی ہے دلِ سوگوار پر
ہمکو ہے ناز حسرتِ بوس و کنار پر
پڑتی ہے آنکھ دور سے آئینہ دار پر

وہ بزمِ عیش اور یہ افسردگیٔ دل
بیٹھی ہے گردِ دامنِ صبحِ بہار پر

وہ سر اٹھائے دیکھ رہا ہے قبولِ اخلاص
بیٹھا ہوں بابِ رحمتِ پروردگار پر

آئینہ رکھو طاق میں تم کچھ نہیں رہے
شوخی پھسل گئی نگہِ شرمسار پر

اے چرخ برقِ آبلہ پا کو سنبھال
تھک کر گری ہے نالۂ بے اختیار پر

پگھلا دیا ہے جلوۂ آہن گداز نے
آئینہ آ بنا ہے دلِ بے قرار پر

رنجِ گراں نشیں سے مجھے اک نیازِ خاص
دشمن کو ناز گردشِ لیل و نہار پر

اس رنگ میں ہوں ایک کہ اچھا ہوں لاکھ سے
ہے اعتماد طالعِ ناسازگار پر

افسردہ خاطری نے **وفا** کھو دیا مجھے
افسوس ہے طبیعتِ مضموں نگار پر

یہ خونِ عاشقِ ثابت قدم ہے تیری گردن پر
ہوئی تلوار کا جوہر پڑی جو چھینٹ دامن پر

نشاں جسکو چھپا لے وہ طلسمِ بے نشانی ہوں
قیامت ایک پردہ بن گئی ہے میرے مدفن پر

یہ تمکینِ حیا ہے جو تجھے بھی روک دیتی ہے
وہ شوخی تھی کہ جس نے ہاتھ ڈالا تیرے جوبن پر

نئے انداز سے شانِ ترقی جلوہ فرما ہے
مجھے برقِ فنا بھی اک نشیمن ہے نشیمن پر

تپاکِ حسنِ عالم سوز کا انجام کیا ہوگا
تجلی کچھ جھلکی پڑتی ہے آپ ہی آپ ایمن پر

اگر آمادۂ سطوت ہو تیری شانِ یکتائی
عجب کیا شیخ بھی توبہ کرے بتِ برہمن پر

حیا پھرتی ہے کونے جھانکتی پہلوئے مژگاں میں
نگاہِ شوخ نے ڈالا ہے پھندا چشمِ پرفن پر

دکھایا عالمِ کثرت میں بڑھ کر جلوۂ حیرت
تماشا ہے کہ پردہ اور اک چھوڑا ہے چلمن پر

**وفا** دنیا میں آتی ہی زمیں دیکھی فلک دیکھا
ہماری بیکسی نے آنکھ بھی کھولی تو دشمن پر

سیکھیں پردہ نشینوں نے یہ راہیں کیونکر
پار جاتی ہیں کلیجے سے نگاہیں کیونکر

غیر کو چاہنے بیٹھے تو خبر کس کو ہوئی
بیٹھے اب پوچھتے ہو ہم تمھیں چاہیں کیونکر

شوخیِ ناز کی چوٹوں کا اٹھانا کیا ہے
تیرے اندازِ نزاکت سے نباہیں کیونکر

دم نکل جائیگا اے پردہ نشیں گھٹ گھٹ کر
تیرے بیمار کراہیں تو کراہیں کیونکر

شوخ غماز و دغاباز تمھارے دشمن
پڑ گئی ہیں دل پہ یہ دزدیدہ نگاہیں کیونکر

سیدھی باتوں میں لگاوٹ کے یہ پہلو کیسے
اچھی صورت پہ برائی کی یہ راہیں کیونکر

اے وہ قیامت ستم روک لیا گیا اُس نے
نکلی ہیں سینے سے رکتی ہوئی آہیں کیونکر

ہائے وہ دل جو تڑپتا ہے دل آزاروں پر
ہائے وہ قطرۂ شبنم جو گرے خاروں پر

میں تو بیکس ہوں سہارا ہے گرانجانی کا
تو ہے سفاک بھروسہ تجھے تلواروں پر

اسکو جو فتنہ مٹائے گا قیامت ہوگا
بیکسی چار طرف نقش ہے دیواروں پر

کیا مزہ آئے جو پہچان کے بخشے رحمت
پردہ چھوڑا ہے ندامت نے گنہگاروں پر

نفسِ سرد نے کیا صاف جلایا دل کو
دیکھکر لوٹ گئی برق بھی انگاروں پر

تو نے اے طبعِ حزیں جان سے کھویا مجھکو
پرسشِ غم کا بھی الزام ہے غمخواروں پر

آپ بدنام ہوں حوصلہ فرسا ہو کر
مجھکو مٹنا ہے مگر نقشِ تمنا ہو کر

ہائے کم آئے ہوا ب گرمِ تماشا ہو کر
اٹھ گئے دونوں جہاں شرم کا پردا ہو کر

حسن کھنچتا ہے کبھی نازشِ بیجا ہو کر
ہاتھ بڑھتا ہے کہیں شوقِ زلیخا ہو کر

پردہ رکھا ہے ادھر دیدۂ موسیٰ ہو کر
اور ادھر پاؤں نکالے یدِ بیضا ہو کر

دو جہاں آئے ہیں اک تازہ تماشا ہو کر
دیکھ او وہم نگہِ دیدۂ عنقا ہو کر

عالم اک شیشۂ دل ہے سرِ نازک
تمکو چلنا ہے رگِ موجۂ صہبا ہو کر

مژدہ اے کشمکشِ جاں کہ نظر آتی ہے
قطعِ امید بھی مرنے کا سہارا ہو کر

خلشِ دل سے ہے رونیکا بھی رونا مجھکو
اشک آنکھوں میں ہے جیسے ریزۂ مینا ہو کر

تجلی وحدت کی تجلی میں گم ہے
رہ گئی صبحِ ازل پنبۂ مینا ہو کر

واہ کیا دامنِ تنزیہ میں چھپکر نکلے
بزمِ کثرت پہ کھلے جوہرِ یکتا ہوکر

بادہ بیرنگ ہے خمخانہ ہے بے نام و نشاں
جب چلے ٹوٹ گئے ساغر و مینا ہوکر

موت پھرتی ہے اسی بزم میں ساقی بنکر
روح کھنچتی ہے اسی دور میں صہبا ہوکر

اے جنوں ہم کو عدم میں بھی نظر آتا ہے
جلوۂ خواب رمِ آہوِ صحرا ہوکر

دیکھ اعجازِ محبت! کہ بتا دیتا ہے
دیدۂ قیس سوئے ناقۂ لیلا ہوکر

مژدہ اے بختِ سیہ اپنے سے گم ہوتا ہوں
بیکسی چھائی ہے گھر میں شبِ یلدا ہوکر

اپنا انجامِ مصیبت بھی ہے آغازِ بلا!
آج آئی ہے قیامت غمِ فردا ہوکر

عالمِ بیکسیِ عشق ہے وہ وحشت خیز
چھپ گیا مہرِ قیامت کہیں عنقا ہوکر

لاکھوں عالم تری نظروں سے گذر جاتے ہیں
تجھکو کیا چاہیئے خود بین و خود آرا ہوکر

کشتۂ پاسِ **وفا** ہم بھی ہیں تو وا رہنا
اے لبِ گور لبِ زخمِ تمنا ہوکر

چلے ہنگامۂ کثرت سے کیا دامن کشاں ہوکر
دو عالم پیچھے آتے ہیں غبارِ کارواں ہوکر

بھر آتا ہے دل اک قلزمِ خوں بیاں ہوکر
گھٹا جاتا ہے دمِ آخر کو صبحِ بے زباں ہوکر

چلا ہے شوقِ رنگیں خاک میں ریشہ دواں ہوکر
غبارِ حشر اٹھیگا بہارِ جاوداں ہوکر

مٹا جاتا ہے وقفِ گردشِ ہفت آسماں ہوکر
وہ دل جو رنگیا تھا نقطۂ پرکارِ جہاں ہوکر

شرف پایا ہے مدّاحِ رسولِ دو جہاں ہوکر
مرے عجزِ قلم نے سر اٹھایا آسماں ہوکر

تجلی ایمن دل میں رہی دل سے نہاں ہوکر
تماشا صورتِ مہتاب چہروں سے عیاں ہوکر

اگر آجائے اک جھونکا نسیمِ بے نیازی کا
نویدِ امن بھی آئے تو مرگِ ناگہاں ہوکر

خدایا تیری رنگ آمیزیِ قدرت کے صدقے میں
کھلے عنوانِ دل الہامِ خاموشِ بیاں ہوکر

ابھی شوخی نے ذکرِ عہد چھیڑا شرم نے روکا
رگِ امید میں پھر رہ گیا نشتر رواں ہوکر

وہی تم ہو کہ رہتے ہو مرے دل میں قلق بنکر
وہی تم ہو کہ آتے ہو رگِ مستی میں جاں ہوکر

بلاکِ جلوۂ بیرنگ ہوں رنگِ نظر کیسا
اگر تم آؤ کبھی تو آؤ آنکھوں سے نہاں ہو کر

زمانہ دیکھ لیگا بختِ غنچہ کی پریشانی
قیامت آئی ہے آئینۂ خوابِ گراں ہو کر

یہ مظلومی پھرا دیس پر شیوۂ دیوانگی ہے یہ
زمیں کو پیٹتا ہوں دادخواہِ آسماں ہو کر

مبارک ہو بہارِ زندگی کو جلوہ آرائی
جما نقشِ شگفتِ رنگ عمرِ جاوداں ہو کر

خوشا جوشِ تجمل اے خوشا طوفانِ عنائی
ظاہر زخمِ تازہ دل کو چشمِ خونفشاں ہو کر

تہِ لب موجزن ہیں سیکڑوں دریائے مجبوری
خموشی کہہ رہی ہے جنبشِ نبضِ بیاں ہو کر

جوابِ شکوۂ قطعِ تعلق پوچھتے کیا ہو
تمھیں انصاف سے کہدو کہوں کیا بدزباں ہو کر

تکلف برطرف احسن گماں پر داغ آتا ہے
ہمارے کیوں نہیں ہوتے عدو بدگماں ہو کر

ستم اے ساز کیسا ہے تمنا لٹ گیا آخر
دلِ بیدست و پا نذرِ فریبِ امتحاں ہو کر

غضب اے گریہ ہائے بیحا بجھ گیا آخر
چراغِ خانۂ امید چشمِ خونفشاں ہو کر

تمھیں کہدو کہ مشقِ صیقلِ ناز و ادا کب تک
اڑیگی گرمیِ خوں جوہرِ تیغِ رواں ہو کر

جو تم دل میں ہو پھر کونین سے باہر ہو وہ خلوت
وہاں ناموسِ وحدت پھر رہی ہے پاسباں ہو کر

تمھاری شانِ ستاری ہو پردہ بینوائی کا
رہے چاکِ گریبانِ کفن پیوندِ جاں ہو کر

ہماری آبِ رگِ گل میں درد ہے راحت کہاں ہم کو
کہ ہم بیت الحزن سے نکلے ہیں روحِ فغاں ہو کر

ہزاتِ راہِ معنی آفریں ہر غالب و مومن
مٹا جاتا ہوں میں بھی نقشِ پائے رہرواں ہو کر

وہ قیدی ہوں وفا دادِ وحشت مجھکو دیتا ہے
نفس آذرفشاں ہو کر قلم آتش زباں ہو کر

## ردیف زائے معجمہ

سیئے پھرتی ہے مجھے وہ کششِ ناز ہنوز
سب مری خانہ خرابی کے ہیں انداز ہنوز

کام میں ہے اثرِ گردشِ قسمت اب تک
گھات میں ہے فلکِ تفرقہ پرداز ہنوز

نگہِ یار اڑاتی ہے جو نشانے کیا کیا
مدعی سکتے ہیں اس کو غلط انداز ہنوز

مٹ گئی گرمیِ فریاد کی شدت! لیکن
رہ گئے محفلِ عشاق میں چرچے کیا کیا!

دل سے آجاتی ہے اک درد کی آواز ہنوز
آنکھ سے نکلی نہیں وہ نگہِ ناز ہنوز

دل ہی اب مٹنے لگا دیکھ نہ کہنا ظالم
نہ ہوئی آئینۂ شوق کی پرواز ہنوز

برسوں گذرے ہیں کہ صیاد نے چھوڑا ہے مجھے
لیکن آئی نہیں وہ طاقتِ پرواز ہنوز

اے **وفا** ترکِ وطن سے کوئی راحت نہ ملی
وہ جو اک درد تھا دل میں تو ہے دمساز ہنوز

## ردیف سین مہملہ

کیا گذر کیجئے صیادِ دلِ آزار کے پاس
برگِ گل پھینکتا ہے مرغِ گرفتار کے پاس

تیرے بیمار کی بالیں پہ کھڑی ہے حسرت
موت بیٹھی نظر آتی ہے وہ غمخوار کے پاس

بار بار آکے وہ ٹھیراتے ہیں سودا دل کا
گھر اُنھوں نے جو بنایا ہے تو بازار کے پاس

شاخِ گل دیکھ کے سامانِ خلش یاد آیا
رکھدیا پارۂ دل کو سرِ ہر خار کے پاس

تیرے دروازہ پہ فتنوں نے لیا دم آکر
تھک کے بیٹھی ہے قیامت تری دیوار کے پاس

زاہدا رحمتِ باری بھی برنگِ توبہ
آگئی ٹوٹ کے رندانِ قدح خوار کے پاس

میری خواری ہی قیامت میں مرے کام آئی
کوئی آیا نہ **وفا** مجھ سے گنہگار کے پاس

## ردیف کاف عربی

رہینگے صورتِ شیون زا مرے کام و زباں کبتک
فغانِ الحذر کب تک صدائے الاماں کبتک

یہ شوقِ سادگیہائے تمنائے نہاں کبتک
لکھیگا خامۂ حسرت بھی آرام جاں کبتک

رہوں منت کشِ غمخواریِ ہفت آسماں کبتک
سر پامال اپنا اور یہ بارِ گراں کبتک

دلِ افسردہ اور سرگرمیِ آہ و فغاں کبتک
اٹھیگا آتشِ خاموش سے آخر دھواں کبتک

تمھارا وعدۂ صد رنگ بے داستاں کبتک
بتاؤگے نشاں اور پھر ہوگے بےنشاں کبتک

نصیبِ دوستاں یہ عشق مرگ ناگہاں کبتک
چلیگی ہاتھ سے پہلے تری تیغِ رواں کبتک

کہاں کی خودنمائی رحم کر اے شانِ یکتائی
بکھریگا رنگ تازہ جلوۂ حسنِ بتاں کبتک

تغافل پر تلوّن کا اثر کیونکر نہیں پڑتا
دلِ ناکام وقفِ آرزوہائے نہاں کبتک

کہاں کی وضع حسن و عشق لو آرام سے بیٹھو
مجھے پاسِ وفا اور تم کو فکرِ امتحاں کبتک

ستم اے مرگ بے پروانہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں
پھریگی سامنے آنکھوں کے یہ تصویرِ جاں کبتک

پتہ چلتا ہے خونِ آرزو کا تا سرِ محشر!
خموشی سے ٹپکتا جائیگا رنگِ بیاں کبتک

دو عالم کیلئے غش بنگیا ہے صدمۂ محشر
کھلیگا آپ کا یہ طرۂ عنبر فشاں کبتک

ازل سے تا ابد ہونا تھا جو کچھ ہو چکا ہے ہے
ٹلیگا بیکسی کا منہ یہ صبرِ بے زباں کبتک

ہماری سادگی عشق کی پرکاریاں دیکھو
رہوگے اپنے حسنِ بدگماں سے بدگماں کبتک

ابھی اے صورتِ درماندگی تجھکو بھی مٹنا ہے
رخِ افسوس پر رنگِ غبارِ کارواں کبتک

ہوئی فرصت تو مرگِ ناگہاں سے ہم بھی پوچھینگے
ملیگی خاک میں امیدِ بخشِ جاوداں کبتک

بچھوٹیگی نگاہِ شرمگیں سے وضعِ خودداری
تکلف برطرف ہاں برطرف کیجئے تو ہاں کبتک

خبر کس کو کہ حسنِ پارسا پہ حرف آتا ہے
لڑیگی شوق رسوا سے نگاہِ پاسباں کبتک

حریفِ کوششِ بیجا دلِ آزردہ کیا ہوگا
رگِ امید میں وہمِ وفا رشتہ دواں کبتک

**وفاؔ** دل بھر گیا اندیشہائے روز افزوں سے
زمیں سے آسماں اور آسماں سے لامکاں کبتک

## ردیف لام

ادھر دیکھ جوشِ شباب اول اول
اٹھی موجِ طرفِ نقاب اول اول

ابد ایک پردہ ہے بے پردگی کا
نظر آئے ہو بے حجاب اول اول

حیا آگئی بیچ میں آخر آخر
نگاہوں سے ٹپکا عتاب اول اول

قیامت سے کے خاکے اڑا لیگیا ہے
مرا شوقِ خانہ خراب اول اول

ازل سے عیبت کا ہے صاد مجھپر — ہوا تھا یہی انتخاب اول اول
بتاتی ہیں ساقی کی دلکش ادائیں — کھنچی روح بنکر شراب اول اول
اِدھر ہے تقاضائے تکرار جلوہ — اُدھر دیکھیے وہ جواب اول اول

وفا طالعِ خفتہ سے لڑگئی ہے
کوئی چشمِ بدمست خواب اول اول

اور ہو سکتی نہیں اسکے سوا تعبیر دل — دل تری تصویر ہے اور تو ہے اک تصویر دل
صبح ہوتے مرگیا میں صدمۂ فریاد سے — رہنمائے مرگ نکلا نالۂ شبگیر دل
کیا رکھوں ای چرخ مرگِ ناگہاں کیواسطے — تخمِ گریباں گیرِ جاں ہے درد دامنگیرِ دل
کیوں اسیرِ دامِ غم ہے کچھ تجھے بھی یاد ہے — تو کبھی کرتا تھا ای صیادِ دل تسخیرِ دل
یا ہے چشمِ یاس ہر ہر حلقہ تیری زلف کا — یا اسی فتراک میں تھے سیکڑوں نخچیرِ دل
یاس نے توڑا طلسمِ پیچ و تابِ آرزو — مژدہ آزادی کو ٹوٹے حلقۂ زنجیرِ دل

چھوڑ اربابِ ہوس کو اور اہلِ دل سے مل
گر بنایا چاہتا ہے اے وفا اکسیرِ دل

## ردیف میم

کیونکر نہ بد دماغ ہوں مشکِ ختن سے ہم — ٹوٹے ہوئے ہیں زلفِ شکن در شکن سے ہم
ہیں سادہ دل کھٹکے نہیں راہزن سے ہم — چلتے ہیں ملکر اوس نگہِ سحر فن سے ہم
غربت نے صورت اپنی کچھ ایسی بگاڑ دی — منہ کو چھپائے لیتے ہیں یادِ وطن سے ہم
جو تھا نصیبِ شمع سے باقی رہا ہوا — وہ داغ لیکر آئے تری انجمن سے ہم
واحسرتا کہ سوتے ہیں پہلوئے گور میں — یا ہم بغل تھے ایک بتِ گلبدن سے ہم
گوشہ تھا اپنے رخ پہ کسی کی نقاب کا — یا منہ چھپائے لیتے ہیں تہِ کفن سے ہم
ماتم ہے گھر میں اور نہیں اُٹھتے ہائے ہائے — یا چونکتے تھے نغمۂ مرغِ چمن سے ہم

ہو ورد آب و گل میں تو راحت کہیں نہیں | فریاد بنکے نکلے ہیں بیت الحزن سے ہم
خواب عدم میں حشر کا کھٹکا لگا رہا | غافل ہوئے نہ فتنۂ چرخ کہن سے ہم

کس طرز خاص سے ہیں **وفا** ہم غزل سرا
ہاں داد چاہتے ہیں کچھ اہل سخن سے ہم

اب چھوٹتے ہیں قید غم زندگی سے ہم | فرصت کو ہو نوید کہ جاتے ہیں جی سے ہم
وہ التفات خاص ہے اور یہ فریب عام | روتے ہیں دشمنی کو تری دوستی سے ہم
جیتے بھی ہیں تو جیتے ہیں مرنے کی آس پر | مرتے بھی ہیں تو مرتے ہیں کس بیکسی سے ہم
پھر جنت امید ہے اور باغبان شوق | پھر رنگ اڑا رہے ہیں تری سادگی سے ہم
رسوائیوں کو مژدہ ہو کھل کھیلتے ہیں پھر | اک جلوۂ شباب کی بے پردگی سے ہم
وحشت نصیب شوق ہو کچھ ڈھونڈتے ہیں پھر | اک شیوۂ نگاہ کی بیگانگی سے ہم
بیکار ہے صراحی و مینا کہ لائے ہیں | جوئے شراب میکدۂ بیخودی سے ہم
آگے ملیگا صبح قیامت کا قافلہ | باقی ہے رات اور چلے ہیں ابھی سے ہم

پاس وفا ہی ہے تو مٹ جائیں اے **وفا**
جو دل میں بات ہے نہ کہینگے کسی سے ہم

نکلو پردہ سے تمھیں جلوۂ پنہاں کی قسم | ہم نہ دیکھینگے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم
اک ذرا چھیڑ کے خونابہ فشانی دیکھو | تم کو نشتر کی قسم تم کو رگ جاں کی قسم
فتنۂ حشر بھی اک پردۂ مدفن بنجائے | بیکسی دیکھ تجھے گور غریباں کی قسم
سعی جلوہ ہے صیقل رخ رنگیں کیلئے | گل خورشید و بہار [illegible] نشاں کی قسم
واہ نیرنگ جنوں خوب ملایا پیوند | ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر چاک گریباں کی قسم
یوں اڑے رنگ کہ چہرہ پہ نہ کھلنے پائے | جانکنی تجھکو ہمارے غم پنہاں کی قسم
شوق آرام طلب گھر سے لئے جاتا ہے | گھر بیاباں میں بنایا ہے بیاباں کی قسم

ٹپکے خورشیدِ قیامت میں لگا دے وصبہ
تیرہ بختی تجھے میری شبِ ہجراں کی قسم

کس کے ناخن؟ گرہِ بندِ قبا کی سوگند
ہاتھ ہی ٹوٹ گئے گوشۂ داماں کی قسم

ہاں خموشی سے ٹپکتا رہے خونِ تحریر
لبِ خاموش تجھے پرسشِ پنہاں کی قسم

نگہِ شوق ہے ظالم پہ پرِ وا نہ کہاں
آنکھیں جلتی ہیں تری بزمِ چراغاں کی قسم

ایک اک قطرۂ خوں اون کو بتانا ہوگا
دیکھئے ذوقِ جگر کاوئی مژگاں کی قسم

شہدِ جنت بھی ہے تہ جرعۂ زہراب مجھے
میں نے کھائی ہے **وفا** تلخیٔ حرماں کی قسم

خلد کو تازہ کرینگے گریۂ پیہم سے ہم
کام فوّاروں کا لینگے دیدۂ پرنم سے ہم

قرۃ العینِ ازل کی آرزو میں روئینگے
لائیں گے اک جوئے شیریں کوثر و زمزم سے ہم

وقت دنیکا ہے تھوڑی سی رات سرِ آفتاب
سیکھتے ہیں گریۂ بیچارگی شبنم سے ہم

امت احمدؐ ہیں احمدؐ مقتدائے انبیاء
منتسب ہیں افتخارِ دودۂ آدم سے ہم

مایۂ نازش ہمارا رحمت اللعالمین
کہتی ہے چشمِ کرم ممتاز ہیں عالم سے ہم

سبزۂ جنت ہیں لیکن پائمالِ انتظار
ایک دن اٹھینگے تیری وجہِ مقدم سے ہم

ہوگئی فرصت تو دم لینگے دو عالم سے ادھر
روح نالہ بنکے نکلے محشرِ ماتم سے ہم

لگیا خسرو سے تمغۂ دورباشِ دہر کا
دیدۂ لبریزِ حسرت لائے جامِ جم سے ہم

ابر و بیکسی دادِ جگر کاوی یہ ہے
اشکِ حسرت بنکے ٹپکے دیدۂ عالم سے ہم

ہائے جیبِ آرزو اور تازہ گلہائے نشاط
کچھ نہیں سمجھے کہ الجھے خارخارِ غم سے ہم

کاش صبحِ حشر یہ جھگڑے مٹا جائے **وفا**
ہم سے شامِ غم ہے رسوا اور شامِ غم سے ہم

## ردیف نون

اداگرم تقاضہ ہے کہ مرگِ ناگہاں میں ہوں
نگاہ بیجا باکھتی ہے تیغِ رواں میں ہوں

جو مٹکر رنگ لاتی ہے وہ تصویر بیاں میں ہوں
جو کٹکر تیز ہو جاتی ہے وہ نوکِ زباں میں ہوں

طلسمِ بیدلی اے تبسمہائے پنہانی
شہیدِ انتظارِ جلوہ ہائے بینشاں میں ہوں

ستم کیسا تھا یہ ہنگامۂ عذرِ ستم کیسا
وہ عالم سے اِدھر آجاؤ وقفِ امتحاں میں ہوں

لبِ وابستہ اپنا زخمۂ تارِ عدم نکلا
خموشی کہتی ہے تمہیدِ صبرِ بے نیاں میں ہوں

مبارک ہو تجھیں سرجوشِ نازِ عالم آرائی
چلو دردی کشِ میخانۂ رازِ نہاں میں ہوں

مرا سرمایۂ ہستی ہجومِ داغِ حرماں ہے
جو بجھکر جل اٹھا ہے وہ چراغِ خانماں میں ہوں

ہزاروں وادیٔ ایمن ہیں جولانگاہِ بیتابی
اُسی برقِ نگاہِ آتشیں سے ہمعناں میں ہوں

الٰہی عرصۂ محشر کو دے تو اور کچھ وسعت
قیامت کہہ رہی ہے قالبِ روحِ فغاں میں ہوں

ہجومِ نالہ آگے ہے دردِ جگر پیچھے
اٹھا کمبخت یہ کہکر غبارِ کارواں میں ہوں

رگ و پے میں ازل سے بھر دیا ہے زہرِ ناکامی
اجل کہتی ہے نذرِ تلخیٔ کام و زباں میں ہوں

سبک ہوکر گرا ہوں خاک پر اے وائے مجبوری
جو اٹھ سکتا نہیں وہ بارِ دوشِ آسماں میں ہوں

تکلف برطرف اب مٹ گیا شکوہ تغافل کا
ہلاکِ التفاتِ غمزہ ہائے جانستاں میں ہوں

دل میں پھر نالہ و اثر ونہ اتر جاتے ہیں
کیا لہو بنکے رگ و پے میں اتر جاتے ہیں

جاؤ بیرنگیٔ وحدت کے تماشے دیکھو
اٹھ گئی بزمِ خریدار بہ نظر جاتے ہیں

شوخیٔ جلوۂ اندازِ تکلم یہ ہے
حرف جو آتے ہیں لب پر وہ اُبھر جاتے ہیں

خوبیٔ شیوۂ اعجازِ تبسم یہ ہے
نقشِ امید میں اک رنگ وہ بھر جاتے ہیں

دیکھنا حشر میں ہنگامۂ آب و آتش
تیرے دلسوختہ با دیدۂ تر جاتے ہیں

لاکھوں طوفاں دلِ مضطر میں اٹھا کرتے ہیں
سیکڑوں قافلے آتے ہیں گذر جاتے ہیں

دونوں عالم متحرک ہیں بہ رنگِ پرکار
نقطۂ ناز پہ چلتے ہیں جدھر جاتے ہیں

خلوتِ ناز ہے اور ناز خود آرا ہے
لاکھوں عالم تری نظروں سے گذر جاتے ہیں

طرفہ ہنگامہ ہے بربادیٔ پہلوئے نشاط
پھول چننے کیلئے وقتِ سحر جاتے ہیں

مرے اشعار ہیں خاکستر کے ذرّے — جس قدر مٹتے ہیں کمبخت نکھر جاتے ہیں

اے وفاؔ راہ وہی راہ ہے منزل ہے وہی
جس طرف جادہ شناسانِ ہنر جاتے ہیں

شنیدگی کون یاں رکھتا ہے کیا کیا آپ کہتے ہیں — لبِ خاموش کے پردہ میں ہم فریاد کرتے ہیں
تمہارے وعدہا [illegible] ہزار نیرنگ بھرتے ہیں — کہ نقشِ آرزو جو بھی صفحۂ دل پر اُبھرتے ہیں
تمہارے التفاتِ عام سے عالم سنورتے ہیں — چلو محرومیِ قسمت پہ ہم بھی ناز کرتے ہیں
شکستِ رنگ وقتِ نزع تم بھی دیکھتے جاؤ — مری بربادیِ امید کے نقشے اُترتے ہیں
خبر کیا ہے تمہیں بیٹھے ہو تم تو پردہ دل میں — ہزاروں قافلے آکر پسِ محمل گزرتے ہیں
جگر کیا زہرہ کیا دل کیا فقط کہنے کی باتیں ہیں — لہو کے چند قطرے ہیں کہ آنکھوں سے اترتے ہیں
نصیبِ دوستاں زیرِ کفن جلنا قیامت تک — لو یہ داغِ صبر زندگی اب ہم بھی مرتے ہیں
کوئی نازاں ہے اپنے شیوہ ہائے بے نیازی پر — تکلف برطرف ہم بھی کسی پر ناز کرتے ہیں
خدایا تیز کر دے چاشنیِ تلخیِ حرماں — کہ زہرابِ اجل ہم ساغرِ غفلت میں بھرتے ہیں
تمہارے دردمندوں کا تمہیں پر بس نہیں چلتا — الٹ دیتے ہیں محشر کو جو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں
بغل کھولے ہوئے ہیں دو جہاں اے دامنِ [illegible] — ٹھہرتے ہیں تو آغوشِ تمنا میں ٹھہرتے ہیں
نوآموزِ وفا ہوں تو گرفتارِ تماشا ہوں — مجھے یہ دیکھنا ہے لیکے دل کیونکر مکرتے ہیں
بہا بر نازِ تختہ تختہ ہے امیں سے کنعاں تک — تمہارے شیوہ ہائے لاابالی گل کترتے ہیں
زلیخا وضع کیں اپنے گھر والوں نے رکھتے ہیں — تو شرما ایجاد نگہیں وہ حیا سے پردہ کرتے ہیں

وفاؔ گمنام ہو کر خاک کے پردہ سے چمکوں گا
مرے اشعار جتنے مٹتے ہیں اتنے نکھرتے ہیں

نظر میں کیا شرفِ آلِ بوتراب نہیں ؟ — وہ ذرّہ ہوں جسے پروائے آفتاب نہیں
خیال اب کسی پہلو سے کامیاب نہیں — مجھے اجل سے بھی امیدِ انقلاب نہیں

کسی سے اٹھ نہ سکے اب وہ پردہ چھوڑا ہی — حجاب ناز تو دیکھو ذرا حجاب نہیں
خموش بیٹھ رہی محفل وجود و عدم — کوئی حریف سیہ مستیٔ عتاب نہیں
دعائیں جینے کی دیتے ہیں کس محبت سے — سمجھ لیا ہے کہ مرنے کی اسمیں تاب نہیں
ادائے حسن ادا ہاں کلیم سے پوچھو — جواب وہ ہے کہ جسکا کوئی جواب نہیں
ہمارے شوق زبوں حال کے بیاں لاکھوں — تمھاری شوخیٔ بیجا کا کچھ حساب نہیں
کسیکی سادگیٔ وضع حسن کہتی ہے — دماغ صیقل آئینۂ شباب نہیں
ابھی سے فتنۂ محشر کو کیوں جگاتے ہو — بگاڑ دینے کو کیا چشم نیمخواب نہیں
عدم میں درد کا پہلو کوئی نہیں نکلا — مجھے وہ راحت آغوش اضطراب نہیں
وہ رنگ دیکھ کھلا اور نظر نہیں آتا — وہ جلوہ ڈھونڈھ چھپا اور تہ نقاب نہیں
یہاں بھی شور جگر خوں کن قیامت ہے — وہاں ادائے خموشی کا گر جواب نہیں
شگفتہ ہو گئے گلہائے غمزۂ پنہاں — بہشت ناز کا پردہ ہے جوش خواب نہیں
فریب وعدۂ فردا نے آج کام کیا — وہ جان بنکے چلے مجھکو اضطراب نہیں
کھلا ہے سرمہ کی صیقل سے موت کا جوہر — نگاہ کیا دم تیغ سیاہ تاب نہیں
غضب یہ ہے کہ محبت میں کام ہوتا ہے — ستم یہ ہے کہ انھیں مجھسے اجتناب نہیں
کھلی ہوئی بھی ہے طرز حیا تو چلمن تک — چھپی ہوئی تری بدمستیٔ شباب نہیں
بنا دیا تجھے نیرنگ عشرت دنیا — فنا کے ہاتھ میں کیا ساغر حباب نہیں
عزیز رکھتی ہے کیوں وہ نگاہ ظلم پسند — جو میں شکستہ ورقہائے انتخاب نہیں
بہشت وصل ہے اور باغبانی ہوسکیں — کہاں ہے لطف کہ گلچین اضطراب نہیں
وہ تشنہ شوق جہنم کو بھی نچوڑ لیا — مرے نصیب سے اسمیں بھی قطرۂ آب نہیں

وفا تباہیٔ دنیا فلاح عقبیٰ ہے
خراب ہے مری حالت مگر خراب نہیں

حشر کی آس پہ مرنے کا مزا لیتے ہیں
دل میں نقش بت عیار بٹھا لیتے ہیں
دیکھا اے ذوق مصیبت وہ خریدار ہیں ہم
حشر اٹھتا ہے جو امید کا ساماں بنکر
خوب فرصت ہے کہ اے شور قیامت تجھکو
تجھسے محرومی قسمت کی شکایت نہ رہی
وعدۂ مرگ کو ہم آپ کا وعدہ سمجھے
گر یہی فرط نزاکت ہے تو ہم بھی دیکھیں
کچھ نئی چال سے چلتے ہیں اشارے اُنکے
اس بگڑنے میں بھی اک شان ہے بنجانیکی

ملک الموت سے ہم آب بقا لیتے ہیں
ایک ہی سیکڑوں معشوق بنا لیتے ہیں
دو جہاں دیتے ہیں اندوہ وفا لیتے ہیں
پہلو پاس میں ہم اُسکو بٹھا لیتے ہیں
لب خاموش کے پردہ میں چھپا لیتے ہیں
اب یہ ہے وقت کہ دشمن کی دعا لیتے ہیں
ہم بھی کیا پہلوِ امید بچا لیتے ہیں
کسطرح ظلم سے وہ ہاتھ اٹھا لیتے ہیں
ناز کیا شرم کو بھی ساتھ لگا لیتے ہیں
صورت حرف غلط تجھکو اٹھا لیتے ہیں

اے وفا روئے محمد سے ہے فیضان ظہور
اونکو آئینۂ ایجاد دکھا لیتے ہیں

باغ میں غنچۂ حسینوں کی ادا باندھتے ہیں
کیوں نہ ناخن سے جگر نوچئے اپنا کہ رقیب
پیچھے فتنہ کے ہے اک فتنہ کہ یہ پردہ نشین
لب تک آتے ہوئے سو بار سخن ٹوٹا ہے
جب کہا میری امیدوں کو طلسم خوناب
نیستی میں بھی رہی ایک نمود ہستی
آرزوہائے شکستہ کی درستی کیجے!
تم ہو آنکھوں میں کوئی خواب تجھیں کہتے ہیں

اسطرح وہ گرہ بند قبا باندھتے ہیں
پنجۂ دست نگاریں پہ حنا باندھتے ہیں
آنکھ سے گوشۂ دامان حیا باندھتے ہیں
کس نزاکت سے وہ پیمان وفا باندھتے ہیں
بول اٹھی یاس کہ دیکھو مجھے کیا باندھتے ہیں
مٹ گیا جو اُسے نقش کف پا باندھتے ہیں
پھر نئے سر سے وہ پیمان وفا باندھتے ہیں
تم ہو دل میں کوئی ارماں تمھیں کیا باندھتے ہیں

اے وفا موت کب آتی ہے کہاں آتی ہے

## نفسِ سرد سے ہم ایک ہوا باندھتے ہیں

محشر سمائے خاک ہماری نگاہ میں
وہ بھی ہے ایک نقشِ قدم تیری راہ میں

دنبالہ دار سرمہ ہے چشمِ سیاہ میں
یا پر لگے ہوئے ہیں کسی کی نگاہ میں

صبحِ بہار فرش تری بزمِ ناز کا
رنگِ چمن ہے گرد تری جلوہ گاہ میں

آئی ہزار بار دلِ ہر نفس کے ساتھ
الجھا کبھی نہ صیدِ اثر دامِ آہ میں

یہ ڈر رہا ہوں سطوتِ قہر و عتاب سے
محسوب ہو نہ شرمِ گنہ بھی گناہ میں

کیوں خاک میں ہے بادِ بہاری اُڑی ہوئی
پامال ہو گیا ہے چمن کس کی راہ میں

خدامِ حشر تابِ اقامت نہ لا سکے
گرمی غضب کی تھی سخنِ داد خواہ میں

سجدے کیے ہیں بابِ رسالت مآب پر
اک نور ہے جو ناصیۂ مہر و ماہ میں

ہم جانتے ہیں دیدۂ گریاں کا جمع و خرچ
دریا کا جزر و مد ہے ہماری نگاہ میں

ظلمت اشبِ فراق کے حصہ میں آگئی
جو کچھ بچی وہ چھپ گئی بختِ سیاہ میں

---

نہ ہوگا کوئی بھی حرفِ غلط مجھ سا زمانے میں
کہ ہیں سات آسماں سرگرم اک میرے مٹانے میں

وہ دل میں اور دلکو ناامیدی تنگ کرتی ہو
مجھے ڈر ہے نہ گھبرا جائے یوسف قید خانے میں

کفِ خس دیکھکر کیوں لوٹتی ہے برق کانٹوں پر
صبا کیا آتشِ گل رکھ گئی ہے آشیانے میں

نہ ہو جائے نظر واں ایک تو اور لاکھ آنکھیں ہیں
بہت رہنا ترا اچھا نہیں آئینہ خانے میں

حجابِ اندازِ حیا رسوا کرے پھر کیا کرے کوئی
نگہ آنکھوں میں ہے اور چرچے ہو رہے ہیں زمانے میں

تہِ دل سے یہ کی ریشہ دوانی جذبِ بلبل نے
کہ ہر تنکا رگِ گل بن گیا ہے آشیانے میں

مرے آنسو ہوئے ہیں شعلۂ غم کے لیے روغن
یہاں کچھ دخل پانی کو نہیں آنسو بہانے میں

کوئی نازک ادا دل میں ہو اور دل آبگینہ ہے
نہ ہو اے جان گئی سرگرم الفت آزمانے میں

اُڑا جاتا ہے ہر جوہر شرارِ سنگ کی صورت
لگائی آگ کس کے جلوہ نے آئینہ خانے میں

عدم معمورِ حسرت ہے ٹھکانہ کس طرح ہوگا
مجھے اک سخت مشکل پڑ گئی دنیا سے جانے میں

کیا ہے تر یہاں تک موجِ آبِ رنگِ گلشن نے
نہ آئی برق کے گرنے سے گرمی آشیانے میں

غمِ مرگِ عدو پہ خاک ڈالا او ضبطِ گریہ کر!
کہ اپنا خون ہوتا ہے ترے آنسو بہانے میں

خدایا حسنِ وحشت دوست کوئی دشمنِ جاں تھا
کبھی ہے چاہ میں یوسف کبھی ہے قید خانے میں

مرا جینا ہے تیرے سبزۂ رخسار پہ مرنا
حلاوت آبحیواں کی ملی ہے زہر کھانے میں

نقاہت میں سخن کہنا ہے جوئے شیر کا لانا
کہ زہرہ آب ہو جاتا ہے تک بات آنے میں

مجھے سنتے ہی آیا نشۂ خوابِ عدم کیسا
وفا کیا زہر کی تاثیر تھی تیرے فسانے میں

سب کچھ ملے خدا سے اگر التجا کروں
تیرا علاج کیا دلِ بیمدعا کروں

ابرو کے آگے چشم کو کیونکر برا کہوں
کیوں آشنا سے میں گلۂ آشنا کروں

لو دل ہی اب کشاکشِ ناخن میں ہٹ گیا
عقدہ کہاں سے لاؤں کہ پھر اسکو وا کروں

کیوں آتے جاتے بزم سے مجھکو اُٹھاتے ہو
فتنہ تو میں نہیں ہوں کہ ہر دم اُٹھا کروں

بس کرتی ہیں مجھے وہ نگاہیں پھری ہوئیں
اے گردشِ نصیب تجھے لیکے کیا کروں

جب حسرتِ گناہ کی کچھ انتہا نہ ہو
یارب فقط حسابِ گنہ کیا ادا کروں

تو اور بزمِ عیش میں ہم پہلوئے رقیب
میں اور سر بزانوئے حسرت رہا کروں

مانا کہ غیر آ نہیں سکتا شبِ وصال
آئی حیا جب آنکھ میں اُسکی تو کیا کروں

اُس شعلہ خو سے آرزوئے وصل کیا کہوں
کیا برق سے میں تشنہ لبی کا گلا کروں

زخمِ جگر بس ایک نمکداں پہ صبر کر!
اتنا ہی اسکا حقِ نمک میں ادا کروں

ہاں پھر مری خموشیٔ لب کا علاج کیا
محشر میں یادگر نگہِ سرمہ سا کروں

دل سے چھڑاؤں ناوکِ مژگاں کو کسطرح
ناخن سے کیسے گوشت کو کیونکر جدا کروں

سایہ الگ ہو آنکھیں دکھاتے ہیں نقشِ پا
اے بیکسی بتا کہ کسے رہنما کروں

کچھ نسبت اسکو گردشِ چشمِ بتاں سے ہے

## کیا آسماں کے حق میں وفا بد دعا کروں

مانا کہ حشر میں میری پرسش ذرا نہیں
کیا میرے پاس یہ دلِ بے مدعا نہیں

آتے ہی بس عدم میں یہ کیوں بھوچک گیا
نالوں نے میرے آکے ابھی دم لیا نہیں

مجھ سے ثبوت ٹوٹنے کا مانگتا ہے کیا
ظالم شکستِ شیشۂ دل کی صدا نہیں

تصویرِ یار سن کے مرے حالِ زار کو
خاموش یوں ہوئی ہے کہ گویا سنا نہیں

تم ہو عدو ہو یا چرخ ہو یا مرا نصیب ہو
رہنے دو بس سب اچھے ہیں کوئی برا نہیں

ایدل کوئی لٹا اور ستم پیشہ ڈھونڈھ لے
کہتے ہیں وہ کہ اب ہمیں شوقِ جفا نہیں

وہ چپکے چپکے ہونٹوں میں کچھ کہکے رہ گئے
کہتے ہو پھر کہ ہم نے تجھے کچھ کہا نہیں

میں ہوں مضمونِ مفصل صورتِ مجمل میں ہوں
دفترِ غم ہوں مگر محصور اک جدول میں ہوں

بیکسی نے گرچہ محشر سے پرے پھینکا مجھے
کہتی ہے بڑھکر ندامت میں صفِ اوّل میں ہوں

خونِ عالم کیجئے میں دل بڑھاتا جاؤں گا
آپ کیوں گھبرا رہے ہیں میں بھی مقتل میں ہوں

فتنۂ حشرِ تمنا اب اٹھانا ہے مجھے
میں صدائے صور ہوں ہے ہے بڑی ہلچل میں ہوں

گھر میں ہوں اور گردشِ قسمت نظر میں پھر رہی ہے
ذوقِ ویرانی رہے آباد میں جنگل میں ہوں

میں وہی اک بادہ ہوں جس سے ہے رنگِ اعتبار
کیا ہوا ساغر میں ہوں شیشے میں ہوں بوتل میں ہوں

آرزوئے مرگ ہاں اک تیز سا ناخن سہی
عقد کہتا ہے کہ قیدِ وصفِ لاینحل میں ہوں

میری ہستی نیستی کے ساتھ ملکر رہ گئی
دیکھنا میں خوابِ مخمل کیطرح مخمل میں ہوں

عیب ہوں لیکن ہنر والوں سے نسبت ہے مجھے
میں کبھی بنکر نگاہِ دیدۂ احول میں ہوں

جیتے جی کیا تھی فقط جانکاہی طولِ امل
مرتے مرتے بھی مقید آج میں ہوں کل میں ہوں

اے وفا احباب کی یہ قدردانی ہائے ہائے
روحِ معنی ہوں مگر اک قالبِ مہمل میں ہوں

میری ہستی میں بھی گنجائشِ تقریر نہیں
میں ہوں وہ خواب کہ جسکی کوئی تعبیر نہیں

اتنی بدنام ہے کیوں گردشِ چشمِ خوباں
کیا برا کہنے کو عشاق کی تقدیر نہیں

ذرّہ ذرّہ سے ہے کیوں صورتِ لیلیٰ پیدا
صفحۂ نجد اگر کاغذِ تصویر نہیں

جو شکستہ ہیں آزاد رہا کرتے ہیں
دیکھ لو نکہتِ گل بستۂ زنجیر نہیں

بزمِ مے سے مجھے ساقی نے الگ پھینک دیا
میں ہوں اک جامِ شکستہ مری توقیر نہیں

قیدیِ الفتِ صیاد ہوں بھاگونگا کہاں
دل گرفتار ہے گو پاؤں میں زنجیر نہیں

---

اجل بھی خوابِ شیریں بنکر آئی چشمِ امکاں میں
تری شوخی نے کیا چھوڑا ہے تیری نازِ پنہاں میں

مرے لطفِ نظر کو دیکھنا بزمِ حسیناں میں
وہ گلچیں ہوں بجائے گل بھرونگا رنگ داماں میں

لہو جاتی ہے شرمِ نارسائی قیدِ حرماں میں
تنِ آسائی کو مژدہ پھر قدم آتا ہے زنداں میں

جمایا ہے قدم کس نے تماشا گاہِ امکاں میں
تجلی آفتابِ حشر کی ہے شبستاں میں

وہی تہذیبِ نیرنگِ جنوں میسر رہا ہے
کفن میں بھی وہی اک چاک ہے جو تھا گریباں میں

یہ ہے برگشتگی قسمت کی یا کوتاہیِ ہمت
کہ نالے پھر لہو بنکر اُتر آئے گریباں میں

رگِ موجِ صبا کو بھی رگِ گل کر دیا جس نے
ابھی وہ ناز ہے ریشہ دواں خاکِ شہیداں میں

بہانہ ضبطِ شوخی کا ہے پردہ بدگمانی کا
کہ عکسِ آئینے میں آئینہ ہے دستِ نگہباں میں

بس اے عجزِ تمنا! ہاں ذرا پردہ بھی رہنے دے
کھلا جاتا ہے ظالم صاف بخشائے پنہاں میں

اِدھر یہ عذرِ مجبوری اُدھر سودائے بے پروا
رہا پائے شکستہ گھر میں اور سر بیاباں میں

حبیبِ خاصِ ربّ العلمیں مدثر و لیسیں
خدا واحد ہے شاہد ایک ہی تو بزمِ عرفاں میں

نکالے ہیں تری رحمت نے یہ پہلو فراغت کے
ڈبوتا ہوں جہنم کو محیطِ شرمِ عصیاں میں

کمالِ نور و فیضِ عام ہے، اچھا بُرا کس کا
دیا سرمہ تری خاکِ قدم نے چشمِ احساں میں

بجائے واہ لفظِ آہ نکلے گا زبانوں سے
مری نوکِ قلم نشتر چبھوتی ہے رگِ جاں میں

ق

خطاب اُنسے جو اہلِ علم ہیں اربابِ معنی ہیں
وگرنہ فرق کیا ہے صورتِ نوعی سے انساں میں

گدا میں ہوں وہ گدا جسکو گدائی بھی نہیں آتی
لیے پھرتا ہوں کجکولِ شکستہ دستِ حرماں میں

سنا ہے دردی ایجاد اب آپس میں چھنتی ہے
جسے کہتے ہیں جدت شعر میں یہ حدت خوں ہے
روش بیگانہ بندش مضطرب الفاظ بے معنے
ابھی کچھ رونے والے غالب و مومن کے باقی ہیں
برا ہے شیوۂ گفتار اپنا ہم بھی کہتے ہیں

سنا ہے دورِ بے ہنگام ہے بزمِ حریفاں میں
فسادِ عقل کیا اہمال ہے ترکیبِ ارکاں میں
زباں نے رنگِ وحشت بھر دیا تصویرِ بیاں میں
ابھی کچھ ہے تلاطم دیدۂ خونابہ افشاں میں
ذرا ایماں سے کہہ دو لیا خلل آتا ہے ایماں میں

پڑے بحرِ سخن میں سیکڑوں گرداب نا فہمی
وفا ہم ہیں اسی کشتی میں جو کشتی ہے طوفاں میں

نشہ بھی درد سے تیز ہے کے میخانے میں
صافی بادہ بیرنگ ہے پیمانے میں

ہاں نمودِ کفِ خاشاک ہے جلجانے میں
پہلے کیا خاک تھی کیا خاک ہے پروانے میں

میری محرومیٔ قسمت کی بھی قسمت دیکھو
شک رہا یاس کو امید کے مٹ جانے میں

جس کا اک رنگ ہے بیرنگی تمثال عدم
ہے وہ تصویر خموشی مرے کاشانے میں

رشتۂ طول امل میں وہ پڑے ہیں پھندے
فرصتیں ڈھونڈھتی ہے موت بھی سلجھانے میں

ہائے وحشت میں بھی بیگانہ وحشت ٹھیرا
بیکسی لاتی مجھے پھر مرے کاشانے میں

تم نہ گھبراؤ تمھیں جلوۂ پنہاں کی قسم
ہیں ابھی لاکھ تکلف مجھے ہوش آنے میں

جذبۂ شوقِ فنا دل میں ہے خرمن خرمن
گم ہوئی جاتی ہے یاں برقِ فنا وانے میں

بھیجے مضمونِ حجاب اتنے خطلے کیوں لکھے
سنکر اب اُن کو مزے آتے ہیں شرمانے میں

رخِ گیتی پہ کھلا غازۂ ہستی بن کر
جائے مہ رنگ بھرا تھا خم و خمخانے میں

صورتِ حرفِ غلط ہم نے نشاں چھوڑا ہے
صفحۂ ہستی سو ہو وہم سے اُٹھ جانے میں

آپ کی بزم سے اٹھا ہے طوفانِ بہار!
موجِ خوں گذری ہے سر سے مرے غمخانے میں

وہ اشارے ہیں کہ تمنے بھی الگ چلتے ہیں
آنکھ سے آنکھ لڑی جاتی ہے شرمانے میں

جلوہ کہتا ہے نہیں دیکھ سکیگا کوئی
پردہ کہتا ہے یہی راز ہے کھلجانے میں

کفر میں جلوۂ یکتائی دکھایا اعجاز
کھل گئی ہے رگِ سودائے جنوں کی قسمت
رخصتِ قافلۂ جاں کا پتہ دیتا ہوں

بول اٹھی آپ کی تصویر صنمخانے میں
تیری نشتر میں ہے اور جوش ہے دیوانے میں
میں وہ کشش ہوں جو ہو جاتی ہے ویرانے میں

اے **وفا** بادۂ مضامینِ عدم ہیں معلوم
سن چکا ہوں لبِ خاموش کے افسانے میں

رنگ بھرتی ہے جوانی نقشِ حسنِ یار میں
پہلوئے خوابِ عدم تھا وعدۂ دیدار میں
قلزمِ خوں کیا سمائے دیدۂ خونبار میں
تھی خریداروں میں جھلکی چشمِ عشق اس کی خیال
اس ترے قطعِ تعلق سے بڑھی ہے مشقِ شوق
سخت جانی سے جگر پانی بھی ہو جائے تو کیا؟
اعتبارِ شورِ محشر کیا رہا اے ہمصفیر!
کھل گیا رنگِ لطافت اے خوشا نقشِ قدم
دیکھنا پاسِ وفا آخر نکل سکتی نہیں
آپ کے دامن کے بدلے دامنِ جاں آگیا
لن ترانی سے ہوئی ہے چاشنئ شوق تیز
مرحبا کوتاہئ عمرِ تماشا مرحبا!
اور بھی آئینۂ کثرت پہ صیقل ہو گئی
گھر کے بدلے پھونکنا تھا اس تنِ آسانی پر
ہائے اس عالم میں اُس عالم کی دل آویزیاں
ناخنِ تدبیر کی بیکاریاں کام آگئیں

پھر بہار آئی ہے گویا جنتِ دیدار میں
پاؤں پھیلائے ہیں آغوشِ وصالِ یار میں
ایک گرہ ہے دامنِ زخمِ دلِ افگار میں
وہ متاعِ جلوہ لٹتی پھرتی ہے بازار میں
قبط دیا ہے خانۂ امیدِ آفت کار میں
حوصلہ باقی نہ چھوڑونگا دلِ غمخوار میں
لگ گیا وہ بھی ہمارے نالہائے زار میں
پھول آئے ہیں نہالِ شوخئ رفتار میں
کیسے اچھی آرزو ہے اس دلِ بیمار میں
پھر کسی وحشتِ جنونِ عشقِ آفت کار میں
قطرہ سر جوش ڈالا ساغرِ سرشار میں
برق نے پہلو نکالے فرصتِ دیدار میں
جوہرِ وحدت وہی ہے جلوہ کی تکرار میں
رو رہا ہوں بیٹھ کر اب سایۂ دیوار میں
نغمہائے جانفزا الجھے ہوئے ہیں تار میں
بستگی نے گھر بنایا عقدۂ دشوار میں

سطوتِ وحدت اگر یہ ہے تو کچھ مشکل نہیں
عقدۂ ایماں کو ڈالیں رشتۂ زنار میں

ہے رگِ صہبا میں روحِ نشۂ صہبا رواں
یا تبسم موجزن ہے پردۂ گفتار میں

یاس کے پہلو میں ہوگا وہمِ مرگِ ناگہاں
کچھ پتہ چلتا نہیں ہے سیکڑوں آزار میں

اے وفاؔ اک بات وہ لطفِ نزاکت ہی سہی
وعدہ ہائے دوست میں ہے یا مرے اشعار میں

منزلِ گور میں کافور و کفن رکھتا ہوں
ہوں غریب الوطن اور صبحِ وطن رکھتا ہوں

ہے قفس میں بھی وہی مشق خیالِ رنگیں
نیند پہ جلوۂ نیرنگِ چمن رکھتا ہوں

چاشنی گیرِ وفا ہوں تہِ ہر مو کے تلے
تازہ جیتے ہے عسل و شہد لبن رکھتا ہوں

زیرِ خورشیدِ قیامت بھی رہا کام مجھے
اک نیا داغ سرِ داغِ کہن رکھتا ہوں

اپنی ہمدردیِ تقدیر کے صدقے جاؤں
دردِ بیگانگیِ اہلِ وطن رکھتا ہوں

کیا کشش ہے کہ تصور میں ہے رنگِ تصویر
کیا لطافت ہے کہ بوسہ بھی دہن پر رکھتا ہوں

تیری رحمت سے مری بات بنا دیو الٰہی
کچھ سمجھ کر ہی ہوس توبہ شکن رکھتا ہوں

مرگِ ناگاہ سے دم لینے کی فرصت دیجے
اس خموشی میں بھی میں لطفِ سخن رکھتا ہوں

دو جہاں ایک طرف کیا مجھے پروا ہے وفاؔ
میں رسولِ عربی شاہِ زمن رکھتا ہوں

کیا پوچھتے ہو عالمِ افسوس میں کیا ہوں
میں درد ہوں اور پہلوئے محشر سے اٹھا ہوں

میں رفعتِ تقدیر میں ظلِ بالِ ہما ہوں
یا مائیِ آویزیِ نقشِ کفِ پا ہوں

جس حال میں ہوں وقفِ تماشائے وفا ہوں
جس رنگ میں ہوں مائلِ نیرنگِ وفا ہوں

میں حاصلِ ہنگامۂ صد برقِ فنا ہوں
بربادیِ امید سے آباد ہوا ہوں

امید اٹھاتی ہے مگر اٹھ نہیں سکتا
تقدیر نے توڑا ہے جسے وہ دستِ دعا ہوں

یہ پستیِ اقبال ہے معراجِ بلندی
میں کون ہوں اور کس کی نگاہوں سے گرا ہوں

فرقت نے نکالے ہیں یہاں وصل کے پہلو
پھر شوق ہے مشتاقِ تماشائے چکیدن
پھر جلوۂ بدمست ہے اور بال پریدن
آئینۂ نظارہ ہے اور صیقلِ وحدت
مجموعۂ امیدِ دو عالم مجھے سمجھو !
پہلے ہی سے ہے کشش نازِ قلم تھا
بے پردگی شیوۂ محشر ہے نظر میں
پرکاریٔ ہنگامۂ شوخی کی خبر کیا

اس لاگ پہ جیتا ہوں کہ میں تم سے جدا ہوں
میں خون ہوں اور خونِ گلِ صبحِ صبا ہوں
میں رنگ ہوں اور رنگِ چمن پُرشررا ہوں
تم دیکھ رہے ہو مجھے میں دیکھ رہا ہوں
سب کچھ ہوں تمھاری گرہِ بندِ قبا ہوں
سو بار جو بگڑا ہوں تو اک بار بنا ہوں
نظارگیٔ جلوۂ نیرنگِ قضا ہوں
میں شیفتۂ سادگیٔ نقشِ حیا ہوں

آخر کبھی ملتا ہی پتہ گردشِ عدم میں
جو کچھ ہوں **وفا** ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہوں

تیغِ مرگِ ناگہاں آئیگی کس شمار میں
مر کے بھی ہم کھٹکتے ہیں دیدۂ روزگار میں
ہے وہی موجِ حسنِ ناز ریشہ دوانِ مزار میں
لوٹ لیا سوادِ دل چھوڑ دیا جلانے کو
یہ ہے زکوٰۃِ حسن بہت آئے اور آکے دیکھیے
مٹتے ہیں صبحِ حشر سے بخت کے حوصلے کہاں
چلتی ہے پھر نسیمِ آہ پھلتے ہیں پھر نہالِ شوق
کچھ تو مزے کی بات ہے لوٹ کے رہ گیا ہے کیوں
کوئی تو جذبِ خاص ہے سینہ سے تھما ہی کیوں
ایک ہی ہے بہارِ ناز ایک ہی باغباں ہے
عفو کو بات مل گئی اے تری بندہ پروری

وہ بھی ہے ایک ذرۂ ساغرِ انتظار میں
ریزۂ شیشہ بن گئے ٹوٹ کے جو تھے مزار میں
رنگ کا خون کر دیا جس نے رگِ بہار میں
ہائے وہ داغ زندگی پہلوئے اعتبار میں
ذوقِ نظر بہار میں ساغرِ خمار میں
ایسے ہزاروں داغ ہیں دامنِ انتظار میں
آئی ہے فصلِ نوبہار سینۂ داغدار میں
ناخنِ دلخراش پھر میرے دلِ فگار میں
دجلۂ خونِ ناب پھر دیدۂ اشکبار میں
موجۂ گل چمن میں ہے موجۂ خوں کنار میں
خوف سے جان پڑ گئی شرمِ گناہگار میں

ذوقِ ستم کو دیکھنا بڑھتی ہیں سخت جانیاں
یوں مرے دل میں ہے نہاں حسرتِ قتلِ ناگہاں
فتنۂ خفتہ جاگ اٹھا روزِ سیہ کے دن پھرے
پھر بھی یہ عزیز تھا صاف دلوں سے ہٹ گئی

آتی ہیں اور لذتیں طعنۂ غمگسار میں
جیسے ذخیرہ موت کا سینۂ ذوالفقار میں
غیر کو بھی کلام ہے غفلتِ چشمِ یار میں
یادِ صدائے الاماں عرصۂ گیر و دار میں

شوقِ سخن ہے کیا وفا فیضِ ازل ہے جلوہ گر
طبعِ دقیقہ سنج میں خامۂ سحر کار میں

آنکھوں میں کیا مزہ ہے جو ذوقِ نظر نہیں
اک محشرِ خیال ہوں سر میں ہوں سر نہیں
رنگینیٔ وصال کی مجھکو خبر نہیں
آنکھوں کو لطف جاگنے کا رات بھر نہیں
انصاف بن گئے ہیں دو عالم تو کیا کروں
مانا کہ بزم عام ہے قسمت سے کیا کہوں
نشو و نمو یاس نے اک جان ڈالدی
اے بختِ خفتہ صورِ قیامت کہاں گیا
دامانِ انتظار پہ دھبہ سا آ گیا
ہے ہے کباب بختِ جگر خام رہ گیا
نیچی نظر کی اوٹ میں شوخی نکل گئی
پروانوں کا ہجوم ہے اور شمع ہے نہاں
وحشت نے گھر سے نقشِ تعلق مٹا دیا
ہاں حسنِ بے نیاز کے انداز دیکھنا
ہاں شیوہ ہائے ناز فسوں ساز دیکھنا

شوخی میں کیا رکھا ہے اگر پردہ در نہیں
تصویرِ انقلاب ہوں گھر میں ہوں گھر نہیں
بستر میں رنگ و بوئے چمن کا اثر نہیں
پلکوں سے وہ تراوشِ خوابِ سحر نہیں
کیا میرے پاس طالعِ بیدار گر نہیں
طوفانِ مے ہے اور لبِ پیمانہ تر نہیں
آزاد ہوں کہ اب ہوسِ بال و پر نہیں
اب زیرِ سر وہ بالشِ محشر اثر نہیں
آنکھوں سے وہ تراوشِ خونِ جگر نہیں
کیا آفتابِ حشر ترا رخ ادھر نہیں
کہتی ہے وہ حیا کہ مجھے کچھ خبر نہیں
خرمن ہے اور برقِ فنا جلوہ گر نہیں
دیوار و در ہے سایۂ دیوار و در نہیں
جلوے ہیں اور رخصتِ پائے نظر نہیں
وعدے ہیں اور پاسِ وفا کی خبر نہیں

کیا جان کھنچ گئی کہ سہارے بھی کھنچ گئے
مژگانِ دلنشیں رگِ جاں پہ ہے زخمہ زن
جوشِ بہارِ غمزۂ پنہاں ہے خواب میں
اس بیکسی کی شانِ خداساز دیکھنا
عنوانِ حشر سے کبھی خالی نہیں رہا
افسردگیِ داغِ تمنا کا کیا علاج!
تدبیرِ خفتہ پا کو ذرا چھیڑتا رہے !

کیا سر اٹھاؤں ہاتھ بھی اب سر پہ نہیں
لب پردہ سنج زمزمہ بے اثر نہیں
گل کھل رہے ہیں اور نسیمِ سحر نہیں
گھر کہہ رہا ہے حاجتِ دیوار و در نہیں
دستِ جنونِ شوق کفِ نامہ بر نہیں
ہے ہے ترا خیال بھی اب چارہ گر نہیں
رہزن سہی بلا سے اگر راہبر نہیں

بیگانگیِ دہر سے دل بھر گیا وفا
یا بے وطن سے شکوۂ رنجِ سفر نہیں

فرصت طلب تقاضے اک نیم جان پر ہیں
اس رہگذر کے ذرے رشکِ جہان پر ہیں
دل اڑ رہی ہیں باتیں وہم دوئی ہیں باقی
پھر بات بات میں ہے یہ پردہ لن ترانی
بیٹھے ہوئے ہو گھر میں دونوں جہاں نظر میں
کچھ تو پتہ بتا دے اے شانِ بےنشانی
یاں مرگِ ناگہاں کو کچھ دم تو لینے دیجے
موجِ خرام کیا ہے؟ چلتا ہوا سا خنجر
فتنے بتا رہے ہیں دیکھو تو رفتہ رفتہ
پھر حیرت و خموشی رازِ نیازِ دل ہے
بیدردیوں کے خاکے محشر اڑا رہا ہے
میں اور شریکِ خلوت کیا اعتماد ان کو

یہ خاص وہ کرم ہیں جو میہمان پر ہیں
کچھ تو زمین پر ہیں کچھ آسمان پر ہیں
بیکاریاں تمہاری ظاہر جہان پر ہیں
پھر گلہ ناز اپنی میٹھی زبان پر ہیں
اٹھے یہ پھر تقاضے کیوں پاسبان پر ہیں
آخر مٹے ہوئے ہم کس بےنشان پر ہیں
ناوک نشانے پر ہیں چلے کمان پر ہیں
جس کے اثر نمایاں سارے جہان پر ہیں
آئی ہوئیں بلائیں محشر کی جان پر ہیں
گوش و زباں تصدق اس داستان پر ہیں
عالم اداسیوں کے خالی مکان پر ہیں
کچھ بخت خفتہ پر ہیں کچھ پاسبان پر ہیں

قابو سے اپنے باہر ہستیٔ تجلی !
اندازۂ بلندی پستی سے ہو رہا ہے
اے فنِ شعر گوئی نسبت امیر سے ہے
میرا سخن صلہ ہے خونابہ نوشیوں کا

کھیلے ہوئے تماشے دشمن کی جان پر ہیں
کہتا ہے عجز اپنا ہم آسمان پر ہیں
اے نازِ خاکساری ہم آسمان پر ہیں
جو حوصلے کے حق ہیں وہ قدردان پر ہیں

شاعر نہیں **وفا** ہم سمجھو تو فاتحہ خواں
غالب کی روح پر ہیں مومن کی جان پر ہیں

تم درد بن گئے دلِ امیدوار میں
وہ جوشِ ناز ریشہ دواں ہے غبار میں
سویا ہوں ذوقِ دید لئے اشتیاق میں
میں وہ شکستہ دل ہوں شکن بن کے رہ گیا
میں اک نگاہِ یاسِ پسیں ہو کے کھو گیا
یہ امتحانِ رشک گوارا نہیں مجھے
اب فرصتِ خیال نہ پوچھو کہ سو گیا
یک جلوۂ تبسمِ پنہاں پہ مٹ گیا
یک ریشۂ تصورِ جاناں میں چھپ گیا
سطوت سے کہدیا کرمِ عذر خواہ نے
مژگاں دلنواز ہے او جانِ دردمند
پھر رنگ آ رہا ہے رخِ اضطراب پر
خاکسترِ سیاہ کو پھر اہتزاز ہے
اس بیکسی کی شانِ غیوری کو دیکھنا
پھر تیرگیٔ بختِ زبوں نے ملا دیا

نشتر چبھو گئے ہو رگِ انتظار میں
جس سے لہو ابھر ا رگِ موجِ بہار میں
آنکھوں کو رو رہا ہوں ترے انتظار میں
طرزِ لباسِ انجمنِ روزگار میں
آوارۂ خیالِ تماشائے یار میں
تم کیوں شریک ہو ستمِ فتنہ گار میں
آغوشِ انتظارِ تماشائے یار میں
جو نقش تھا مرقعِ صبحِ بہار میں
جو رنگِ ناز تھا چمنِ روزگار میں
رحمت بڑھے گی معرکۂ گیر و دار میں
ہاں نغمۂ زخمہ بھی الجھا ہے تار میں
پھر دوڑتا ہے خون دلِ بیقرار میں
تم روحِ برق چھوڑ گئے تھے غبار میں
دل جل رہا ہے بزمِ دلِ سوگوار میں
روزِ جزا کو ماتمِ شبہائے تار میں

پھر سادگیِ وضعِ محبت نے کہہ دیا
کیوں بادبانِ آہ کھلا آرہا ہے پھر
کیوں امتحانِ قطرہ ہے آخر اُٹھا ہے پھر
افسردگی کے پردہ میں ہے گرمیِ دماغ

حرفِ وفا کو گوشِ تمنائے یار میں
طوفاں مچا ہوا گر ہے بے اختیار میں
جوشِ جنونِ شوق دلِ ہرزہ کار میں
پھر آرہا ہے نشۂ صہبا خمار میں

عالم فریبِ حسرت و حسرت بزیرِ خاک
کیا گمیا وفا دلِ امیدوار میں

پھر دیدہ و دل ذوقِ ستم کھائے ہوئے ہیں
کیا لطف ہے آنیکا اگر آئے ہوئے ہیں
قطرے بھی اُسی بحرِ کرامت کے ہیں قطرے
ہاں تاجِ سرِ کنگرۂ عرشِ بریں ہیں
ہاں! دیدہ و دل مایۂ نازِ گلِ تر ہیں
تم صاعقۂ حسنِ جہانسوز کو روکو
بیگانگیِ شیوۂ محشر کا اثر کیا
خودداری و ناموسِ حیا اُس پہ تکلف

وہ پردۂ امید میں پھر آئے ہوئے ہیں
بیطاقتیِ شوق سے گھبرائے ہوئے ہیں
ذرے شرفِ نورِ ازل پائے ہوئے ہیں
جو سر کہ ترے پاؤں سے ٹھکرائے ہوئے ہیں
تیرے چمنِ حسن سے کیا لائے ہوئے ہیں
ہم بھی دلِ بیتاب کو ٹھیرائے ہوئے ہیں
یہ چوٹ ہے وہ چوٹ جو ہم کھائے ہوئے ہیں
بے پردگیِ ناز سے شرمائے ہوئے ہیں

کچھ چاشنیِ وعدہ سے تسکین نہیں ہوتی
ناکام وفا زہرِ وفا کھائے ہوئے ہیں

نظارہ سوزِ انجمنِ ما و من ہے کون
زہرابۂ اجل رگ و پے میں اُتر گیا
ماتم کدے کو کس نے بنایا ہے بزمِ عیش
ٹپکا رہی ہے رنگِ جنوں پھر بہارِ ناز
در پردہ آرہی ہے پھر اک بوئے جاں نواز

جوہر گدازِ آئنۂ جان و تن ہے کون
اب شکوہ سنجِ تلخیِ کام و دہن ہے کون
پھر تازگیِ خندۂ چاکِ کفن ہے کون
ریشہ دوانِ سرِ گل و نسترن ہے کون
عطرِ بہارِ روح و دماغِ چمن ہے کون

دونوں جہاں خموش ہیں اور پوچھتا نہیں
روے سخن ہے کسکی طرف ہم سخن ہے کون

ہنگامہ گرم سازیِ دل کسکی شان ہے
آتش زنِ فتیلۂ داغِ کہن ہے کون

وعدے ہیں اور طعنۂ بیطاقتیِ شوق
ہاں یہ وفا امید ہیں پھر پیشکن ہے کون

تم سے ملا ہے سلسلۂ نظمِ کائنات
جب تم ہو ہر جگہ تو غریب الوطن ہے کون

اک تار اور اُس سے دو عالم بندھے ہوئے
شیرازہ بندِ صد ورقِ انجمن ہے کون

کہتے ہیں کسکو یوسفِ دلہائے سوگوار
خلوت طرازِ گوشۂ بیت الحزن ہے کون

شہرہ ہے دست و بازوی خارا شگاف کا
تاب و توانِ حوصلۂ کوہکن ہے کون

کس کا پیام لیکے چلی ہے نسیمِ مصر
منت گذارِ دلکشیِ پیرہن ہے کون

جب مٹ گیا مجاز و حقیقت کا تفرقہ
پھر سنگِ اسود و صنمِ برہمن ہے کون

حسنِ مناظرِ مہ و خورشید دیکھنا
نورِ نظر فروزِ سہیلِ یمن ہے کون

یہ حاصلِ بیاں ہے وفا عجیز از خدا
اندازہ دانِ مرتبتِ پنجتن ہے کون

## ردیف واو

ہاں عرضِ نہاں رنگ کی تغییر سے پوچھو
دل پر جو لگی چوٹ وہ تاثیر سے پوچھو

آئینِ وفا طوقِ گلوگیر سے پوچھو
تمکینِ جنون پاؤں کی زنجیر سے پوچھو

ناموسِ محبت کی قیامت کو خبر کیا
تم میری تباہی مری تقدیر سے پوچھو

لو اسحرِ نظر مدعیِ غارتِ دل ہے
کیا پوچھتے ہو شوخیِ تقریر سے پوچھو

ناناکہ مجھے زہر پلا نیکی ہے تدبیر
پہلے مری محرومیِ تقدیر سے پوچھو

مجھے ناز ہے اک تازہ ہوس پر مجھے دیکھو
کچھ پاس ہے بگڑی ہوئی تدبیر سے پوچھو

تم چین سے بیٹھے ہو حوادث کی خبر کیا
نیرنگِ جہاں گردشِ تقدیر سے پوچھو

شوخی سے جو ہاں رنگِ سخن جم نہیں سکتا
تمکیں میں ہے جو بات وہ تصویر سے پوچھو

کافی ہے وہاں رازِ محبت کو اشارا
تقریر نہیں پردۂ تحریر سے پوچھو

کیا جانے کوئی زلزلۂ ساعتِ محشر
تو آؤ ادھر! عاشقِ دلگیر سے پوچھو

بیگانہ و بیدرد ہیں اربابِ تماشا
تم حلقۂ فتراک کو نخچیر سے پوچھو

پھر میں ہوں **وفا** اور وہی آغازِ تمنا
انجام کو ناکامیٔ تقدیر سے پوچھو

وہ نظر آنے لگی صبحِ قیامت ہمکو
اُڑ گئی چھوڑ کے تنہا شبِ فرقت ہمکو

کب ہوئی کشمکشِ ناز سے فرصت ہمکو
تم بھی ملتے ہو تو ملتی نہیں فرصت ہمکو

اک اجل توڑ گئی لاکھ طلسمِ امید
اے فلک کچھ نکلا حاصلِ محنت ہمکو

ہائے مجبوریٔ دل! ہائے گرفتاریٔ دل!
تمکو ہم چھوڑ دیں اتنی نہیں قدرت ہمکو

ہمنشیں آبروئے مرگ بھی برباد گئی
جانکنی ہو گئی ہر روز کی عادت ہمکو

کیا عجب وصل میں قابو سے جو باہر ہو جائے
تم سے کچھ کم نہیں اپنی بھی طبیعت ہمکو

وائے افسردگیٔ طبع کہ حس بھی نہ رہی
کچھ نہیں کھلتی ہے اب تلخیٔ حسرت ہمکو

اک تری بات میں امید کے سو سو پہلو
اک خموشی سے تری لاکھ حکایت ہمکو

اک بگڑنے میں ترے لاکھ درستی اپنی
اک عداوت سے تری لاکھ محبت ہمکو

مٹ گیا عقدۂ دل کشمکشِ ناخن میں
یاس کو مژدہ کہ حاصل ہے فراغت ہمکو

سادگی دیکھ! اک اس قطعِ تعلق پہ بھی ہے
تجھسے بیرحم سے اک گونہ شکایت ہمکو

وہ ہوں یا اُنکے ستم غیر ہو یا غیر کا رشک
ہر گھڑی چاہیئے اک تازہ مصیبت ہمکو

بیحجابانہ تصور میں جو آجاتے ہیں
پھر حیا سے وہ دکھاتے نہیں صورت ہمکو

اے **وفا** ہم ہیں شہیدِ لبِ خاموشِ بتاں
حسرتِ ناگفتہ ہے یہ شورِ قیامت ہمکو

تمھیں سمجھو گے رازِ التفاتِ نازِ پنہاں کو
اُڑاتی ہیں نگاہیں جوہرِ آئینۂ جاں کو

دلِ آزردہ میں پھر کچھ جگہ ملتی ہے ارماں کو
نصیبِ دوستاں نشتر نے پھر چھیڑا رگِ جاں کو

مٹایا صفحۂ امکاں سے نقشِ بزمِ امکاں کو
اشارے اب تمھیں سے ہیں! دکھیتے ہو چشمِ فتاں کو

کہیں پیکاں سمجھکر کھینچ لیتے ہو رگِ جاں کو
کہیں کانٹا بنا کر چھوڑتے ہو دلمیں ارماں کو

مسخر کر لیا نقشِ سمِ توسن کے حلقہ میں
سمیٹا جذبۂ شوخی نے جولانگاہِ امکاں کو

نویدِ اے تلخکامی پھر گوارا کر لیا ہم نے
نگاہِ قہر کیا سرجوشِ نازشہائے پنہاں کو

مجھے ہے سادگیِ اعتبارِ شوق کا رونا
کہیں لطفِ نہاں سمجھا ترے ظلمِ نمایاں کو

کمیِ التفاتِ حسن ہیں لاکھوں ادائیں ہیں
بڑھایا ہے تری کوتاہیِ فرگاں نے مژگاں کو

کھلا جاتا ہے شیرازہ عدم کا پردہ درپردہ میں
ذرا روکے رہو جوشِ تبسمہائے پنہاں کو

ہماری تیرہ بختی پردۂ ناموسِ محشر ہے
لپیٹا ہے کفن کیسا تمھیں نے شامِ ہجراں کو

چھپا رکھا ہے تم نے ظلم بے پردی کو پردے میں
تکلف برطرف اسکو نوازشہائے پنہاں کو

خموشی کیا کہ حسنِ شیوۂ تقریر لکنت ہے
لپیٹے لیتی ہے اے کم سخن تیری نہیں ہاں کو

کرم کیسا تھا شانِ بے نیازی کار فرما ہے
گناہوں میں کہیں شامل نہ کرلیں شرمِ عصیاں کو

ستم ہے بوالہوس شوقِ محبت کے مزے لوٹے
نہیں توڑا ہے تمنے دل مگر توڑا نمکداں کو

پتہ رنگِ مسی کا پوچھ لینا ضبطِ تمکیں سے
ذرا ٹھہرے تو دو موجِ تبسمہائے پنہاں کو

رہائی میری تجھپر اے تنِ آسانی گراں کیوں ہو
بنونگا نالۂ زنجیر پھر چھوڑونگا زنداں کو

مبارک اے جنونِ شوق پھر پہلو محشر میں
خرابی ڈھونڈھتی پھرتی ہے اک تازہ بیاباں کو

نویدِ اے تیرہ بختی اب یہاں سے ہم بھی جاتے ہیں
بنا یا رہنما اپنا چراغِ داغِ حرماں کو

خفا ہیں پرسشِ احباب سے اے وائے بےلطفی
ہماری سرگرانی نے گرایا بارِ احساں کو

**وفا** اس حال میں لکھنا غزل کا دلکو زیبا ہو
کیا ہے جمع ہمنے کچھ مضامینِ پریشاں کو

یہی ہے شانِ بیرنگی تو پھر رنگِ ادا کیوں ہو
تمھیں پھر جانِ تصویرِ نگاہِ آشنا کیوں ہو

کھلی ہے طرز آزادی تو پھر قیدِ وفا کیوں ہو
جو شوخی ہے تو پھر تمکین جرأت آزما کیوں ہو

تمھیں کیا ریزۂ نشتر کا پھر دینا نہیں آتا
رگِ امید میں خونِ دل درد آشنا کیوں ہو

نصیبِ دشمناں چھوڑو مجھے اچھا اور دوا اوڑھ
عدو کیوا سطے میرا ہی بختِ نارسا کیوں ہو

بھرے ہیں نشتروں سے دو جہاں چلیے خبر لیجے
مٹانے کیلئے میرا دلِ بے مدعا کیوں ہو

## مطلع ثالث

شریکِ جلوۂ نیرنگِ حیرت دوسرا کیوں ہو
زباں کیوں ہو بیاں کیوں ہو دعا کیوں ہو گلا کیوں ہو

رگِ ہستی میں کوئی چیز چلتی پھرتی ہے ورنہ
کفِ ہر خاک میں ریشہ دواں ذوقِ نما کیوں ہو

وہ دستِ بوالہوس ہے جو ادھر چھوٹا ادھر الجھا
یہ میری آرزو کا ہاتھ ہے دل سے جدا کیوں ہو

بلا سے دامنِ ہستی پہ اک دھبہ سا آجائے
دل و جاں بھی سہی لیکن غمِ حسرت فزا کیوں ہو

دلِ آفت زدہ اور حسرتِ روزِ جزا ہے ہے
جہاں تم ہو وہاں اندیشۂ راحت فزا کیوں ہو

فنا کا دائرہ ذوقِ فنا سے بڑھ گیا ورنہ
سرِ کاغذ نشانِ قطرۂ بیدست و پا کیوں ہو

جوانی کھولتی ہے بندِ تمکیں کھنچی جاتی ہے
کہ دامانِ تظلم عقدۂ شرم و حیا کیوں ہو

## مطلع رابع

تمھاری جلوہ گاہ ناز ہو تم ہو وفا کیوں ہو
چمن ہو باغباں ہو بلبلِ رنگیں نوا کیوں ہو

ہماری زندگی سے بیخودی کے جلوے پیدا ہیں
قضا کے ہاتھ میں آئینۂ غفلت نما کیوں ہو

ترے دل سے وفا مضمونِ دل خوں کن نکلتا ہے
تجھے فکرِ رسا کافی ہے پھر بختِ رسا کیوں ہو

بیوفائی میں تری بات ہے بدنام کہ تو
دلنشیں ہے اثرِ لذتِ دشنام کہ تو

تیرے پردے ہیں یہ کثرت کے تماشے کہ نہیں
ہے کوئی غیر پس پردۂ اوہام کہ تو

یہ ترے عارض و گیسو کے ہیں نقشے کہ نہیں
جلوہ افروز ہے فیضِ سحر و شام کہ تو

بختِ بد کی ہے قسم اسے کششِ رسوائی
آنکھ میں پھرتی ہے پھر گردشِ ایام کہ تو

عالم آئینۂ وحدت ہے بتا دیدۂ وہم
زنگ آئینہ ہے یہ کثرتِ اصنام کہ تو

جلوہ بے پردہ ہے اے ذوقِ تماشائے نگار
رخِ محفل پہ کھلا بادۂ گلفام کہ تو

شوق بدمست ہے اے دیدۂ مستانۂ یار
خلدِ اندیشہ میں پھرتا ہے کوئی جام کہ تو

تری حسرت کیطرح غیر گرفتار کہ میں
میرے پہلو سے جدا یہ دلِ خودکام کہ تو

اے فلک روضۂ اقدس ہے مقامِ جبریل
قبلۂ خاص ہے وہ بارگہ عام کہ تو

اے افق گوشۂ یثرب ہے مدارِ تنزیل
منتظرِ فیض ہے وہ مرکزِ اکرام کہ تو

اے وفا نقش غلط ہے کہ بری ہے قسمت
کجروی میں یہ ترا خامہ ہے بدنام کہ تو

اِذن ہے آئے قیامت مگر آواز نہو
دیکھنا وہ نگہِ شعبدہ پرداز نہو

اب کھلے جاتے ہیں بندِ ازلی و ابدی
ہاں اگر پیچ میں تیری گرہِ ناز نہو

جیبِ اندیشہ میں ہیں آئنہ خانے لاکھوں
خلوتِ ناز سہی انجمنِ ناز نہو

موجدِ رسمِ خموشی ہے کمالِ سرمہ
ورقِ حشر کی تعلیم ہو آواز نہو

جان و سرمایۂ حرماں ا دل و سجو صلگی
وادیِ لیغا پیرِ امید ہو پرواز نہو

دیدۂ تا زہرہ و دل خون کا دریا بنجائے
ٹھہرائے گریۂ غم حوصلہ پرواز نہو

سینہ تا کام و زباں قالبِ آتش ہوجائے
دیکھ اے نالۂ دل برق سے دمساز نہو

لن ترانی نے جلائے ہیں دوئی کے پردے
ہاں رگِ جاں بھی رگِ شعلۂ آواز نہو

## مطلع ثانی

مۓ وحدت ہے کوئی تفرقہ پرداز نہو
دُردِ انجام نہو صافیِ آغاز نہو

دو جہاں کیلئے آغوشِ تجلی کھلجائے
ذرۂ خاک نشیں جلوہ گہِ ناز نہو

قلزمِ حوصلۂ فیض میں طوفان آجائے
قطرۂ بے سروپا اشک سے ممتاز نہو

ہوشِ محفل کیطرح اڑتی ہیں خبریں کیا کیا
ساقیِ بزم کہیں غمزۂ غماز نہو

اے وفا نسخۂ حسن رخ ہستی کیا ہے
صفحۂ دہر پہ گر حاشیۂ ناز نہو

## ردیف ہائے ہوز

کیا کیا لگاؤ ہیں نگہِ سحر فن کیساتھ
ہم اس لئے ہوئے پہ بھی اہرمن کیساتھ

عاشق کی موت خانہ خرابی ہے عشق کی
مہر و وفا کا نام مٹا کوہکن کیساتھ

بکھرے پڑے ہیں گل سے جدا ہو کے برگِ گل
دامن کی آبرو ہے فقط پیرہن کیساتھ

گویا پیامِ مرگ تھا لٹنا بہار کا
بلبل کی روح اُڑ گئی رنگِ چمن کیساتھ

یعقوبؑ کو نہ ڈھونڈھتی کیونکر ہوائے مصر
کیا روح کو نہیں ہے محبت بدن کیساتھ

اب میری شرم دستِ جنوں تیرے ہاتھ ہے
وابستہ ہو گیا تنِ عریاں کفن کیساتھ

ہمپر لحد میں شامِ غریبی تو رحم کر
ہمکو بھی ناز تھا کبھی صبحِ وطن کیساتھ

ہستی شرار کی ہے فروغِ شرار تک
ہے اپنی زندگی نفسِ شعلہ زن کیساتھ

اے آرزوئے وصل خدا وہ بھی دن کرے
چسپاں ہو لب سے لب تو دہن ہو دہن کیساتھ

روزِ جزا خدا کو کہانتک جواب دوں
خو ہے مجھے کلام کی اک کم سخن کیساتھ

آنکھیں لگی ہوئی ہیں کسیکی نقاب پر
الجھا ہوا ہے تارِ نگہ ہر شکن کیساتھ

تیری ہوائے شوق اگر دل کشا نہو
کیا کر سکے نسیمِ گل و نسترن کیساتھ

مر جائیے بلا سے مگر اب تو اے وفا
اپنا بھی سر لگا ہے سپہرِ کہن کیساتھ

ہم خوگرِ ہزار بلا ہیں نہ ہم کو دیکھ
تو اپنی اس کشاکشِ فلکِ ستم کو دیکھ

اُس کا خرامِ ناز یہ کہتا ہے ہم کو دیکھ
شوخی پکارتی ہے کہ نقشِ قدم کو دیکھ

قیدِ خیال سے بھی وہ باہر نکل گیا
اس آہوئے رمیدہ کے اندازِ رم کو دیکھ

اے دل ہے جائے رحم نہ ہے طعنۂ وفا
اُس نازنیں کی گردنِ نازک میں خم کو دیکھا

بس ہو چکی یہ بادیہ پیمائیٔ وجود
اب آگے بڑھ کے جادۂ راہِ عدم کو دیکھ

ہر رنگ میں نگاہ کی تجدید چاہیئے
کعبہ سے پھر کر آئے تو بیت الصنم کو دیکھ

یارب **وفا** کے جرم و خطا دیکھتا ہے کیا
تو اپنی شانِ عفو کو اپنے کرم کو دیکھ

حیرت کو مژدہ گرم ہے بازارِ آئینہ
خوبانِ خود نما ہیں خریدارِ آئینہ

ہاں عاشقوں کو کشمکشِ جور سے فراغ
وہ ہے اسیرِ شانہ گرفتارِ آئینہ

مجھکو بھی یوں ہے زانوئے حسرت سے واسطہ
تو جیسے ہر گھڑی ہے نگہدارِ آئینہ

دلّال چشمِ شوخ ہے قیمت نظارہ ہے
اور حسنِ بیحجاب خریدارِ آئینہ

ناکام تیری دید سے ہیں خواب میں بھی ہم
لائیں کہاں سے طالعِ بیدارِ آئینہ

حُسنِ عمل کی داد سکندر کو مل گئی
وہ رشکِ آئینہ ہے طلبگارِ آئینہ

جلوۂ وحدت نے رکھا انجمن میں آئینہ
دیکھتا ڈوبا ہوا رنگِ چمن میں آئینہ

وحدت و کثرت سہی یا خلوت و جلوت سہی
آئینہ میں انجمن ہے انجمن میں آئینہ

تیشے کے پردہ میں جلوے موت کے آئے نظر
دیدیا خسرو نے دستِ کوہکن میں آئینہ

آخری جلوے یہ میری سادگی دیکھے ہیں
روزِ محشر ہے کفِ صبح وطن میں آئینہ

جنتِ نظارۂ رنگیں کا دروازہ کھلا
اے خوشا دستِ بتِ گل پیرہن میں آئینہ

کیا حجابِ بیکسی میں جلوہ آرائی رہی
آفتابِ حشر تھا گویا کفن میں آئینہ

جوہرِ آئینہ کی رگ رگ سے ٹپکیگا لہو
چبھ گیا ہے دیدۂ ناوک فگن میں آئینہ

کیا مٹایا صیقلِ تنزیہ نے تشبیہ کو
جو ہر یکتا ہے بزمِ پنجتن میں آئینہ

اے **وفا** مقصود ہے اپنا دلِ حیرت زدہ
آگیا ہے معرضِ حسنِ سخن میں آئینہ

فرہنگِ آفتابِ علم بیدل شاہ جمال اللہ
کمالِ فیض میں ضرب المثل شاہ جمال اللہ

عیاں ہر شان سے ہے جلوۂ خلقِ رسول اللہ
زہے آئینہ حسنِ ازل شاہِ جمال اللہ

شریعت اور حقیقت مل گئی شیر و شکر بن کر
خمیرِ لذتِ علم و عمل شاہِ جمال اللہ

یہیں سے جان و دل کیا کیا فدا ہیں انکی لبوں پر
کہ ہیں نہرِ لبن جوئے عسل شاہِ جمال اللہ

مرا حالِ زبوں ظاہر ہے لیکن بیقراری سے
لبوں پر ہے سوالِ بے محل شاہِ جمال اللہ

جلایا آفتابِ حشر کو پھونکا جہنم کو
یہ ہے داغِ جگر کا ماحصل شاہِ جمال اللہ

مجھے اک ذرہ عشقِ حقیقی وہ عنایت ہو
دو عالم بھی نہوں جسکا بدل شاہِ جمال اللہ

ہوائے نفس آخر دشمنِ پیمانِ اول ہے
نہ آجائے وفا میں کچھ خلل شاہِ جمال اللہ

شوخیِ ناز کی تصویر ہے تصویر کیساتھ
موجۂ خندہ ہے جوشش ہے تقریر کیساتھ

وہم انجام ہے بیکاری تدبیر کیساتھ
یہ نیا خواب ہے نیرنگیِ تعبیر کیساتھ

حسن بیگانہ رہا عشق کی غمخواری سے
غمزے کو لاگ رہی عاشقِ دلگیر کیساتھ

خاک میں ناز کی پھر ریشہ دوانی کیوں ہو
ہم بنے جاتے ہیں بگڑی ہوئی تدبیر کیساتھ

پھر یہ قسمت یہ نیرنگِ تباہی کیوں ہے
تم کھنچے جاتے ہو کیوں پردۂ تقدیر کیساتھ

رنگ آمیزیِ افسونِ تسلی کیوں ہے
حرف کیوں ابھرے چلے آتے ہیں تقریر کیساتھ

شوخیِ ناز نے پہلے سے ادھر چھیڑ دیا
ساز ہستی و عدم شورِ بم و زیر کیساتھ

رشتۂ وقت میں اک اور گرہ ڈال گئے
دل کو بھی توڑ گئے ناخنِ تدبیر کیساتھ

جاؤ تم عالمِ فرصت کے تماشے دیکھو
چھوڑ دو گردشِ تقدیر کو تقدیر کیساتھ

جگ گئے پہلوئے دل میں غمِ دل کے نقشے
بن گئے سیکڑوں گھر حسرتِ تعمیر کیساتھ

شیوۂ دلکشیِ ناز کا صدقہ یہ ہے
دیدۂ حلقۂ فتراک ہے نخچیر کیساتھ

دور تک ڈالدیئے آہِ رسا نے پھندے
صبحِ محشر ہے مرے نالۂ شبگیر کیساتھ

کٹتی ہے اصلِ زبان شاخِ دعا سے پہلے
مٹتے ہیں حوصلے اندیشۂ تاثیر کیساتھ

کیا سبکسیری وحشت نے ہوائیں باندھیں !
ہم بھی زنداں سے چلے نالۂ زنجیر کیساتھ

روحِ پروانہ ناشاد کی رخصت سے ہے
کچھ دھواں سا نظر آیا لبِ شمع کیساتھ

مژدہ اے ذوقِ تماشا کہ تماشا اُن کا
جنبشِ رنگ ہے اور رنگ ہے تغیر کیساتھ

جان کھنچتی ہے ترے نام سے اللہ اللہ
چال یہ ہے کہ چھری چلتی ہے تکبیر کیساتھ

چاشنی گیرِ وفا میں ہوئی ملایا تم نے
خونِ امید کو آبِ دمِ شمشیر کیساتھ

نقشِ یکتا کششِ خامۂ قدرت یکتا
شکلِ دو نوں جہاں سایۂ تصویر کیساتھ

جذبۂ فیضِ ازل ہے کہ مضامیں اپنے
لپٹے جاتے ہیں دل آویزیِ تحریر کیساتھ

اے وفا مائدۂ دل پہ ہو شور ایسا ں
دردِ ناسورِ جگر ہو غمِ شبیر کیساتھ

## ردیف یا

کام ہے جلوۂ نیرنگ تمنا سے مجھے
چاہیے مشقِ نظر دیدۂ عنقا سے مجھے

عالمِ یاس کے حلقے میں ہوں وہ نقشِ عزیز
اُس نے کھینچا بھی تو پرکارِ سویدا سے مجھے

میں سبک ہو کے گراں ہوں تو اٹھالو اکبار
صورتِ حرفِ غلط صفحۂ دنیا سے مجھے

آج امید ہے میرے لئے سامانِ اجل
نیند آتی ہے ترے وعدۂ فردا سے مجھے

حسن گر صیقلِ آئینہ ہے زنگار ہے عشق
کچھ تو نسبت ہے تری بزمِ تماشا سے مجھے

رنگِ کثرت سے بدلتی نہیں شانِ وحدت
ایک مے چاہیے کیا ساغر و مینا سے مجھے

سادگیہاے خموشی کی خبر ہے کس کو
کس نے پوچھا ہے کبھی نازِ خود آرا سے مجھے

جسکا خاکہ ہے بلندی وہ مری پستی ہے
کہ اٹھایا ہے ترے نقشِ کفِ پا سے مجھے

اور ہو گرمِ تماشا کہ فزا آتا ہے
شوقِ رنگیں سے تجھے جلوۂ یکتا سے مجھے

خوگرِ لذتِ آزار ہوں اے داورِ حشر
کھینچ لائے ستمِ آبادِ تمنا سے مجھے

ساقیٔ بزمِ ازل کی یہ ہوئی بخششِ عام

## ہوش آیا ہے وفات صبا سے مجھے

اٹھاؤں ہاتھ کیا مانگوں خدا سے
کہ دل چھٹا ہے نقش مدعا سے

ادا میں جان آئی ہے ادا سے
حیا شوخی سے ہے شوخی حیا سے

کہو کیسی حیات آئی ادا سے
کہ تم مرتے ہیں امید وفا سے

نہیں آزردہ ہو دل جوش حیا سے
نہ تم ٹھہرو شوق دریا سے

فقط دھوکا آیا سادگی میں
نزاکت آپ کی رنگ حنا سے

کہاں جاتے ہو دم لو اسیر دیکھو
ابھر آئی قیامت نقش پا سے

نکلیوں دل سے جلوں کچھ ملا ہے
تمہارے عقدہ بند قبا سے

شہید لو بہار تازہ ہوں میں
لہو ٹپکا رگ موج صبا سے

فلک بیگانہ ہو کر کیوں اٹھائے
گرے ہیں ہم نگاہ آشنا سے

ہیں اپنی سادگی دل کے صدقے
وہ شرماتے ہیں امید وفا سے

یہاں بھی ہے سیہ مستی کا پہلو
ذرا الجھو تو آغوش قبا سے

ہمارے آشیاں کا یہ پتہ ہے
لپٹا جلوہ برق فنا سے

بس اے شوخی کہاں تک صیقل ناز
کہ جوہر اڑتے ہیں تیغ ادا سے

لگاوٹ کے مزے دیتا ہے گویا
گلہ نا آشنا کا آشنا سے

انھیں میں کس طرح سے پیناؤں
وہ روٹھے ہیں دل بے مدعا سے

تری تصویر بھی کھنچنے لگی ہے
تری خوئے تجاہل آشنا سے

بہت سی شرم بھی ہے خودنمائی
ستم ہے منہ چھپاتے ہو حیا سے

کف مے یاں ہے مرگ ناگہانی
بھرا ہے میکدہ ذوق فنا سے

گلہ ہے غمزہ ہائے جاں ستاں کا
تمہارے وعدہ ہائے جاں فزا سے

ستم کے جتنے پردے ہیں اٹھا دو
رکھو انصاف کا پردہ خدا سے

عدم سے بھی پرے ہوائے شب غم!
کہاں ابھی ہے عمر بے وفا سے

اٹھے کیا بار تمکین نزاکت!
ہمارے صبر آتش زیر پا سے

ادھر بھی دیکھ شان بے نیازی
کہ ہم بھی ہاتھ اٹھاتے ہیں دعا سے

نئے انداز سے گرم سخن ہوں
ملیگی داد بھی اہل صفا سے

اسے پہچانتا ہے بوالہوس کیا
وفا کو پوچھئے اہل وفا سے

غبار قافلۂ اضطراب کرکے مجھے
عدم کی آنکھ میں بھیجا ہے خواب کرکے مجھے

بڑھائی قدر فلک آفتاب کرکے مجھے
غلام سلسلۂ بوتراب کرکے مجھے

کہاں کی شرم وحیا! وہ اڑا دیا اس نے
نشانۂ نگہ بے حجاب کرکے مجھے

جو تو بگاڑ چکا ہے تو بن چکا ہوں میں
بچھوڑ تختۂ مشق عتاب کرکے مجھے

سمجھ لیا انھیں انداز لن ترانی سے
جواب دیجئے محو جواب کرکے مجھے

یہ التفات ستم بھی ہے ایک شان کرم
نہ بھول جائے کہیں انتخاب کرکے مجھے

کسی کی شوخی بیجا سے کہتی ہے عصمت
نہ لوٹنا کہیں ذوق شباب کرکے مجھے

یہ چھیڑ دیکھ کہ ہوتی ہیں پیار کی باتیں
ابھی فریفتۂ اجتناب کرکے مجھے

وہ میں کہ دیکھ رہا ہوں نقاب بنکر تجھے
وہ تو کہ چھوڑ دیا ہے نقاب کرکے مجھے

وفا مصیبت روز جزا کے پردے میں
مرا نصیب بنایا خراب کرکے مجھے

ہوئی ہے جلوہ گر شوخی کسی کی
چھٹی جاتی ہیں اب نبضیں پری کی

ہوا ہے مہرباں پھر حسن دلجو
کہ لڑتی ہیں نگاہیں دوستی کی

کھلا میخانۂ چشم پریرو
کہ اڑتی ہیں شرابیں بیخودی کی

وہ دلمیں چٹکیاں لیں جا نگنی ؟
نہ کھل جائے گرہ افسردگی کی

کہاں جاتا ہے شوقِ تازہ امید
ادھر آ! اٹھ گئی محفل کبھی کی

بیاں روزِ جزا کا نزع میں کیوں
کہ ہوگی لاش بھاری بیکسی کی

ملایا خاک میں اے رشکِ اغیار
بڑھائی قدر تو نے دشمنی کی

لگایا راہ پر شوخی نے سب کو
حیا سے پوچھ لو بے پردگی کی

چل اے صبحِ قیامت! چھوڑ رستہ
چلی آتی ہیں راتیں بیکسی کی

پکارے کہہ رہا ہے رنگِ تمکیں
خموشی کیا ہے باتیں ہیں کسی کی

بہائے دیتی ہے موجِ تبسم
خبر لینا ذرا رنگِ مسی کی

عدم میں جب ملا اہلِ عدم سے
اڑا دی خاک در در بیکسی کی

خدا جانے وہ کس نیرنگ سے ہنگامہ آرا ہے
تماشہ ہے کہ حیرت سرمۂ چشمِ تماشا ہے

وہ عالم خاک ہو جائیں تو کیا انکا بگڑتا ہے
وہ کہدیں گے کہ شانِ بےنیازی کا تقاضا ہے

نہ تنہا عالمِ ہستی میں تیرا بول بالا ہے
عدم میں بھی تری نیرنگِ خاموشی کا چرچا ہے

برا کیا ہے ہمارا وقت؟ پھر لکھو نے لکھا ہے
ادھر آنکھوں میں دریا ہے ادھر ہاتھوں میں صحرا ہے

تری آزادگی میں بھی لگی ہے قیدِ نیرنگی
تری بے پردگی کہتی ہے تو نے پردہ چھوڑا ہے

غضب ہے حسن کا اس عشقِ رسوا سے الجھ پڑنا
کہ اب تک دامنِ یوسف ہے اور دستِ زلیخا ہے

کوئی وضعِ ستم ہو یا کوئی مظلومِ بیکس ہو
فلک نے لے لیا ہے جو ترے ہاتھوں سے نکلا ہے

نوید اے بیکسی ہم آج سب جھگڑوں سے چھٹتے ہیں
کہ مرگِ ناگہانی چارۂ امیدِ فردا ہے

پڑا رہ بختِ خفتہ! خواب میں کروٹ بدل لینا
دلِ افسردہ نے پھر یاس کا افسانہ چھیڑا ہے

کہاں چمکا کدھر چمکا وہ کوہِ طور پر چمکا
ترا رنگِ تبسم بڑھتے بڑھتے رنگ لایا ہے

نگاہِ مہر یا پاسِ دوستی یا وضعِ وفاداری!
جسے تو نے کیا ہے گم اسی کو ہم نے پایا ہے

بگڑنے سے بنا جاتا ہوں میں اے صرصرِ محشر
ترا جھونکا بھی مجھکو شانۂ زلفِ تمنا ہے

قلق دروازۂ حسرت جس سے ہے الٹا دیکھ منظر
مری بربادیوں نے خوب اپنا گھر بنایا ہے

وہ گو چھوٹی سہی لیکن رگ و پے میں اتر آئی
تری جو بات ہے میرے لئے سرجوشِ صہبا ہے

وفا اس گریۂ بے رونقی میں بھی ہے اک رونق
ہمارا رنگِ مضموں اشکِ خوں بن کر ٹپکتا ہے

کیا کیا ہجوم ہیں ستمِ روزگار کے
دن پھر گئے ہیں گردشِ لیل و نہار کے

گھٹتے نہیں مزے دلِ امیدوار کے
چٹکے بھی دیکھئے نمکِ انتظار کے

حیرت میں کب ہیں دخل کسی اعتبار کے
پردے اٹھا دیئے ہیں تماشائے یار کے

معشوقِ خورد سال ہے سرمایۂ امید
آتا ہے وقت جاتے ہیں دن انتظار کے

دوزخ ہو آفتابِ قیامت ہو صور ہو
پہلو بدل گئے ہیں دلِ بے قرار کے

شوخی تو چلتی پھرتی ہوئی چیز رہ گئی
انداز دیکھ شیوۂ تمکینِ یار کے

پیشے سے ہے انتہائے حوادث کی ابتدا
اس سلسلہ میں ہم بھی ہیں دانے شمار کے

طوفانِ بے تمیزیِ دستِ جنوں نہ پوچھ
ٹکڑے اڑائے دامنِ صبحِ بہار کے

میں دشمنوں کے ہاتھ سے چھوٹا ہوں بعدِ مرگ
اب دوست ہیں شریک مرے حالِ زار کے

ظالم تجھے بھی کچھ تو مزہ آئے قتل میں
کر ذبح آستینِ قبا کو اتار کے

آنکھوں میں سرمہ لب پہ مسی ہاتھ میں حنا
آئینۂ شباب میں جلوے بہار کے

بہکے ہے یہ تری قدم و لغزشِ قدم
قربان موجِ بادہ ہے رفتارِ یار کے

میں سادہ دل فریبِ تمنا میں آ گیا
نقشے جمائے وعدۂ بے اعتبار کے

اے بختِ بد تو یہ کہ پھر مرگِ ناگہاں
تیور دکھا گئی مجھے انجامِ کار کے

بیداد چرخ سختیِ جاں طعنۂ ندیم
ضامن ہیں میری زندگیِ مستعار کے

پھر ہم ہیں اور مہرِ قیامت کی تاک جھانک
پھندے لگائے بیٹھے ہیں شبہائے تار کے

پھر سامنے ہے کوچۂ آوارگیِ شوق
پھر پاؤں ہو گئے دلِ بے اختیار کے

پھر چل بسی مرضِ بیتابیِ جنوں
اُلٹے ہیں پھر ورق جگرِ داغدار کے

پھر اختلاطِ نشترِ غم چھیڑنے لگا! ‏— پھر کچھ پتے چلے ہیں رگِ انتظار کے

آرامگاہِ برق ہے پھر بسترِ خیال ‏— جلسے ہیں گرم حسرتِ بوس و کنار کے

وہ آنکھ وہ نگاہ وہ دل وہ قلق کہاں ‏— مرجھا گئے ہیں پھول شبِ انتظار کے

تم کھاتے ہو **وفا** کی قسم بزمِ غیر میں
قربان اپنے طالعِ ناسازگار کے

کسی کے حسنِ دلکش میں فروغِ لایزالی ہے ‏— کہے دیتا ہے آئینہ کہ یہ شانِ جمالی ہے

ہجومِ بیکسی نے اک نئی صورت نکالی ہے ‏— بھرا آتا ہے دل اور پہلوئے امید خالی ہے

بس اے طولِ امل! تیرا علاج آخر کہاں ہوگا ‏— کہ محشر بھی تجھے اک تختۂ مشقِ خیالی ہے

فلک نے دیدیئے دلکو ہزاروں داغ ناکامی ‏— زمانہ پھر بھی کہتا ہے کہ نقطوں سے تختہ خالی ہے

خدایا دیکھ لے میری ندامت بخشدے مجھکو ‏— یہ کیا کم ہے بھری محفل میں میرا ہاتھ خالی ہے

مٹی ہے جس پہ کثرت ہے وہ تیرا جلوۂ وحدت ‏— وہ عالم لوٹ ہیں جس پر وہ تیری بیمثالی ہے

ہوائے تیغِ بیکسی نے اڑا دی ہے خاکساروں کو ‏— الٰہی کس ترقی پر دماغِ پائمالی ہے

تماشہ ہے کہ پہلے سے زیادہ کھل گئیں آنکھیں ‏— فلک نے وادیٔ ایمن سے آ کے خاک ڈالی ہے

چھپے ہو آئنہ میں اور آئینہ سے باہر ہو ‏— جو بے پردہ میں ہو بے پردہ وہ حسنِ لاابالی ہے

نگاہِ بیحیا چھان لے جلوے حسینوں کے ‏— انھیں ذروں میں پنہاں برقِ حسنِ بیمثالی ہے

بلائیں پھنس گئی ہیں اچھو ٹکر اب جا نہیں سکتیں ‏— تری زلفوں کا اک پھندا مری آشفتہ حالی ہے

غضب ہے ناصحِ بیرحم بیدردی سے کہہ بیٹھا ‏— تم اسکو پیار کرتے ہو جو صورت مٹنے والی ہے

ثنائے صاحبِ معراج ہرگز ہو نہیں سکتی ‏— کہ میرے ذہن میں پستی ہے اور مضمون عالی ہے

**وفا** شعر و سخن کا کام کیا افسردہ خاطر کو
فقط اک غم غلط کرنے کو یہ صورت نکالی ہے

جہانِ حزیں پڑھی ہوئی کوسوں علم سے ہے ‏— پھر بھی مجھے گلہ مرے اندازِ رم سے ہے

وہ خرمن امید ہوں الم گشتگی نصیب
جس کی نمود جلوۂ برق ستم سے ہے

کیا پوچھتا ہے رتبۂ ناموس حسن دوست
پردہ بھی ہے تو چشم غزال حرم سے ہے

یارب مری بساط میں رکھا ہوا ہے کیا
ہاں! اک امید عفو کی تیرے کرم سے ہے

رفتار دلفریب کی تمکیں تو دیکھیے
لپٹا ہوا وہ نقش قدم بھی قدم سے ہے

دم توڑنے سے ناامید؟ اے درد جانکنی!
باندھا ہوا طلسم وفا ایک دم سے ہے

ظالم کو فکر ظلم نے مجبور کر دیا
تیغ ستم لگی ہوئی ذوق ستم سے ہے

اس سادگی پہ وعدۂ رنگیں کو دیکھنا
رنگت بھی کچھ چڑھی ہوئی جھوٹی قسم سے ہے

جاتا ہوں داستان خوشی لیے ہوئے
کہتی ہے موت چل! کہ تقاضا عدم سے ہے

پردہ ہے اور پردے سے باہر ہے جوش ناز
لو قید کچھ بڑھی ہوئی انداز رم سے ہے

اب میں ہوں اور تصور مژگان دلنشیں
یک گونہ ربط پھر خلش دمبدم سے ہے

طول امل سے چارۂ حرماں؟ خوشا خیال
امید صبح حشر کی شام الم سے ہے

افسردگی ہے دشمن امید کیا کروں
یہ مجمع خیال وفا اس کے دم سے ہے

کسکی نگاہ گرم نے تڑپا دیا مجھے
جلتے ہیں ہاتھ چھو نہیں سکتی قضا مجھے

کیا گرمجوشیوں میں مزا آ گیا مجھے
اپنی بغل میں لے گئی برق فنا مجھے

جلوہ یہ کہہ رہا ہے چھپاتا ہے کیا مجھے
پردہ پکارتا ہے کہ ظالم اٹھا مجھے

کھلتی نہیں حلاوت ذوق وصال یار
یہ تلخکامیوں نے چکھایا مزا مجھے

قدرت نہیں کہ حشر میں فریاد کر سکوں
آنکھیں دکھا گئی نگہ سرمہ سا مجھے

وحشت نے زندگی سے بھی پہلو بدل دیئے
کمبخت اضطراب ہے راحت فزا مجھے

کھولے شباب حسن نے بند نقاب حسن
اے چشم شوق رنگ تماشا دکھا مجھے

ڈرتا ہوں میں کہ رشتہ امید کٹ نہ جائے
لپٹی ہے اس کی برش تیغ ادا مجھے

ہے ہے وصالِ غیر سے بھی یگانگی ہے ۔۔۔ تم بیحجاب ہوگئے آئی حیا مجھے

کہیئے تو کیا جواب ہے اس لطفِ خاص کا ۔۔۔ لکھتا ہے مہرباں بتِ نا آشنا مجھے

دونوں جہان دیتے ہیں اور پوچھتا ہوں میں ۔۔۔ قسمت سے ملگیا دلِ بے مدعا مجھے

اپنی تباہیوں کا بیاں کیا کروں **وفا**
عبرت سے دیکھ لیتی ہے میری قضا مجھے

ق

یاد آتا ہے وہ لطفِ زندگانی ہائے ہائے ۔۔۔ ہم بغل اک حاصلِ عمرِ جوانی ہائے ہائے

سر سے پا تک اک بہارِ ناز کیا باغِ امید ۔۔۔ حسنِ آفت کار کی بے پروا عنانی ہائے ہائے

شاہدِ رنگیں قبا جسکا نمونہ شاخِ گل ۔۔۔ وہ خرامِ ناز اُسکی گلفشانی ہائے ہائے

جوشِ مستی سے دوپٹہ بھی سنبھل سکتا نہ تھا ۔۔۔ ٹپکا ہی پڑتا تھا رنگِ نوجوانی ہائے ہائے

عشقِ وحشت آشنا زندانِ عصمت میں اسیر ۔۔۔ حسن بے پردہ کفیلِ پاسبانی ہائے ہائے

عشق ممنونِ نوازشہائے پیہم واہ واہ ۔۔۔ حسن مصروفِ کرمہائے نہانی ہائے ہائے

ہر سخن اک وعدہ ہر وعدہ طلسمِ ناز تھا ۔۔۔ دلفریبی دلربائی دلستانی ہائے ہائے

ہر اشارہ تھا ادب آموزِ رنگیں آرزو ۔۔۔ دیدہ و دل کو تھی حاصل ہمزبانی ہائے ہائے

نازشِ پنہاں کے پردہ میں ہزاروں التفات ۔۔۔ رنجشِ ظاہر سے پیدا مہربانی ہائے ہائے

وہ نگاہِ بیحیا اک چھری چلتی ہوئی ۔۔۔ اور پھر دلمیں نئی ریشہ دوانی ہائے ہائے

جلوۂ برقِ تجلی کی چمک بڑھتی ہوئی ۔۔۔ اور میں محوِ جوابِ لن ترانی ہائے ہائے

دل نچھاور جسکو اے وہ اک خاص اندازِ وفا ۔۔۔ میں سمجھوں جسکو [illegible] نہانی ہائے ہائے

ہمنشیں وہ جوشِ صہبائے ہم آغوشی نہ پوچھ ۔۔۔ پھر چھلکا تھا جامِ عیشِ نوجوانی ہائے ہائے

اب وہی میں ہوں **وفا** اور ماتمِ صد آرزو ۔۔۔ اب وہی دل اور وہی پچھلی کہانی ہائے ہائے

پردۂ فرقت پڑا ایسا کہ اُٹھ سکتا نہیں ۔۔۔ کاش اُٹھ جائے حجابِ زندگانی ہائے ہائے

بختِ خوابیدہ ہے اپنا اور تنزلِ شامِ یاس ۔۔۔ دل ہے اور امید و غم کی میزبانی ہائے ہائے

توفیق ہو تو دونوں جہاں بھی سمیٹیے
ہمت پڑے تو چارۂ حرماں نکیجیے

ناخن کو دل میں توڑ کے بس چھوڑ دیجیے
یادِ جگر خراشیِ پیکاں نکیجیے

خنجر سے بات کرنے کی حسرت نکھینچیے
دشنہ سے منہ لگا نیکا ارماں نکیجیے

ناچار اپنا ہاتھ ہی رکھ لیجے زیرِ سر
لیکن امیدِ زانوے جاناں نکیجیے

لبہائے زخم دیکھیے اور خوب روئیے
امیدواریِ لبِ خنداں نکیجیے

دلبستگی کو عقدۂ امید سونپیے
مجموعۂ خیالِ پریشاں نکیجیے

گھر لوٹ لیں **وفا** جو نہیں ہے نہیں سہی
سر کاٹ لیں زباں کے عوض ہاں نکیجیے

دیکھا اے ذوقِ تجلیہائے پنہانی مجھے
وہ ہے پردہ میں سرِ بازارِ حیرانی مجھے

تیری اور میری خموشی چشم و دل کی ترجماں
کتنی آسایش مجھے ہے کتنی آسانی مجھے

اسکو اپنا جانکر سب کہدیا رازِ نہاں
کیا سمجھتا تھا کہ پھر ہوگی پشیمانی مجھے

پردے پردے میں کھلا شیرازۂ اجزاے دل
یاد آئے جب تبسمہائے پنہانی مجھے

کھتی ہے شوخی حجابِ چشم سے نکلے نگاہ
کھتی ہے شرم و حیا سونپی ہو دربانی مجھے

لاکھ پرکاری سے بہتر ایک تیری سادگی
لاکھ دانائی سے بڑھکر ایک نادانی مجھے

زخمِ دل کا ٹانکنا تھا باندھنا امید کا
ہوگئی جمعیتِ دل سے پریشانی مجھے

اب قفس میں ہوں چمن میں بلبلِ تصویر تھا
کب ملی تھی فرصتِ بال و پرافشانی مجھے

اے **وفا** اب خانۂ راحت میں رخنہ پڑگیا
بیکسی دکھلا گئی تصویرِ ویرانی مجھے

موج زن تھی رگِ صہبا لبِ جاناں میں کبھی
کیا مزہ تھا گزکِ خندۂ پنہاں میں کبھی

خوب دیکھا ہے قیامت کا تماشہ ہمنے
لیٹی پھرتی تھی تری گردشِ داماں میں کبھی

اب سلگتا ہے تنِ زار تو کیا ہوتا ہے
یاد ہے آگ لگائی تھی رگِ جاں میں کبھی

خواب نے طالعِ عشاق کا گھر دیکھ لیا
نملی اسکو جگہ دیدہ درباں میں کبھی

بیٹھکر پردہ میں کیا پاؤں نکالے تم نے
تپشِ برق نہ تھی جلوہ پنہاں میں کبھی

ایسی خونریز نہ تھی جنبشِ ابرو پہلے
ایسی تیزی بھی نہ تھی دشنہ مژگاں میں کبھی

ہائے وہ وقت کہ رہتے تھے تبسم بنکر
مسی آلودہ لبِ نازکِ جاناں میں کبھی

کھولدو بندِ قبا یاد کرو وعدہ وصل
ہاں لگائی تھی گرہ گوشہ داماں میں کبھی

اے **وفا** حسرتِ جنت ہے اگر دنیا میں
بیٹھیے حلقہ آغوشِ حسیناں میں کبھی

لذتِ درد یہی ہے کہ دل و جاں ہوجائے
انتہا زخم کی یہ ہے کہ نمکداں ہوجائے

ایسے رم خوردہ سے جمعیتِ دل کیا چاہو
دیکھکر اپنی ادائیں جو پریشاں ہوجائے

اے فلک اس تری تعلیم کا کیا کہنا ہے
ہم تو برباد ہوں وہ فتنہ دوراں ہوجائے

حسرتِ دید کی جی بھر کے تلافی کیجے
اُنکی چلمن جو کبھی اپنا گریباں ہوجائے

اس جفا پر بھی جو امیدِ وفا ہے مجھکو
تجھسے بیرحم سے کہدوں تو پشیماں ہوجائے

کام ایسا کوئی بگڑے کہ بنا دے دم پر
مشکل ایسی کوئی پڑ جائے کہ آساں ہوجائے

پھانس وہ سینہ میں بیٹھے کہ جگر تک اُترے
نشتر ایسا کوئی ڈوبے کہ رگِ جاں ہوجائے

ہائے اے جوشِ قلق میرے تصور کیلیے
گوشہ خاطرِ احباب بھی زنداں ہوجائے

کاش وہ ٹوٹ ہی جائے جو نہیں کھل سکتا
آپ کا بندِ قبا آپ کا پیماں ہوجائے

ہوں وہ ناکام اگر پیار سے بھی تم دیکھو
نگہِ لطف بھی دشنہ مژگاں ہوجائے

زندگی میں نہیں محسوب نہ کچھ شاملِ مرگ
ہائے وہ وقت کہ صرفِ غمِ ہجراں ہوجائے

سر سے اب تک ہوس تمنا جو کوئی حرفِ خوشی
دلمیں اپنے کبھی آجائے تو ارماں ہوجائے

صورتِ ہوش اُڑا دے وہ نگاہِ بیباک
پردہ بادہ میں گو نشہ بھی پنہاں ہوجائے

قتل ہونا مجھے ہنگامہ عشرت ہے **وفا**

سحرِ عید ہو وہ تیغ جو عریاں ہو جائے

کیا کہوں اب تخلِ دل کی بھی یہ صورت ہو گئی
پھوٹی جو شاخِ تمنا بڑھ کے حسرت ہو گئی

سادگیِ شوق سے میری یہ حالت ہو گئی
وصل میں اُن کی حیا مجھکو مروت ہو گئی

آ گئی بس آ گئی ٹلتی نہیں آئی ہوئی
کیا شبِ فرقت کوئی میری طبیعت ہو گئی

تو ہے وہ برہم زنِ بزمِ دل اے افسردگی
آرزو پہلے ترے آنے سے رخصت ہو گئی

لائے تجھکو راہ پر آخر ہم اے پردہ نشیں
رفتہ رفتہ شرم بھی طرزِ شرارت ہو گئی

ہم بھی ہیں مجبور اب تم پر جو پیار آنے لگا
تم بھی ہو ناچار جب تم سے محبت ہو گئی

اُس پری وش کا تصور آہوِ رمدیدہ ہے
وہ تو کیا اب اُسکے سایہ کو بھی وحشت ہو گئی

اک حدیثِ آرزو اور راہزن انبوہِ یاس
لب تک آنے بھی نہ پائی تھی کہ رخصت ہو گئی

عشق اور سو سو طرح کی چھیڑیوں بگڑی نہ کام
بات چپ رہنے کی تھی بڑھ کر شکایت ہو گئی

پھر اک آشوبِ دلِ ویراں کا خیال آیا مجھے
بیکسی کو یاد پھر اگلی مصیبت ہو گئی

پھر سے ہے نیرنگِ نظر آئینہ تصویرِ دوست
پھر وہی چشمِ تمنا محوِ حیرت ہو گئی

پھر تصور میں تجلی کا اثر پیدا ہوا
دیکھنا پھر کسقدر آنکھوں کو راحت ہو گئی

زلفِ خوباں کیطرح پھر کھلگیا دامِ ہوس
قید کو مژدہ کہ آزادی سے فرصت ہو گئی

زندگی اپنی سراسر غم کا ہے اک سلسلہ
انتہا محنت کی جو ٹھیری وہ محنت ہو گئی

اے **وفا** اب چارہ فرما تنگ آکر کیا کریں
زہر نوشی کی مجھے کمبخت عادت ہو گئی

مجمعِ اہلِ مصیبت میں بیاں رہتا ہے
مٹنے والوں کا یہی نام و نشاں رہتا ہے

کونسی چال ہے جو تم سے خطا ہوتی ہے
کونسا بھید ہے جو تم سے نہاں رہتا ہے

غمزۂ غماز، نگہ شوخ، طبیعت بیباک
جو لگاوٹ کا ہے پہلو وہ کہاں رہتا ہے

ہمدم اِس کشمکشِ روح سے کیونکر چھوٹوں
یہ وہ دشنہ ہے کہ تا مرگ رواں رہتا ہے

یادگارِ دلِ افسردہ سویدا ہو نہ کیوں
شمع بجھتی ہے تو کچھ دیر دھواں رہتا ہے

قابلِ داد ہے اپنی بھی متاعِ کاسد
مفت دل لیتے ہیں پھر اُنکڑیاں رہتا ہے

صورتِ آتشِ خاموش نہ بجھائے کہیں
دل میں کچھ حوصلۂ ضبطِ فغاں رہتا ہے

گو **وفا** عشق سے تائب ہیں مگر ہاں ابتک
کچھ نہیں ہے تو دعا گوئے بتاں رہتا ہے

بھولونگا میں جنوں کے نہ احساں کیے ہوئے
گھر سیکڑوں دکھائے ہیں ویراں کیے ہوئے

ہمکو بھی اپنے سامنے تم رکھ کے بیٹھنا
ہم بھی ہیں مثلِ آئینہ حیراں کیے ہوئے

میں سجدہ گاہِ شوخیِ چشمِ غزال ہوں
بیٹھا ہوں یادِ دیدۂ جاناں کیے ہوئے

ڈرتا ہوں بے تمیزیِ دستِ جنوں سے پھر
دامن کو جیب اور جیب کو داماں کیے ہوئے

دیکھوں تو آپ بزم سے کیونکر اٹھائینگے
بیٹھا ہوں میں بھی حشر کا ساماں کیے ہوئے

ہاں اے ادائے شرم ذرا کھل کہ ہم ہیں پھر
مشتاق یک تبسمِ پنہاں کیے ہوئے

رخصت ہوا ہے کونسا غربت نصیب آج
صبحِ وطن ہے چاک گریباں کیے ہوئے

کیونکر وہ آنکھ دیکھ سکے خار خارِ غم
جو ہے نظارۂ گل و ریحاں کیے ہوئے

پھر دوڑتا ہے دل کی طرف اک ہجومِ یاس
مجموعۂ امید پریشاں کیے ہوئے

پھر آرہا ہے خانۂ راحت میں سیلِ عشق
صد خانمانِ عیش بیاباں کیے ہوئے

دشمن کی چشمِ بد کا **وفا** تم کو ڈر نہیں
پھرتے ہو زخمِ دل کو نمایاں کیے ہوئے

پیار کھلتا ہے حیا سے تیری
لطف بڑھتا ہے جفا سے تیری

دل سے جلتا ہوں کہ کچھ ملتا ہے
گرہِ بندِ قبا سے تیری

محفلِ اہلِ وفا سرد ہوئی
گرمیِ بزم جفا سے تیری

تو گرفتار ہوں خوش ہوتا ہوں
رنجشِ لطف نما سے تیری

اسقدر شرم نکر پردہ نشیں!
پردہ رسوا ہے حیا سے تیری

جانکنی ہو گئی پیماں شکنی
ہم تھے امید **وفا** سے تیری

کیا کیا مری بغل میں اُٹھیں پیچ و تاب ہے
فرقت سے بڑھکے وصل کی حالت خراب ہے

چھپنے سے تیرے اور بھی انداز کھل گیا
طرزِ حیا یہ کہتی ہے تو بے حجاب ہے

میرے گناہ اُس کے کرم سے یہ کہتے ہیں
تیرا حساب ہے نہ ہمارا حساب ہے

پھر دلکو بندھ گئی ہے ہوائے نگاہِ مست
پرواز شوق جنبشِ موجِ شراب ہے

ہاں فتنہ ہے وہ قہر کا تھم تھم کے جو اٹھا
ہاں آنکھ وہ غضب کی ہے جو نیم خواب ہے

بے کھٹکے ایک راہ پہ جاتا ہے پیک عمر
کوئی نہ رہنما نہ کوئی ہمرکاب ہے

آئے نظر بہار کے پردہ میں لاکھ رنگ
کیونکر کہیں کہ حسن کو ہمسے حجاب ہے

سو داغ جائے نقطہ دیئے یادداشت کو
کیا دل بھی اے فلک ورقِ انتخاب ہے

خلوتگہِ وصال میں بے پردگی تو دیکھ
کہتا ہے شوق! اسپہ بھی حجاب ہے

وہ عارضِ نگار پہ خط کی نمائشیں
یہ جانیئے کہ موسمِ گل کا شباب ہے

آخر تو میری واسطے میں تیرے واسطے
اے مرگ روزِ وعدہ یہ کیا اضطراب ہے

باقی نہیں ہے کچھ دل خانہ خراب میں
اور ہے تو شکوہ ستمِ بیحساب ہے

آئینہ دیکھ! مجھسے مقابل طلب نہ کر!
تو لاجواب آپ ہی اپنا جواب ہے

کیا وعدۂ اجل سے ہو تسکین اے **وفا**
جس کا تجھے خیال ہے وہ ایک خواب ہے

روزِ ازل غم کو لیکر میں نے پوچھا اور ہے
میری قسمت بول اُٹھی تھوڑی تمنا اور ہے

کہتی ہیں ہر ہر ادا پر اُسکی بزم آرائیاں
یہ تماشا اور ہے اور وہ تماشا اور ہے

گو ادب سے مان لوں ہے پاک جنت کی شراب
پھر کہونگا میں کہ یہ سرجوشِ صہبا اور ہے

واہ ری صورت گری نقاش کچھ کہتا نہیں
نقش اک اک بول اٹھتا ہے یہ نقشا اور ہے

ہائے نیرنگ تمنا مرتے مرتے تک مجھے
انتظار یک نگاہ مہر افزا اور ہے

دل ہوا صرف وفا ہمت ہوئی تاراج غم
چھٹ چکا ہوں سب اجل کا اک تقاضا اور ہے

تلملاتی ہیں نگاہیں پیش نور آفتاب
دیکھکر جسکو کھلیں آنکھیں وہ جلوا اور ہے

اے **وفا** یہ دل کہاں سوز و گداز دل کہاں
ذوق دنیا اور ہے آرام عقبا اور ہے

چرخ ہمپر بھی اک تیرے سوا اور سہی
تجھسا ہاں دشمن ارباب وفا اور سہی

سوے دشمن نگہ شوخ ادا اور سہی
تمسا غارتگر ناموس حیا اور سہی

پڑ گئے رشتۂ امید میں جب سو عقدے
اُن میں اک وہ گرہ بند قبا اور سہی

دل ہے آئینہ تو ہیں عکس فگن بھی لاکھوں
تم نہیں تمسا بت ہوش ربا اور سہی

خواہش وصل میں دل بھی ہے جگر تک چاک
غنچہ تیرے لیے آغوش کشا اور سہی

تم یہ کیوں سمجھو کہ ہم دیکھکے پھر جیتے ہیں
بھولکر اک نگہ مہر فزا اور سہی

بندھ کے ٹوٹا ہے طلسم دل عاشق سو بار
ایسا ہی آپ کا پیمان وفا اور سہی

عشق اگر خانہ خرابی کیلئے کچھ کم ہے
اے فلک سر پہ مرے تازہ بلا اور سہی

جسطرح سرمہ ہے آنکھوں میں مروت بھی ہو
جسطرح غیر ہے نظروں میں **وفا** اور سہی

جان و تن کہتے ہیں کسکو جان و تن میں کون ہے
ظاہر و باطن میں ہیں تو ہے ما و من میں کون ہے

سرمہ ناز ان ہے کہ چشم سحر فن میں کون ہے
بلبلیں کہتی ہیں کہ ہمسا یاسمین میں کون ہے

میں ہی اک غم دوست تھا اب میں ہی ہو غربت نصیب
درد دل لکھوں کسے میرا وطن میں کون ہے

کیا کہوں کس سے کہوں میں یہ کہ لیکن کسطرح
کون ہے پردہ کے اندر انجمن میں کون ہے

لاش بھی گم ہو گئی تھا میں بھی کیا ننگ وجود
بے نشانی کہہ رہی ہے اب کفن میں کون ہے

اے خرابی مژدہ ہو تجھکو کہ جاتے ہو سے گل
خاک اڑتی ہے چمن میں اب چمن میں کون ہے

میں ہوں مژگانِ شکستہ ورنہ یاں میرے سوا
یوں کھٹکتا دیدۂ بیرحمِ گلچیں میں کون ہے

اُس نگاہِ شوخ کی پہچان یہ ہے دیکھنا
پیشتر وہ سب سے غزالانِ ختن میں کون ہے

ہر جگہ ریشہ دوانی کی ہے تیرے رنگ نے
سنبل و گل لالہ و سرو و سمن میں کون ہے

دیکھنا اے عشق بس تیشہ نہ چھوٹے ہاتھ سے
واسطے بھی اسکے مرگِ کوہکن میں کون ہے

دیکھ اعجازِ ہم آغوشی کہ اب میں ہی نہیں
تو ہے میرے پیرہن میں پیرہن میں کون ہے

اے وفا اک میں ہوں بس اور ماتمِ صد آرزو
روؤنگا تنہا مرے بیت الحزن میں کون ہے

خوابِ عدم ہے اور وہی نقشے وصال کے
پھنسا میں ہوں ابھی اسی دامِ خیال کے

ہے ہے یہ نرمیٔ قدم و لغزشِ قدم
قربان موجِ مے تری مستانہ چال کے

چپ رہنے ہی سے کھلتی ہو یہ بات ایجذا
ہیں داد خواہ اپنے لبِ بے سوال کے

اب یاس نے بجھا دیئے صد داغِ آرزو
یہ بھی چراغ تھے تری بزمِ خیال کے

انصاف ہو تو حشر کو پہنچائے آسماں
صدقے میں اک ہمارے دلِ پائمال کے

آئینہ تجھکو دیکھ کے نادم ہے اسقدر
جو ہر بھی قطرے ہیں عرقِ انفعال کے

رنگِ حنا ہے اُسکے کفِ پا سے آشکار
پا لیتی ہے بہار قدم نونہال کے

اُس شوخِ نازنیں کی کمر اور وفا کا دل
مضموں ہیں دونوں یہ کسی نازک خیال کے

اک دھوم تھی مصیبتِ روزِ حساب کی
تعبیر نکلی وہ مرے آشفتہ خواب کی

اٹھتے ہی دل میں جوشِ ہوس غرق بن گیا
دریا کے ساتھ مل گئی ہستی حباب کی

واعظ نے اتنا حرمتِ مے کا بیاں کیا
آخر کو منہ سے آ نکلی بو شراب کی

یوں دل میں آکے بیٹھی کہ گویا یہیں پہ تھی
شوخی تو دیکھنا نگہِ بے حجاب کی

تم جسقدر بگڑتے ہو اُتنے نکھرتے ہو
پھبتی نہیں بناتے ہو صورت عتاب کی

شہرہ ہے برق طور کا موسیٰ کے نام سے
ورنہ تمہیں سے ہو رہی ہمسری نہ آفتاب کی

کیا کر رہا ہے جلوۂ پنہاں کی تاک جھانک
تقدیر کھل گئی ہے تمھارے نقاب کی

وارنگی بات کیا جو قیامت سے ہم ڈریں
ہے وہ بھی اک ادا دل خانہ خراب کی

کیوں آئنہ کو خاک میں دیکھو ملاتے ہو
تصویر یہ بھی ہے مری چشم پر آب کی

آیا ہوں میں عدم سے عدم کی تلاش ہے
اٹھا ہوں خواب سے ابھی حسرت ہے خواب کی

میرا غبار پہونچے نہ کیوں پائے عرش تک
میں اے وفا ہوں خاک در بوتراب کی

تیرہ بختی مری اس رنگ سے چھائی ہوگی
صبح محشر بھی تجھے شام جدائی ہوگی

گریۂ شمع سے اب بزم میں کیا ہوتا ہے
کون روکیگا جو پروانہ کی آئی ہوگی

خانۂ آئنہ ویراں نہیں ہوتا دیکھو!
اس سے بڑھکر کہیں کیا گھر کی صفائی ہوگی

خون عشاق کی سرخی سے وہ کب جلتی تھی
تو نے اے رنگ حنا آگ لگائی ہوگی

موت بول اٹھیگی تو نے جسے دیکھا ہوگا
آنکھ کہدیگی جدھر آنکھ اٹھائی ہوگی

جان اور غیر کی تصویر میں یوں پڑ جائے
اپنے سینے سے مگر تم نے لگائی ہوگی

رشتۂ نکہت گل پاؤں میں اب الجھا ہے
کسطرح دیکھئے بلبل کی رہائی ہوگی

اوسکے بیمار کے گھر ہے یہ ہجوم حسرت
اے اجل تیری بھی مشکل سے رسائی ہوگی

ضبط کرنا ہی پڑیگا غم الفت مجھ کو
داغ دل کی بھی گر چشم تماشائی ہوگی

جانتا ہوں تری تصویر کے لیجاتے ہیں
در فردوس پہ رضواں سے لڑائی ہوگی

دست وحشت! تو سمجھ چاک کو آغوش وداع
دیکھ داماں کی گریباں سے جدائی ہوگی

بھاگنے سے ترے محروم رہا کرتا ہوں
سعد زن دور سے بھی کچھ آنکھ چرائی ہوگی

حسرت ذوق خلش ہے مجھے یارب کسکو
خار صحرا پہ فدا آبلہ پائی ہوگی

اپنے در سے نہ اٹھائیں مجھے گردن ماریں
سر رہیگا تو یہی ناصیہ سائی ہوگی

ماہ نو کی تو گرہ کھول نہیں سکتا ہے
چرخ سے خاک مری عقدہ کشائی ہوگی

ہم بھی ناچار وفا ہو گئے بغلگیر اک دن
گر لحد کی بھی آغوش کشائی ہوگی

جو عاشق شب وصال میں آئینہ دار ہے
تو ہے بغل میں پھر بھی ترا انتظار ہے

جس انجمن میں ساغر چشم یار ہے
موج شراب ہر نگہ بیقرار ہے

اس بیکسی کی داد ملے کچھ تو اے خدا
غیروں سے شکوہ دوستی روزگار ہے

ہے دل کی تاک نغمہ صبا کے پردہ میں
غفلت پکارتی ہے کہ وہ ہوشیار ہے

مثل نگاہ وہ ادھر آیا ادھر گیا
آنکھوں میں ہے بہار نہ دل کو قرار ہے

افسردگی کو جان لیا ہے شگفتگی
رنگ شکستہ بھی مجھے پیغام بہار ہے

وصل عدو پہ سر نہ جھکا پیار آگیا
جھوٹی قسم نہ کھا مجھے بس اعتبار ہے

الجھا ہوا ہے دام تمنا سے صید میں
صیاد جسکو سمجھے ہیں وہ بھی شکار ہے

دب دب کر اور دل کا برا حال ہو گیا
جب یہ پڑھا خیال کہ تو ہم کنار ہے

اس جوش گریہ میں بھی نہ مجھکو ڈبو سکی
بس دیکھنے ہی کی مژہ اشکبار ہے

جوش نگہ کا نام رکھا ہے نقاب حسن
اہل نظر کا آپ ہی تو پردہ دار ہے

طوفان مے میں بہتے ہوئے پھرتے ہیں جام
ساقی کو آج بزم میں کیا اختیار ہے

ایسی فراخ چشمی وحشت کے سر پہ خاک
عالم مری نگاہ میں مشت غبار ہے

آغوش میں ٹھہر نہیں سکتے شب وصال
وہ بیقرار ہیں جو مجھے کچھ قرار ہے

اس مٹنے پر بھی مجھسے کدورت کا ہے گماں
سمجھے ہوئے ہیں خاک میں اسکی غبار ہے

کیا میری خاک فتنہ محشر اڑائے گا
عنقا کا نقش پا جو نشان مزار ہے

آئی ہے گھر میں شام الم نذر کیا کروں
ہاں میرے پاس طالع ناساز گار ہے

بے نور رہگیا ہے شبستان آرزو
مدت سے دل چراغِ رہِ کوئے یار ہے

اے تیری شان یوں ہمیں مجبور کردیا
دل ہے ہمارا اور اُنھیں اختیار ہے

جینے کی قدر مرنے کا غم اُس سے پوچھئے
دم بھر کی زندگی کا جو امیدوار ہے

خوابِ عدم سرور سے خالی تھا وفا
ہستی ہے جسکا نام اسی کا خمار ہے

اب تو آجائے یہ حالت دلِ بیمار کی ہے
صورت بھٹکائی ہوئی چرخِ جفاکار کی ہے

یوں رگِ تاک میں کیا دوڑتی پھرتی صہبا
یہ بھی مستانہ ادا اک تری رفتار کی ہے

مہرباں بھی ہو تو مدت میں مزہ دیگا
میں ستمکش مجھے لذت ابھی آزار کی ہے

کون اٹھائے سرِ شوریدہ کی لاکھوں چوٹیں
ہمنشیں سچ ہے یہ چھاتی اسی دیوار کی ہے

دیکھ آئینہ سے رسوا نہ ہوا ای پردہ نشیں!
تجھکو سوگند مری حسرتِ دیدار کی ہے

پگھلا جاتا ہے یہاں حوصلۂ ہم سخنی
کیا ہی تاثیر تری گرمیِ گفتار کی ہے

غفلتِ مرگ سے ہر بار جو چونک اٹھتا ہوں
جستجو خواب میں بھی دولتِ بیدار کی ہے

ایکے جھٹکے میں نہ صیاد کہیں دم نکلے
سانس ٹوٹی ہوئی کچھ مرغِ گرفتار کی ہے

بزم میں نشہ بھی صہبا سے اڑا رکھا ہے
گرمیِ دست درازی نگہِ یار کی ہے

سخت جانی مری آخر کو بنی سنگِ فساں
دشنہ سے تیز زباں اب مرے غمخوار کی ہے

کیوں دمِ قتل نہ چھالے مرے دل کے پھوٹیں
جوہرِ تیغ میں لذت خلشِ خار کی ہے

تیری کوتاہیِ مژگاں کو نہ کیونکر روؤں
کچھ بھی تسکیں جگرِ تشنۂ آزار کی ہے

ابکی ہے فصلِ بہاری کی یہ وحشت خیزی
خندۂ گل میں نوا مرغِ گرفتار کی ہے

صرف ہو جاتی ہے وہ آنکھیں ہی کھلتے کھلتے
برق چلتی مجھے فرصت ترے دیدار کی ہے

خوں رگِ جوہرِ آئینہ سے بھی ٹپکے گا
گرمیِ کاوشِ بیجا مژۂ یار کی ہے

ہستیِ خستہ اُسے رکھتی ہے گو غفلت میں
[illegible] آنکھ تو ہشیار کی ہے

اس تغافل پہ فلک تیرا برا کیا چاہوں
دیکھکر اہل قیامت کو بھی جی سرد ہوا
ے کو واعظ نہ برا کہہ ترے سر پہ نہ چڑھے

اک ادا الجھیں یہ خوبان دل آزار کی ہے
یاں بھی گرمی وہی ہنگامۂ اغیار کی ہے
منہ لگائی ہوئی یہ اک بت میخوار کی ہے

اسکی اس پستی ہمت پہ وفا خاک پڑے
میرے مٹنے میں خوشی چرخ ستمگار کی ہے

دیکھی ہے شکل وہ جو دکھائی ہوئی سی ہے
اسکی جفا میں آتی ہے پھر بوے التفات
وہ شکل زندگی جسے امید کہتے تھے
ظالم بتا ہم اپنی طبیعت کو کیا کریں
روداد عشق داور محشر سے کیا کہوں
کیا جان دردمند گئی جان آ گئی

ابھری ہے پھر وہ چوٹ جو کھائی ہوئی سی ہے
کچھ پہلوے امید میں آئی ہوئی سی ہے
یوں مٹ گئی کہ تیری مٹائی ہوئی سی ہے
آئی نہیں ابھی مگر آئی ہوئی سی ہے
یہ داستاں کسی کو سنائی ہوئی سی ہے
جو چیز گم ہوئی ہو وہ پائی ہوئی سی ہے

ہیں اور وصل یار کی تدبیر اے وفا
بنتی نہیں کہ بات بنائی ہوئی سی ہے

کسطرح عہد محبت پہ یقیں لائے کوئی
گردش طالع ناساز ہو یا دور فلک
کوئی کچھ میں ہی نہیں غیر بھی ہو سکتا ہے
جسطرح اس تن نازک پہ قبا چست آئی

جب مرے لوٹتے ہو [illegible] کھائے کوئی
چلتے پھرتے اسے یاں تک تو ذرا لائے کوئی
کوستے ہو تو یہ کہتے ہو کہ مٹ جائے کوئی
کاش یوں حلقۂ آغوش میں آجائے کوئی

واہ کیا پردہ کیا جلوۂ پنہاں تو نے
غیر بھی شور محبت کے مزے لیتا ہے
واہ اے دست جنوں تو بے بہا رکھا ہے
موت کہتی ہے ادھر آکہ دکھا دوں تجھکو

رکھ لیا سامنے آئینۂ امکاں تو نے
دل نہیں تو ڈسے ہیں تو ہی پیکداں تو نے
جیب کو جیب گریباں کو گریباں تو نے
ہاں نہ دیکھا ہو اگر غمزۂ پنہاں تو نے

شوق وہ ریخ طلب - ریشۂ دوانی ابتک
تو وہ بیرحم کہ کاٹی ہے رگ جاں تونے

جو عدم سے بھی پرے کھینچ بلائیں دیکھیں
سرمہ آنکھوں میں دیا کیا شب ہجراں تونے

ہم چھپا نکلتے ہیں پردۂ شرم گناہ سے
کیا آنکھ لڑ گئی کرم عذر خواہ سے

حیرت نگاہ بنگئی جذب نگاہ سے
پیدا ہوئی ہے آنکھ تری جلوہ گاہ سے

سرگرمی تلاش نے کیا پر لگا دیے
اڑتا ہے ذرہ ذرہ تری گرد راہ سے

نازازل تو دیکھیے گویا چھپالک گیا
ساغر بھرا ہوا ہے ذوق نگاہ سے

خواب عدم کے دیکھنے والے ہیں کیوں نہ ہم
تعبیر پوچھ لیں مرے بخت سیاہ سے

آیا ہے بحر ناز میں طوفان دلبری
کیا موج حسن اٹھی ہے طرف کلاہ سے

بیم و امید کی ہے یہ صورت کہ بل گیا
گویا لب خموش لب داد خواہ سے

حیرت نے امتیاز کے پردے اٹھا دیے
فرصت طلب ہوں شوخی برق نگاہ سے

عجز گدا کی ہمت عالی کو دیکھنا
لپٹا ہے بازوے کرم بادشاہ سے

رشک نصیب غیر سے روتا ہوں ہائے ہائے
احباب خوش نہیں مرے حال تباہ سے

ہم بھی گئے تھے حضرت موسیٰ کے ساتھ ساتھ
آنکھیں بہت سی لائے تری جلوہ گاہ سے

خورشید حشر صورت زنگار آئنہ
ملکر چھپا ہوا مرے روز سیاہ سے

الفاظ خونچکاں ہیں مضامیں جگر خراش
اے ہم صفیر داد سخن آہ آہ سے

دست فنا میں اک ورق سادہ ہوں وفا
آیا نہ مجھ پہ حرف سپید و سیاہ سے

دل میں رہکر چھپا کرے کوئی
آنکھ بنکر حیا کرے کوئی

ہم سے مانا وفا کرے کوئی
چارۂ یاس کیا کرے کوئی

اسکی شوخی پکارے کہتی ہے
کھل گئے ہم چھپا کرے کوئی

تری محفل سے فتنہ گر کبتک
درد بن کر اٹھا کرے کوئی

ناز ہے اپنی بینیازی پر
وقفِ محنت زہا کرے کوئی

صبر ایوب سے غرض کس کو
شکرِ نعمت ادا کرے کوئی

رشک دشمن بھی ہے عزیز مجھے
تیری باتیں کیا کرے کوئی

دونوں عالم کو کیا کروں لیکر
قیمتِ دل ادا کرے کوئی

تو بگاڑے تو پھر بنائے کون
تو جو روٹھے تو کیا کرے کوئی

جرأتِ ناز تاب فرسا ہے
کیا کہے اور کیا کرے کوئی

سرِ محشر بھی یہ تقاضا ہے
ہاں ہمارا گلا کرے کوئی

ہائے کس دل سے کہدیا اُس نے
غیر بنکر ملا کرے کوئی

دولتِ حسن و عشق بڑھتی جائے
آپ کو سیں دعا کرے کوئی

کاش وہ انتظارِ مرگ سہی
درد ہو کر دوا کرے کوئی

اپنے آئینہ سے مکدر ہو
خاک تم پر مٹا کرے کوئی

دل ہوا دو ہی درد سے خالی
اب نمکدان بھرا کرے کوئی

زخم کمبخت جی چرانے لگا
نمک افشاں ہوا کرے کوئی

اے وفا بعدِ میرزا غالب
ہاں غزل یوں لکھا کرے کوئی

لن ترانی کا مزا جاتا ہے
آپ آئینہ بنا جاتا ہے

غیر بھی دوست ہوا جاتا ہے
بیکسی لطفِ وفا جاتا ہے

بینیازی کا نتیجہ یہ ہے
ناز سے ناز کھنچا جاتا ہے

میں ہوں اُس وادیِ حسرت میں جہاں
قافلہ رو بقضا جاتا ہے

بیدلیہائے مصیبت ہے ہے
حشر بالیں سے اٹھا جاتا ہے

دل کو پوچھا تو گرا کر پوچھا
کیا کوئی غش ہے کہ آجاتا ہے

یاس سے پاؤں کھنچا ہے آخر
ہاتھ دامن سے کھنچا جاتا ہے

سادہ وضعی کی ہے یہ پرکاری
سرمہ نظروں سے گرا جاتا ہے

بے حجابی ہے عفت کا پردہ
جتنا کھلتا ہے چھپا جاتا ہے

کتنی دلکش ہے تباہی اسکی
جو بگڑنے سے بنا جاتا ہے

صبر کو سمجھے ہو راحت طلبی
شکر اک شکوہ ہوا جاتا ہے

موت کے بعد ہیں الکوان طلب
کیا یہ اندوہ وفا جاتا ہے

وحشت بیکسی شوق نہ پوچھ
نقش پا آگے بڑھا جاتا ہے

گردش بخت ہی کچھ کام آئے
گھر تو برباد ہوا جاتا ہے

اے وفا شرح قلق کیا لکھیے
رنگ مضموں بھی اڑا جاتا ہے

یہ دکھا جاؤ کہ نیرنگ قیامت کیا ہے
یہ بتا جاؤ کہ ہنگامہ کی صورت کیا ہے

بیدلیہائے تمنا یہ مصیبت کیا ہے
لب خاموش کی پردہ میں شکایت کیا ہے

جان و دل اک نگہ ناز کی قیمت کیا ہے
کیوں لٹے جاتے ہو ایسی بھی مروت کیا ہے

ہائے پھر شوخی مضمون اشارت کیا ہے
غمزہ کہتا ہے مری طرز عبارت کیا ہے

دام پھیلائے ہیں پھر کسکی دل آرائی نے
حسن در پردہ کو اس قید پہ فرصت کیا ہے

پھر عدم نقطہ پرکار سویدا ٹھیرا
مجھکو منظور پھرا ہے گردش قسمت کیا ہے

پھر مجھے شکوہ کوتاہی مژگاں کیوں ہے
پھر دل تشنہ آزار کی حالت کیا ہے

پھر بتا دے مجھے اے کشمکش رسوائی
اڑتی پھرتی ہوئی محشر سے طبیعت کیا ہے

بجھتے ہیں سادگی شوق فنا کے نقشے
آرزو پوچھ گئی رنگ طبیعت کیا ہے

پھر بنانے سے بگڑتی ہوئی صورت کیسی
پھر نکلنے سے کھٹکتی ہوئی حسرت کیا ہے

ہائے پھر کشمکش مرگ پہ جی دکھنے لگا
جانکنی پوچھتی ہے مجھسے کہ راحت کیا ہے

خواری عشق کو پھر خاک اڑائی ہوگی
اس صفائی سے وہ کہتے ہیں کدورت کیا ہے

دہن زخم میں پانی سا بھر آتا ہے
نمک افشانی گفتار کی لذت کیا ہے

انتخاب دل مایوس ہے امید فزا
صاد کے پردہ میں پھر چشم عنایت کیا ہے

دامن برق میں کیا خوب لگائی ہے گرہ
شوخی ناز کے پہلو میں نزاکت کیا ہے

کھنچ گیا سایہ بھی مثل الف آزادی
تیرے قابو میں ترا جلوۂ قامت کیا ہے

ہوا اپنے سے تجاہل ہے تماشہ دیکھو
آپ آئینہ سے کہتا ہے یہ حیرت کیا ہے

رہ گیا جوش تکلم بھی تبسم بن کر
دیکھنا غنچہ نزاکت میں نزاکت کیا ہے

بات کا منہ سے نکلنا ہے نشان کثرت
کہہ سکے کون کہ یہ جلوۂ وحدت کیا ہے

لاگ آپس کی ہے اس لاگ پہ ہم مرتے ہیں
دشمنی کتنی ہے جو میں ہوں محبت کیا ہے

وہ اگر سامنے آجائیں تو آنکھیں کھل جائیں
پردے اٹھ جائیں تو پھر پردۂ غفلت کیا ہے

شوق تصویر دو عالم کیلئے حاضر ہے
بخت بد آئنہ خواری محنت کیا ہے

موج کیا چیز ہے گرداب میں کیا رکھا ہے
وہم کثرت کے سوا معنی کثرت کیا ہے

تیرہ بختی تجھے سوگند ہے ناکامی کی
تو کبھی تو دیکھ کہ یہ حسن طبیعت کیا ہے

اے وفا آپ ہی میں اپنے سخن ہیں گم ہو لو
ٹپکے جو غیر کی تحسین سے وہ لذت کیا ہے

جوش نظارہ ہے اور پرتو یکتائی ہے
تیری تصویر بھی اک چشم تماشائی ہے

اسطرف عکس ادھر آپ کی رعنائی ہے
آئنہ تختۂ مشق ستم آرائی ہے

جوش ہنگامۂ طوفان قیامت معلوم
دل افسردہ کو خون رگ تنہائی ہے

جسقدر چھپتے ہو اتنے ہی کھلے جاتے ہو
پردۂ شرم بھی اک محشر رسوائی ہے

بیقراری نے کہاں گرم کیا ہے بستر
پہلوئے مہر قیامت میں جگہ پائی ہے

تنگی اور اس انداز سے چٹکی لینی
ہائے یہ بھی اسی کافر کی ادا آرائی ہے

دیکھتے دیکھتے مٹ جائیں گے مٹنے والے
حسن خود بیں نے تجلی کی قسم کھائی ہے

اس سے کیا کام وہ رشک مہ و انجم ہی سہی
میں ہوں اور جلوۂ داغ شب تنہائی ہے

پیچ و شواری آوازۂ محشر کیوں ہو
ہم سمجھ لینگے کوئی چوٹ ابھر آئی ہے

آرزو کہتے ہیں کسکو یہ وہ پتھر دل تھا
در و غربت نے بھی مشکل سے جگہ پائی ہے

فتنۂ سادگی حسن قیامت ہوگا
عالم اک گردش دامان خود آرائی ہے

اے اجل اور ذرا آنکھ لگی رہنے دے
نگہ یاس چراغ شب تنہائی ہے

اے ترا نقش قدم مردمک چشم قبول
اے تری خاک قدم سرمۂ بینائی ہے

اس بہانے سے مہ و مہر کو پہچان لیا
مرحبا نور جبیں شوق جبیں سائی ہے

حسن پرکار نے کچھ رنگ ملایا ہوگا
نقش امید میں کچھ جلوۂ رعنائی ہے

دل میں کچھ عشق نے طوفان اٹھایا ہوگا
موج و گرداب کو بھی دعوی پیدائی ہے

اے وفا اب نہ سخن ہے نہ سخن کی عزت
نہ چمن ہے نہ مذاق چمن آرائی ہے

شعر کہتے ہیں کسے کہنے کی فرصت کس کو
ماتم شیفتہ و مومن و صہبائی ہے

بتا ہم پاس تو کیا ہے تری ہمت کہاں تک ہے
کہ پرواز پر امید مرغ نامہ کہاں تک ہے

اثر اس تلخ کامی کا رگ ذوق بیاں تک ہے
جسے دلمیں چھپایا تھا وہی کانٹا زباں تک ہے

ذرا دل سے تو پوچھو شوق رسوائی کہاں تک ہے
تمھاری پارسائی بھی تمھارے پاسباں تک ہے

ضرورت مجھکو رہنا غیر کی ہائے وائے مجبوری
شکایت کا مزہ بحث عشق بدگماں تک ہے

ذرا بیٹھے رہو دشمن کی باتوں میں نہ آ جانا
ہماری سخت جانی بھی فریب امتحاں تک ہے

انھیں طوفان دریائے فنا میں کیا غرض ہم سے
یہ جوش گرمی خوں آپ کی تیغ رواں تک ہے

نہ پوچھو مجھ سے میں نے غیر کو بھی ہم زباں پایا
تمھیں دیکھو تمھاری شوخی بیجا کہاں تک ہے

چلا ہے ہر نفس اک تازہ انبوہ فغاں لیکر
قیامت پر قیامت کارواں سے کارواں تک ہے

وہ باہر گھر سے عرضِ جلوہ نے پھندی لگائی ہیں
یہ بے پروا خرامی آپکی صحنِ مکاں تک ہے

چھری چلتی ہے دشنہ تیز ہے آزاد بیٹھے ہو
یہ شانِ بے نیازی غمزہائے جاں ستاں تک ہے

ابھی اک ذرۂ فیضِ ہوائے شوق باقی ہے
وہ شمع کشتہ ہوں جسکا دھواں ابھی آسماں تک ہے

طلسمِ انتظارِ شوق ہے خاکا تغافل کا
تغافل کا اثر بد مستیٔ چشمِ بتاں تک ہے

انھیں ذروں کو چھانے جاؤ آخر برق نکلیگی
اسی بے پردگی کا سلسلہ رازِ نہاں تک ہے

یہ مانا ہم نے آتش پارہ ہو شعلہ ہو بجلی ہو
پھر آخر کچھ تو ہو کہدو تمھیں فرصت کہاں تک ہے

کہاں وہ حسنِ سادہ اور کہاں دستِ حنا آگیں
تکلف برطرف یہ میری چشمِ خوں فشاں تک ہے

وفا کیا تمسے رنگِ بیوفائی بھی نہیں جمتا
اگر ضد ہے تغافل کی تو مجھسے نیم جاں تک ہے

کوئی اپنی زباں سے بلبلِ ہندوستاں ہوگا
مرے مضموں کا چرچا اے وفا اقلیمِ جاں تک ہے

پھر اہتمامِ طالعِ ناساز گار ہے
پھر امتحانِ گردشِ لیل و نہار ہے

پھر دلنشیں ہے شیوۂ رسوائی! آہ آہ
پھر ہائے ہائے روح رگِ انتظار ہے

ضبطِ وفا کا پھر یہ تقاضا کہ ہاں خموش
لب پہ ہے پھر یہ عذر کہ دل بیقرار ہے

ٹپکا رہی ہے رنگِ جنوں پھر ہوائے شوق
موجِ غبار پھر رگِ ابرِ بہار ہے

پھر نقشِ یاس بول اٹھا اے خوشا فریب
دستِ ہوس میں خامۂ جادو نگار ہے

سنلو پکارے کہتی ہے پھر مستیٔ خیال
کہدو الوید وعدۂ دیدارِ یار ہے

خاکسترِ خیال سے چمکے شرارِ شوق
پھر انتظارِ جنبشِ دامانِ یار ہے

پھر جوشِ خوابِ بختِ سیہ کو پھریں دن
پھر میں ہوں اور فسانۂ شبہائے تار ہے

نیرنگیوں میں جلوۂ صد رنگ دیکھنا
خوابِ عدم بھی آئنۂ انتظار ہے

سب کچھ سہی وفا مگر اتنا بھی سوچ لو
عالم طلسمِ آئنۂ اعتبار ہے

جمعیت کو نہیں اعتبار کو ارزانی
دل چھین لیا تو نے اے ذوقِ پریشانی

تمہیدِ اجل کیا تھی اک وضعِ تن آسانی
قسمت سے نکل آیا پہلو سے گرانجانی

فتراک دل و جاں سے ہے اک بندشِ پنہانی
کیوں پیچ میں پھرتا ہے اندازِ نگہبانی

امید کرم کچھ ہے درپئے آرائش
پھر عمر نے کھولی ہے دکانِ پشیمانی

تم چلتے نظر آئے اور ہم کو نظر آیا
اندیشے کے ہاتھوں میں آئینۂ حیرانی

کھل جاؤ تو ہم دیکھیں مل جاؤ تو ہم پوچھیں
پابندی و آزادی دشواری و آسانی

ملنا کہ جلیل اچھے اچھوں سے ریاض اچھے
نقاش ہے لاثانی ہر نقش ہے لاثانی

لاہوت سے کب پہونچی اُن کو سندِ قومی
جبریل سے کب پایا تمغائے زباندانی

ہے ہے روشِ سادہ واجب وبیت مضموں
ایجاد کی گردن پر ہے خونِ غزالخوانی

کمبخت وفا تو نے کیا چھیڑ دیا قصہ
ہاں جہل ہے دانائی ہاں علم ہے نادانی

استادِ امیر آؤ دیکھو ستم بیجا!
لٹتی ہے سخن فہمی لٹتی ہے زباندانی

ہم بھی تو ذرا دیکھیں پھر شرم کی دربانی
ہاں غمزۂ پنہانی اک پرسشِ پنہانی

فرصت کو ہے وہ فرصت آنکھوں میں کھٹکتی ہی
بربادی کی بربادی ویرانہ کی ویرانی

وحدت سے ہے وہی وحدت تم ہیر کے سمجھو
نظارے کی رسوائی اور جلوے کی ارزانی

بگڑے تو بنا دینا اصلاحِ کرم کرنا
ہے آپ کی مٹھی میں اپنا خطِ پیشانی

تمکیں پہ نظر رکھنا شوخی کی خبر لینا
قدموں سے لپٹتی ہے جولانگہِ سکانی

کھلجائے درِ جنت اے جنتِ نظارہ
آنکھوں سے ہو گلچینی پردہ سے گل افشانی

ہاں شیشۂ دل ٹوٹا ہمت سے نہیں ٹوٹا
ہے سنگِ حوادث سے پھر عرضِ گرانجانی

اپنوں سے ہیں یہ باتیں گھر والوں سے بیگانیں
پردہ میں ہے خود بینی آئینہ ہے تندانی

پھر چشمِ تماشائی محشر کا ہے گہوارہ
پھرتی ہے نگاہوں میں وہ گردشِ دورانی

مجرم ہوں سبک ہو کر رحمت پہ گراں ہونگی | بھاری ہے ترا لیہ اے داغ پشیمانی

دیکھو آئے وفاؔ ہم بھی محنت کدۂ ہستی
امید کی تھی رخصت اور یاس کی مہمانی

پھر یہ پیمانِ جاں فزا کیا ہے
ہائے یہ نازِ جاں گسل کیوں ہے
حسنِ خوباں میں سادگی کیوں ہے
کیوں لہو رنگ بن کے ٹپکا ہے
شرم شوخی سے ٹوٹی جاتی ہے
دو جہاں سے اُدھر ترا منظر
ہوں حریف آپ کے تغافل کا
التفاتِ ستم پہ مرتا ہوں
ہاتھ پردہ سے کیوں نکلتے ہیں
مجھ سے نظمِ سخن کی فرمایش

دل شکستوں کا آسرا کیا ہے
وعدۂ جرأت آزما کیا ہے
رنگ آمیزیِ ادا کیا ہے
یہ رگِ موجۂ صبا کیا ہے
جائے تمکیں میں اب رہا کیا ہے
تجھکو چلمن سے دیکھنا کیا ہے
میری فرصت کا پوچھنا کیا ہے
شکوۂ بختِ نارسا کیا ہے
جوشِ بدمستیِ حنا کیا ہے
میرے احباب کو ہوا کیا ہے

اے وفاؔ کھل گیا جو کہنا تھا
کوئی کیا جانے ماجرا کیا ہے

کرم والے ہو تم کہدو کرم ایسا بھی ہوتا ہے
قبائے تنگ سے باہر ہوئے جاتے ہو جاتے ہو
قیامت کیلئے کوئی نشاں بھی چھوڑتے جاتے
شکستِ ناز پیدا ہے ادائے کجکلاہی سے
بچھڑا برق کو گویا فشارِ سخت جانی نے
رگِ شوقِ شہادت قطع ہوتی ہے تصور سے

ستم کے ساتھ ہی عذرِ ستم ایسا بھی ہوتا ہے
کہاں جاتے ہو کیا اندازِ رم ایسا بھی ہوتا ہے
قدم کیسا اٹھا ہی نقشِ قدم ایسا بھی ہوتا ہے
تمہیں کہدو کہیں لغزش قلم ایسا بھی ہوتا ہے
جگر میں آگ اور آنکھوں میں نم ایسا بھی ہوتا ہے
کمالِ تیزیِ تیغِ دو دم ایسا بھی ہوتا ہے

ہزاروں نقش دلمیں اور خالی رنگ مستی سے
ستم اے سادگیہائے قلم ایسا بھی ہوتا ہے

تفرقۂ حیرت و اندوہ کا یکسو ہو جائے
ہاں نگہ جوہر آئینۂ زانو ہو جائے

وحشت انگیز اگر چشم پری رو ہو جائے
فتنۂ حشر بھی گرد رم آہو ہو جائے

وسعت حوصلہ و تنگی فرصت ہے ہے
کاش دم لینے کی صورت کسی پہلو ہو جائے

دل افسردہ جو بھر آئے تو دریا بنجائے
جوش امید سمٹ جائے تو آنسو ہو جائے

ان اشاروں سے نزاکت کا بگڑتا کیا ہے
پردۂ حشر میں اک جنبش ابرو ہو جائے

گرم بازاری آوازۂ محشر کیا ہے
لب خاموش دکھا دوں تو ابھی ہو ہو جائے

اس سے مرتا ہوں کہ یہ لاگ لگاوٹ ہوگی
اس پہ جیتا ہوں کہ دشمن سے خفا تو ہو جائے

تجھے پابند نزاکت کا الجھنا مشکل
مجھسا آزاد اسیر خم گیسو ہو جائے

شوق ہے عیلۂ طلب رشک سے میں در گذرا
ہو وہی میرے لئے جسکے لئے تو ہو جائے

شوق تازہ نے ابھی رنگ جمایا کیا ہے
دیکھنا کشمکش ناز کی جب خو ہو جائے

لطف تمکین حیا یہ ہے کہ شوخی بنجائے
رنگ جب ٹوٹ کے ملجائے تو پھر بو ہو جائے

اے وفا ہم ہیں اسی عالم حیرت میں جہاں
مردم چشم تصور شب گیسو ہو جائے

دل میں افسردگی دل کی یہ طغیانی ہے
مجھکو امید کرم سے بھی پشیمانی ہے

پاؤں پھیلائے ہیں جس نے وہ گرانجانی ہے
میں ہوں اور کشمکش ناز تن آسانی ہے

مژدہ اے شوق کہ پھر جلوے کی ارزانی ہے
ذرہ تا مہر زیارتگہ حیرانی ہے

آؤ دیکھیں نیرنگ شتابی دیکھو
دل غارت زدہ منت کش ویرانی ہے

عالم اک قطرۂ خوں جسکو ٹپکنا دشوار
رگ ہستی بھی رگ دیدۂ قربانی ہے

خلوت قید میں بھی حسن ہے ہنگامہ طلب
میں ہوں صیاد سے انداز نگہبانی ہے

جس سے دل جلتے ہیں وہ آپکی دلداری ہے
جس سے گھر لٹتے ہیں وہ آپکی مہمانی ہے

بھولکر کیا کہیں پردہ سے نکل آئے ہو
میرے چہرے سے عیاں کیوں غمِ پنہانی ہے

دوجہاں کو نگہِ عجز سے تولا ہم نے
میری نظروں میں ہے جو بے سروسامانی ہے

بے سٹائے کوئی مٹجائے تو شکوہ کیا ہے
التفاتِ ستمِ ناز کو آسانی ہے

جلوۂ مہرِ قیامت کے نتیجے معلوم
دستِ اندیشہ میں آئینہ حیرانی ہے

تنگیِ دہر سے باہر ہے فراغت میری
میں ہوں اور وسعتِ آغوشِ پریشانی ہے

ہاں ٹپکتا ہے انھیں باتوں سے رنگِ مستی
بیٹھکر پردے میں پردے سے گل افشانی ہے

نالے کیا ہیں لبِ افسوس کے تجائے ہیں
اب اسی پردے میں آہنگِ غزلخوانی ہے

اے وفا تشنگیِ شوق کا رونا کیا ہے
زہرہ تا دیدہ و دل تا بجگر پانی ہے

کیا امتحاں اگر ہوسِ امتحاں رہے
رگ رگ میں بدلے خوں کے نشتر رواں رہے

قسمت کی بات ہے جو کوئی ہمزباں رہے
دشنہ وہ دشنہ ہاتھ سے پہلے رواں رہے

تم عجزِ پیرپا سے اگر سرگراں رہے
ہم التفاتِ ناز سے بھی بدگماں رہے

مستی بھری ہے آنکھ میں شوخی نگاہ میں
اب شرم کسکی ہو کے رہے اور کہاں رہے

ناموسِ رشک و لذتِ آزار ہائے ہائے
تو اور ترا شریکِ ستم آسماں رہے

جینے کو اک امیدِ کرم کا بہانہ تھا
ہم جانگر ستم کشِ نازِ بتاں رہے

اے سادگیِ عجز نہ آنا فریب میں
سر خاک پر نگاہ سوئے آسماں رہے

تمکین نزاکت ہے تو کیا کیا نکریں گے
امید کے پہلو میں بھی آیا نکریں گے

کیا فلکِ کشاکش سے ہم الجھا نکریں گے
ناخن سے مگر عقدہ کو پیدا نکریں گے

لٹجائے دل و جاں کہیں چرچا نکریں گے
کٹجائے زباں ہم کبھی شکوا نکریں گے

شوخی کی یہ گھاتیں ہیں کہ وہ کھلکے چھپیں گے
پردے کی یہ باتیں ہیں کہ پردا نکریں گے

نیرنگِ دو عالم دلِ ہنگامہ طلب سے
بے پردگیِ حشر کو رسوا نکریں گے

سرمایۂ امید ہو تم چین سے بیٹھو!
ہر بات میں اک وعدۂ امید فزا ہے
وہ ظلم ہے جسکو کرم خاص کہیں گے
اے جلوۂ یکتا یہ لگاوٹ کے ہیں پہلو
دلدادۂ افسون محبت ہوں! نہ سمجھا
تم بزم تماشا سے تغافل کو اٹھادو

ہم چارۂ اندوہ تمنا نکریں گے
تدبیر غم حوصلہ فرسا نکریں گے
وہ عقدۂ مشکل ہے جسے وا نکریں گے
کہتے ہیں کہ ہم آئنہ دیکھا نکریں گے
یہ رنج اٹھائے سے بھی اٹھا نکریں گے
پھر ہم گلۂ نازش بیجا نکریں گے

وفا
بگڑا ہے ذائقہ کام تمنا
ہی زہر بھی بیٹھا تو گوارا نکریں گے

کچھ تمھیں اپنی بھی خبر ہو گی
دیکھو الجھے ہوئے سر گیسو
شب غم ہے حجاب رسوائی
راہ الفت میں ہمسفر نہ سہی
زندگی غفلتوں کا پردہ ہے
قید آئینہ سے نکل آؤ
شوخی کہتی ہے آؤ کھل بیٹھو
جس نے توڑے طلسم شرم و حیا

ہوش مستی پہ بھی نظر ہو گی
کہیں لپٹی ہوئی کمر ہو گی
حشر ہو گا اگر سحر ہو گی
بیتابی تو راہبر ہو گی
موت کمبخت پردہ در ہو گی
تم کو اس پردہ میں نظر ہو گی
شرم بیجا کو کیا خبر ہو گی
وہ تری چشم فتنہ گر ہو گی

بیکسی نے گھر بنایا میرے گھر کے سامنے
بسکہ نیرنگ تغافل تھا نظر کے سامنے
عبرت واماندگاں ہوں حسرت وارفتگاں
شوق رسوائی کو بھی تھا کا اڑانا تھا ضرور
بخت بد نے فتنۂ روز جزا کے پردہ میں

رو رہا ہوں بیٹھکر دیوار و در کے سامنے
موت بھی کھوئی گئی کیا بیخبر کے سامنے
اک طرف بیٹھا ہوا ہوں رہگذر کے سامنے
حشر اک تصویر بیکسی ہے نظر کے سامنے
آئنہ رکھا جنون بےخبر کے سامنے

عمر بڑھتی ہے قریبِ آرزو کی یاد میں
آرزو مٹتی ہے اُس بیداد گر کے سامنے

ہوں وہ مستِ شیوۂ ساقی کہ ساغر کی طرح
سینکڑوں میخانے پھرتے ہیں نظر کے سامنے

انتظارِ شوق کی یہ ناتمامی ہائے ہائے
مر گیا ہوں نامہ دیکر نامہ بر کے سامنے

بختِ محنت آزما کی نارسائی ہائے ہائے
تھک گیا ہوں جادۂ راہِ سفر کے سامنے

راہزن کو ڈھونڈھتا ہے شوقِ آزادیٔ طلب
شکوۂ بارِ گراں ہے راہبر کے سامنے

آئنہ سے کھنچتے ہیں گویا بہت ہی سادہ ہیں
وہ نہ ٹھہرے اپنی چشمِ فتنہ گر کے سامنے

ہاں ابھی بزمِ خیالِ غیر سے آیا ہوں میں
تم نہ آنا میرے شوقِ پردہ در کے سامنے

رہگذارِ کاروانِ آرزو اب مٹ گیا
منزلیں تھیں دل کی پہلو میں جگر کے سامنے

اے وفا قطرہ بھی ہے شامل کمالِ بحر میں
عیب ہو کر آئے ہم اہلِ ہنر کے سامنے

رلگیا خاک میں وہ حسنِ خود آرا ہے ہے
قالبِ گور میں ہے جانِ تماشا ہے ہے

سیکڑوں انجمنِ ناز کا تھا صد حیف
ایک محبوبۂ طناز کا مرنا ہے ہے

حسن ہے مانعِ حسن خدا خیر کرے
بزمِ خوباں میں جوانمرگ کو رونا ہے ہے

کھلنے پایا بھی نہ تھا رنگ جوانی اب تک
ٹوٹ کر رہ گئی شاخِ گلِ رعنا ہے ہے

غیر کیا اپنی ادائیں بھی گراں تھیں جسکو
اسے نازک پہ اجل کا یہ تقاضا ہے ہے

سینہ نازی ہی سہی پر اسے کیا کہتے ہیں
کھنچ گئی اتنی کہ اب ہر گو تنہا ہے ہے

اے وفا وہ بھی اٹھائیں تو نہیں اٹھ سکتا
حسنِ نوخیز نے چھوڑا ہے یہ پردا ہے ہے

حجابِ قہرِ خدا سے قضا نکلتی ہے
نیامِ شرم سے تیغِ ادا نکلتی ہے

تمھاری طرزِ تغافل کے شکوے مٹنے ہیں
زبان کٹتی ہے دل سے دعا نکلتی ہے

شگافِ سینہ سے ہے اور دو جہاں کی آزادی
کہ حسرتِ دلِ درد آشنا نکلتی ہے

حیا کے ساتھ وہ مستی سے بیکلی ہو گی
نگاہِ پردہ نشیں سرمہ سا نکلتی ہے

کسی کی صافیِ وحدت کا پوچھنا کیا ہے
کہاں سے آتی ہے چھنتی ہی کیا نکلتی ہے

رخِ ازل یہ کبھی رنگ بن کے کھلتی ہے
کہ بے ہمہ بہمہ آشنا نکلتی ہے

کہیں ہے دامنِ نظارہ دامن گلچیں
اگر بہار کے پہلو میں آ نکلتی ہے

کہیں ہے جیبِ تصورِ بہشت تو آئیں
اگر دماغ کے پردے میں جا نکلتی ہے

یہ کیا بلا ہے کہ فتنوں سے فتنے بنتے ہیں
یہ کیا ادا ہے ادا سے ادا نکلتی ہے

ابھی طلسمِ عدم کا ہے ٹوٹنا باقی
ابھی سے آرزوے مبتلا نکلتی ہے

شکستِ دل کا بیاں کیا ہے لو سمجھ کہدو
شکستِ رنگِ حنا سے صدا نکلتی ہے

وفا کی خانہ خرابی کو دیکھتے جاؤ
وہ جان کیے جسے بیوفا نکلتی ہے

انتخابی صاد ہے داغِ سیہ کاری مجھے
دور سے پہچانتی ہے شانِ غفاری مجھے

پہلے دم لینے سے دم سینہ میں ہر الجھا ہوا
مژدہ آسانی کو سلجھاتی ہے دشواری مجھے

شعلۂ خس گرم جولانی سے بڑھ کر رہ گیا
پاؤں کا اک آبلہ ہے برق رفتاری مجھے

اپنے نقشِ سادۂ قسمت کا میں دلدادہ تھا
لیجا ہے کھینچ کر نیرنگ پرکاری مجھے

میں سکھاؤں ہمتِ عنقا کو بال افشانیاں
سر اٹھانے دے اگر ذوقِ گرفتاری مجھے

چھیڑ دیکھو چشمِ ہستی میں کھٹکنے کے لیے
ہیں دو مژگانِ شکستہ خواب و بیداری مجھے

جھک رہا ہے پلۂ میزانِ محشر دیکھنا
تولتی ہے آج میری عزتِ خواری مجھے

گردشِ پہلو سے آخر چین بستر بن گیا
جا لگی تو نے کیا پامالِ غمخواری مجھے

میں ادھر بیخود ادھر چشمِ حوادث وا رہی
جھانکتی تھی پردۂ غفلت سے ہشیاری مجھے

دیکھ یہ حالِ زبوں اپنے التفاتِ حیلہ جو
اب نہیں پہچانتی شرمِ گنہگاری مجھے

میں تو آموزِ وفا لٹنے سے پہلے لٹ گیا
تم سکھاتے ہی رہے طرزِ خریداری مجھے

محوِ اندازِ تغافل میں سے جانا تھا تجھے
تو نہ سمجھا آج تک وقفِ دل آزاری مجھے

اے **وفا** پاسِ وفا نے جان و دل سے کھو دیا
جو سبک ہے اک زمانہ کو وہ ہے بھاری مجھے

سلامی شانِ تسلیم و رضا کچھ اور کہتی ہے
قضا سے دو قدم ہٹ کر قضا کچھ اور کہتی ہے

لپیٹا دامنِ تنزیہ میں وحدت نے کثرت کو
تقدس شانۂ آلِ عبا کچھ اور کہتی ہے

یہاں ہیں آدمؑ و یعقوبؑ میرِ مجلسِ ماتم
عزا کہتی ہے یہ بزمِ عزا کچھ اور کہتی ہے

دل و جاں مٹ گئے لیکن ابھی ہے داستاں باقی
زبانِ صورِ محشر سے بلا کچھ اور کہتی ہے

شگافِ تیغ سے پہلو الم نشرح کے نکلے ہیں
زبانِ تیر سے یادِ خدا کچھ اور کہتی ہے

یدِ اخلاص قدرت کی یہ رنگ آمیزیاں دیکھو
کہ تصویرِ شہیدِ کربلا کچھ اور کہتی ہے

جبینِ صاف اک آئینہ ہے نورِ رسالت کا
شبیہِ جاں فزا میں یہ ثنا کچھ اور کہتی ہے

لیے جاتے ہیں جنت کیلئے تازہ قلم کیا کیا
چمن آرائیِ دستِ قضا کچھ اور کہتی ہے

نکل آئے نئے مضمون جور و ظلم و...
زمینِ کربلا سے ابتدا کچھ اور کہتی ہے

**وفا** ہر قطرۂ خونِ شہیداں قفل حکمت تھا
کلیدِ امتحانِ کبریا کچھ اور کہتی ہے

ستم ہے اگر چشمِ غافل یہی ہے
غضب ہے اگر فرصتِ دل یہی ہے

سنو قصہ ہائے وجود و عدم کو
کہ زیر و بم پردۂ دل یہی ہے

بہارِ بہشت ایک خونیں کفن ہے
تماشائے نیرنگِ قاتل یہی ہے

مٹا دو گے نقشِ وفا دو جہاں سے
اگر کچھ دلوں رنگِ محفل یہی ہے

تڑپتی ہے پہلو میں امیدِ محشر
مگر رقصِ مضمونِ بسمل یہی ہے

جسے کہتے ہیں چشمِ خونابہ افشاں
وہ بہتی ہوئی جدولِ دل یہی ہے

جسے لکھتے ہیں نبضِ بیتابِ محشر
وہ کھنچتی ہوئی جانِ بسمل یہی ہے

زباں اور عرضِ مدعا یہ خموشی
وہ مشکل سے سمجھیں گے مشکل یہی ہے

نگہ اور تقاضائے برقِ تجلی
وہ حیرت سے پوچھیں گے سائل یہی ہے

خوشا نامرادی کہ دل بھر گیا ہے
بس افسوسِ حاصل کا حاصل یہی ہے

ہمیں حادثِ گرداب ہی طرفِ راحت
جو ڈوبے تو سمجھے کہ ساحل یہی ہے

گذرگاہِ لیلیٰ ہے داغِ سویدا
جو دل پر رکھا ہے وہ محمل یہی ہے

تمھیں کیا جو وحدت سے کثرت کو پوچھو
تم اپنے کو دیکھو مقابل یہی ہے

عدم سے پرے کچھ نظر آ رہا ہے
وفا جادۂ راہِ منزل یہی ہے

---

پھر حشر کے پردہ میں تقدیر نظر آئی
آئینۂ وحشت میں تصویر نظر آئی

جب قید سے ہم چھوٹے تدبیر نظر آئی
جب پائے جنوں ٹوٹے زنجیر نظر آئی

اے مرگ رگِ جاں کو دے مژدۂ سیری
[illegible] حرماں میں تاثیر نظر آئی

ہر حرف [illegible] کس شان [illegible]
تحریر کے پردہ میں تقدیر نظر آئی

طرف [illegible] یاس کی آبادی
[illegible] کے پہلو میں تعمیر نظر آئی

افسوں [illegible]
[illegible] شکستہ [illegible] شمشیر نظر آئی

[illegible] دل کا تھا ایک نیا عالم
[illegible] سے آزادی تسخیر نظر آئی

اس [illegible] نے اسرار حقیقی کھولے
کیا خواب نظر آیا تعبیر نظر آئی

اندوہِ وفا اول دلسوز نظر آیا
خاکسترِ دل آخر اکسیر نظر آئی

---

یہ ہمارا دل مایوس وہ [illegible] دل ہے
خواہشِ مرگ سما جائے بڑی مشکل ہے

[illegible] میں [illegible] آتے ہیں
[illegible] بھی گویا کششِ قاتل ہے

[illegible] ذوق [illegible]
[illegible] گوشۂ خلوت سے بھری محفل ہے

بیقراری نے اثر سینۂ دشمن میں کیا
جوہر تیغ کے پردہ میں رگ بسمل ہے

صورت نقش قدم ضعف بٹھاتا ہے مجھے
پاؤں رکھتا ہے جہاں ہیں وہی منزل ہے

---

اثر شیفتگی دل نے یہ سمیٹا ہے مجھے
عدم اک نقطۂ پرکار سویدا ہے مجھے

ہر تپش آج قیامت کا تماشا ہے مجھے
ہر نفس صیقل آئینۂ فردا ہے مجھے

پہلوئے یاس میں امید کا دھوکا ہے مجھے
بدتر از مرگ کہ مرنے کا سہارا ہے مجھے

میں ہوں اک تار عدم اپنی نوا میں گم ہوں
زخمۂ پرسش در پردہ نے چھیڑا ہے مجھے

عشق بیرحم کی یہ تازہ لگاوٹ ہے کہ ہے
تم سے بیطاقتی شوق کا شکوا ہے مجھے

سادگیہائے تغافل پہ یہ پرکاری ناز
دیکھتے یوں ہو کہ گویا نہیں دیکھا ہے مجھے

جیدول چاک گریبان سے ہے رواں جادۂ خوں
فرزدہ اپنے نقش پا ہوس پھر بھی رونا ہے مجھے

آپ برباد کریں آپ کے احسان سر پر
اپنی قسمت کا بھی ناز اٹھانا ہے مجھے

مجھ سے رہتی تھی چراغاں تری بزم نیرنگ
ہائے افسوس کہ کس دل نے چھپایا ہے مجھے

دل ہے افسردہ مگر آنکھ میں نم باقی ہے
موجۂ شعلۂ دوزخ رگ صہبا ہے مجھے

امتحان محبت سیہ کے ہیں تو کس پردہ میں
ہاں چراغ رہ اغیار بنایا ہے مجھے

ایک دن سامنے آجاؤ گے رحمت بن کر
جسقدر تم نے بگاڑا ہے بنایا ہے مجھے

دل بھی کیا آپ کا وعدہ ہو کہ بھولا ہو لے
میں بھی کیا آپ کا پردہ ہوں کہ چھوڑا ہے مجھے

دل کا لٹنا بھی اک آئین محبت ہے تجھے
گھر کا لٹنا بھی اک انداز تماشا ہے مجھے

گردش رنگ سے پہلے ہے یہاں ہاتھ تنگ
عمر امید ہے اندوہ تمنا ہے مجھے

تیری مجبوری بیداد پہ رحم آتا ہے
رشک اغیار بھی محبت کا گوارا ہے مجھے

سیکڑوں پہلوئے محشر کو دبا رکھا ہے
آپ جب میں نے پہلو میں بٹھایا ہے مجھے

فرصت جلوۂ خورشید قیامت کب تک
وہ بھی مہتاب کفن بست تماشا ہے مجھے

داغ افسردگی دل سے جلا جاتا ہوں
گرمی آتش خاموش نے پھونکا ہے مجھے

خامۂ ناز کی صنعت پہ مٹا جاتا ہوں
وہ کھنچے جاتے ہیں اور نازشِ بیجا ہے مجھے

دو جہاں ملنے کو مل جائیں مگر کیا ہوگا
میری برگشتگیِ بخت نے کھویا ہے مجھے

نزع میں بیکسیِ نزع کا ماتم ہے ہے
اے وفاؔ پرسشِ احباب کا رونا ہے مجھے

بزم میں شاہدِ بدمستِ شباب آتا ہے
تو سنبھل جاؤ قیامت کا جواب آتا ہے

ہائے یاں زہر بھی ہاتھوں سے گرا جاتا ہے
ہائے کس ہاتھ میں جامِ مئے ناب آتا ہے

ہے یہی وصل کہ آغوشِ فنا کے اندر
سوچ سمجھی ہوئی آتی ہے حجاب آتا ہے

غفلتِ ناز کی تصویر کھنچی جاتی ہے
کس تکلف سے تری آنکھ میں خواب آتا ہے

بادباں زورقِ گلیں کی کھلی جاتی ہے
[illegible] میں طوفانِ شباب آتا ہے

اس طرف جذبِ تماشا نے نگہ سے پھندے
خندۂ شوخی کو لیے سوئے نقاب آتا ہے

راحتِ اہلِ عدم خاک میں مل جائے گی
لو وہ بے پردہ تنِ ہنگامۂ خواب آتا ہے

مٹ گیا تفرقۂ دیر و حرم نیت سے
ہر گنہگار باُمیدِ ثواب آتا ہے

جاؤ اپنی نگہِ مہر فزا کو دیکھو!
پھر نئے رنگ میں نیرنگِ عتاب آتا ہے

رحمت آگے ہے وفاؔ دل تو جہاں ہیں پیچھے
اچھے سامان سے اچھوں کا عتاب آتا ہے

تارِ امید ہم نے آپس میں جوڑ ڈالے
پھندے قضا نے ڈالے حرماں نے توڑ ڈالے

وضعِ حیا نہ چھوٹی اور پردے چھوڑ ڈالے
بندِ قبا نہ ٹوٹے اور عہد توڑ ڈالے

قسمت کا تھا نمونہ مکتوبِ بے نیازی
کچھ نقطے چھوڑ ڈالے کچھ حرف چھوڑ ڈالے

تدبیر کا بگڑنا تقدیر کا تھا بننا
سب عقدے کھول ڈالے ناخن جو توڑ ڈالے

خاکِ رہِ محبت اور بوالہوس کی آنکھیں
یہ سرمۂ اجل ہے جو آنکھ پھوڑ ڈالے

مجبوریوں کے بدلے کیا حوصلے مٹائے
ناکامیوں کی خاطر کیا کام چھوڑ ڈالے

کیا جلوہ گاہِ کنعاں کیا مصر کی وہ گلیاں ۔ سب کھیل چھوڑ بیٹھے جب پاؤں توڑ ڈالے
اے حسرتِ زلیخا تو ہاتھ ملتی رہنا ۔ یوسف کے پیرہن میں عصمت نے جوڑ ڈالے

دیکھ اے وفا کریمی اللہ ری کریمی
دامان تر ہمارا رحمت نچوڑ ڈالے

کوئی چشمِ خریداری سے کیوں میری طرف دیکھے ۔ وہ گوہر ہوں کہ جسکو دیدۂ بختِ صدف دیکھے
قضا نے عالمِ حسرت میں لاکھوں تیغیاں [illegible] ۔ بلانے کوچۂ قاتل میں لاکھوں سر بکف دیکھے
خوشا بخشش رگِ شوقِ شہادت قطع ہو جاتی ۔ اگر چشمِ تصور بھی تجھے خنجر بکف دیکھے
چلو اے طالبانِ حق چلو موسیٰ [illegible] ۔ وہ رونق آنکھ جو ہنگامۂ فیضِ نجف دیکھے
تری خاکِ قدم [illegible] ناموس [illegible] ۔ [illegible] نقشِ قدم کو فیضِ کن بیت الشرف دیکھے
خوشا وضعِ کمال داری [illegible] ۔ ادھر چشمِ قضا دیکھے ادھر چشمِ ہدف دیکھے
دل و جاں کو نہ کیوں پھینکوں وہ [illegible] نظر جلوۂ رحمت ۔ دو عالم کو نہ دیکھوں تو اگر میری طرف دیکھے
چلو رہے [illegible] کیا برگشتۂ مژگانِ نازاں [illegible] ۔ مری آنکھوں سے [illegible] مصحفِ [illegible] دیکھے
وہ ٹکڑے [illegible] ۔ [illegible] میں کیا خاک اوراقِ سلف دیکھے
چلوں کیا جب زمینِ شعر میں ہو اسقدر تنگی ۔ کہوں کیا جب ردیف و قافیہ میری طرف دیکھے

وفا ہیں چشمِ حیرت عالمِ عنقا سے لایا ہوں
مہ و خورشید کو بھی نقشِ دیوارِ صدف دیکھے

کبھی تو گردشِ رنگِ ملال ہو جائے ۔ کنارِ شوقِ بہشتِ وصال ہو جائے
جب اتحاد بشانِ کمال ہو جائے ۔ شکستِ رنگ فروغِ جمال ہو جائے
تمھیں بھی اپنا تماشہ محال ہو جائے ۔ تمھارا آئینہ چشمِ غزال ہو جائے
کسی کے وعدۂ رنگیں کا یہ تقاضہ ہے ۔ دماغ تختۂ مشقِ خیال ہو جائے
کسی کے جلوۂ تمکیں کا یہ اشارہ ہے ۔ قضا بھی داغِ دلِ خستہ حال ہو جائے

نموِ تازگی خندہ پھر دکھا جب آ تو
چمن میں برق گرے اور نہال ہو جائے

دل و دماغ سے آنکھیں بچھیں اگر آ تو
نظر مرقعِ بزمِ خیال ہو جائے

بلائے فتنۂ محشر کو چھیڑ سے تو رہنا
نہ وہ بھی تیرے لب پہ سوال ہو جائے

الٰہی صبر بڑے میری خاکساری کا
زمیں سے پہلے فلک پائمال ہو جائے

وہ میری زندگی رشکِ دوست ہو لہ جب
نشاط [illegible] عدو بھی وبال ہو جائے

یہ اعتبارِ تماشا ہے کیوں تلوّن کیا
نظارہ دامنِ برقِ جمال ہو جائے

یہ انتظارِ تجلی ہے کیوں تکلف کیا
نقابِ حسن [illegible] وصال ہو جائے

کمالِ تربیتِ حضرتِ شرر دیکھو
کہ خاک سرمۂ عینِ کمال ہو جائے

یہ اُس کے دیدۂ احساں کی حسن افزائی
رخِ بہار پہ نظارہ خال ہو جائے

قفس میں فیضِ نمو سے یہ تازگی آئی
جو ٹوٹے شاخِ سخن تو نہال ہو جائے

زبان موجۂ آبِ حیات بن جائے
بیان صاف [illegible] زلال ہو جائے

رگِ سحابِ قلم اور وسعتِ ہمت
گرے جو قطرہ وہ دریا نوال ہو جائے

بیاضِ صفحہ کرے طرفِ آئینِ رحمت
سوادِ روضۂ مینو مثال ہو جائے

یہ انتخاب جسے لکھیے دفترِ اقبال
عیارِ دانشِ اہلِ کمال ہو جائے

یہ التفات جسے کہیے آیتِ افضال
بہانۂ کرمِ لایزال ہو جائے

وفا خستہ و درماندہ و دل آزردہ
شریکِ انجمنِ بے مثال ہو جائے

فریبِ ناز سے تازہ بہارِ رنگ تو دل کی
کھنچی آئی ہے پھر تصویرِ جانِ آرزو دل کی

تری بزمِ تصور بھی طلسمِ رازِ پنہاں ہے
خموشی ترجماں حیرت زباں اور گفتگو دل کی

اگر کچھ ملتی فرصت نیا خاکہ دکھا دونگا
کھلیگی صفحۂ محشر پہ مشقِ آرزو دل کی

کلیم آنکھیں اگر نظرِ تجلی ہوں تو کیا ہوگا
ادائے لن ترانی کر رہی ہے جستجو دل کی

تقاضائے غازۂ روئے دل آرائے تغافل ہے
تماشا صیقلِ آئینۂ تنویر ہو جائے

تلاطم ہے محیطِ اتحادِ نازِ قاتل میں
رگِ گردن بھی اک موجِ دمِ شمشیر ہو جائے

نسیمِ بے نیازی چل رہی ہے کشورِ دل میں
صدائے الاماں بھی نعرۂ تکبیر ہو جائے

پکارے کہہ رہا ہے حسنِ نازِ خامۂ قدرت
کہ اک اک نقش نذرِ شوخیٔ تحریر ہو جائے

بلائے صبحِ روزِ حشر کو بھی پھانس کھونٹیں
سوادِ شامِ فرقت سرمۂ تسخیر ہو جائے

الٰہی دیدۂ نظارگی ویراں رہے کب تک
جگر تا زہرہ صرفِ حسرتِ تعمیر ہو جائے

ابھی ہے پردۂ تدبیر میں اک حسرتِ ساقی
ذرا ہی یاس ار رنگ آمیزیٔ تقدیر ہو جائے

وفا دم توڑ کر شورِ قیامت کو اٹھاؤنگا
ابھی کچھ اور مشقِ نالۂ شبگیر ہو جائے

دونوں کا ساتھ عالمِ وحشت اثر میں ہے
میں ہوں سفر میں عمرِ رواں بھی سفر میں ہے

اک داغِ بیکسی ابھی طرفِ جگر میں ہے
گویا خمیرِ مایۂ محشر نظر میں ہے

کیا روؤں نقشِ خواب تماشا نظر میں ہے
کیا سر کو پیٹوں دستِ تمنا کمر میں ہے

ہے ہے یہ سرد مہریٔ ابنائے روزگار
میں خاک میں ہوں گرمیٔ فریاد گھر میں ہے

در پردہ اپنے شورِ تبسم سے پوچھ لو
کچھ چاشنی ابھی مرے زخمِ جگر میں ہے

ناموسِ غم کو ساتھ لیے جا رہا ہوں میں
اُڑتی ہوئی سی خاکِ دلِ نوحہ گر میں ہے

چھائے ہوئے اُسی کے ہیں کنعان و مصر و طور
پھر ولولہ وہی نگہِ پردہ در میں ہے

اندازِ پیچ و تابِ حیا کو بھی دیکھنا
اچھی گرہ یہ دامنِ برقِ نظر میں ہے

گلہائے ناز کھلتے ہیں تم کو خبر نہیں
جوشِ بہار پردۂ خوابِ سحر میں ہے

مانندِ برگِ لالہ و گل اُڑتے ہیں شرر
جوشِ بہار برقِ تڑپی رہگذر میں ہے

خوابِ شبابِ ناز ہے تمکیں کو تھامنا
طرفِ نقابِ دستِ نسیمِ سحر میں ہے

گرمیٔ حسن و جادۂ نظارہ شعلہ خیز
واحسرتا! کہ آبلہ پائے نظر میں ہے

تقدیر کا بگاڑ مری سرنوشت میں — تدبیر کا بناؤ کفِ نامہ بر میں ہے
ہاں آشنائے دل ہے وہ ناآشنائے دل — انصاف ہے تو پھر اسی بیدادگر میں ہے
صدقہ ہے آبیاریِ فردوسِ حسن کا — جو ریشۂ نگاہ مری چشمِ تر میں ہے

نامِ وفا مٹائے ہو جرمِ وفا ہے کیا؟
اک بے ہنر بھی مجمعِ اہلِ ہنر میں ہے

دل رسوا میں جوشِ جلوہ مستور رہتا ہے — وہی سامانِ چاکِ پردۂ منصور رہتا ہے
دو عالم رنگ سے ہو کر ٹپکتے ہیں نگاہوں سے — وہی دل میں خیالِ نرگسِ مخمور رہتا ہے
کہوں کیا جادۂ راہِ جنوں کی وحشتِ بیجا — قدم سے صورتِ نقشِ قدم کچھ دور رہتا ہے
ادب پروردۂ رازِ نظر ہوں میری آنکھوں پر — بہاریں گوشۂ دامانِ برقِ طور رہتا ہے
کبھی جوشِ فغانِ فتنہ زا بھی رنگ لائیگا — یہ شعلہ آبلہ ریزِ زبانِ صور رہتا ہے
کمالِ اتحادِ جلوہ ہے پاسِ نظر کس کا؟ — یہاں کیا امتیازِ ناظر و منظور رہتا ہے
شبستانِ ابد میں جلوۂ شمعِ رسالت سے — سرِ امت پہ گویا سایۂ پرنور رہتا ہے

## مطلعِ ثانی

نئی تقریب سے اب عاشقِ رنجور رہتا ہے — اسی نسبت پہ جیتا ہے کہ تم سے دور رہتا ہے
رگِ امید آخر نشترِ حرماں نے کاٹی ہے — کہ صبرِ بے زباں محشر میں بھی مجبور رہتا ہے
کمالِ تربیت کیسا تھا تہذیبِ سخن سے ہے — جنوں خامہ فرسا آج کیوں معذور رہتا ہے
اٹھا لایا ہوں گویا میں حسنِ تصور کو — نظر کے سامنے اک وادیِ پرنور رہتا ہے

وفا یادِ وطن سے دل ہوا خالی تو کیا حاصل
کہ سینہ رنجِ غربت سے وہی معمور رہتا ہے

شورِ ہوائے جنونِ شوق ابتک سر میں ہے — یوں عرصۂ محشر نوردِ آسمانِ بستی میں ہے
پھر خیالِ ناوکِ مژگاں بدلِ مضطر میں ہے — دیکھنا اک دن کہ روزنِ سینۂ گوہر میں ہے

دامِ ناکامی کو مژدہ قیدِ حسرت کو نوید
پھر مجھے ہے نازِ ہم آغوشیٔ برقِ خیال

پھر ہوائے اہتزازِ شوق بال و پر میں ہے
گرم ہے ہنگامہ گرمی بالش و بستر میں ہے

لٹ گیا ہوں اور لٹنے کی توقع ہے مجھے
ہائے پھر انصاف اپنا دستِ غارتگر میں ہے

جسکی ورزدی ہے عدم سر جوشِ مرگِ ناگہاں
وہ مے حسرت مرے ٹوٹے ہوئے ساغر میں ہے

ذرہ ذرہ آئنہ ہے جلوہ ہائے ناز کا
تابِ برقِ لن ترانی مشتِ خاکستر میں ہے

سطوتِ وحدت ہے دریاں کثرت آ سکتی نہیں
جل گیا وہمِ نظر جلوہ ابھی منظر میں ہے

ہائے عشقِ لاابالی کان میں کیا کہہ گیا
آج تک افسانۂ دار و رسن چکر میں ہے

کٹ گئے روزِ ازل ریشے رگِ امید کے
ہم نے یہ جانا کہ تیزی آپ کے نشتر میں ہے

سخت جاں ہوں اور عجزِ مرگ پر روتا ہوں میں
داغِ قسمت خار یا ہائے کوششِ رہبر میں ہے

دونوں عالم کھل گئے ہاں پردا کسے
پاسِ ناموسِ حیا چشمِ حیا پرور میں ہے

یہ بھی صدقہ ہے کسی کی جلوہ گاہِ شوق کا
ذرۂ بینش اگر چشمِ مہ و اختر میں ہے

بزم مستِ جلوۂ ساقی ہے جلوہ روحِ ناز
مے کی بدلے رنگ ہے یاں شیشۂ و ساغر میں ہے

ہاں حجابِ لن ترانی سے یہ کیسا جھانکنا
ہاں متاعِ جلوہ کس دکان میں ہے کس گھر میں ہے

ہو ازل یا ہو ابد پردہ ہو یا بے پردگی
دونوں عالم کا تماشہ آپکے منظر میں ہے

دیکھنا اے خارِ خارِ ناامیدی دیکھنا
دامنِ ناموس اہلِ بیتِ پیغمبر میں ہے

انقلابِ رنگ سے جمتی نہیں بزمِ خیال
دم الجھتا ہے دماغِ آرزو چکر میں ہے

فرصتِ مشقِ ستم باقی رہیگی حشر تک
ہاتھ کیوں رکتا ہے ظالم دم ابھی خنجر میں ہے

[illegible]

اے وفا کیا پوچھتا ہے وسعتِ فیضِ جنوں
چاک جو دل میں ہے گویا دامنِ محشر میں ہے

ذرا ساقی ادھر بھی جلوۂ مستانہ ہو جائے
تری آنکھوں کے صدقے گردشِ پیمانہ ہو جائے

دکھا اے شمعِ وحدت پرتوِ ناموسِ یکتائی
تجلی گرمیٔ داغِ دلِ پروانہ ہو جائے

سراغِ کاروانِ آرزو چلتا رہے آخر
دلِ ناکام جلکر آتشِ ویرانہ ہوجائے

دکھائی ہے ازل نے شانِ بزمِ جلوہ آرائی
ابد طرفِ بساطِ خلوتِ جانانہ ہوجائے

رگِ جاں تارگِ خوابِ عدم اک موجِ آتش ہو
زباں تا زہرہ وقفِ گرمیِ افسانہ ہوجائے

قضا کہتی ہے ہم اندازہ داں نورِ احمد ہیں
کہیں قطرہ بو سے باہر جلوۂ یکتانہ ہوجائے

بتا دینگے یہ مد و جزرِ دریائے قدم کیسا
ذرا حسنِ فروغِ گوہرِ یکدانہ ہوجائے

قضائے قدس یا فیضِ انس یا دو طرفیں ہیں محفل کی
ترا اقبال صدرِ محفلِ شاہانہ ہوجائے

دو عالم اسطرف ہیں اسطرف محرومیِ قسمت
چلو اب امتحانِ ہمتِ مردانہ ہوجائے

---

کیا صورتِ بزمِ دلِ ناشاد رہیگی
بربادی بھی امید سے آباد رہیگی

گھر پھونک دیا برق نے پھر گھر نہ بنے گا
کچھ گرمیِ ہنگامۂ فریاد رہیگی

ہاں ساغرِ دل ٹوٹ کے ساغر نہ رہے گا
کچھ چاشنیِ حسرتِ بیداد رہیگی

انکارِ وفا پر مجھے ابرامِ وفا ہے
یہ سادگیِ دل بھی تمھیں یاد رہیگی

واں شیوۂ تمکینِ ادا مدِ نظر ہے
یاں مشقِ جنونِ ستم ایجاد رہیگی

تعلیمِ کرم یہ اکہ مجھے کچھ نہیں درکار
تقسیمِ ازل یہ اکہ آنکھیں یاد رہیگی

وہ حوصلہ جو طرف دو عالم سے ادھر ہے
وہ یاس جو کونین سے آزاد رہیگی

یہ چشمِ محبت نہیں محتاجِ تکلف
نظارگیِ حسنِ خداداد رہیگی

مٹ جائیں گے سب لطفِ سخن طبعِ جہاں سے
دلبستگیِ شیوۂ استاد رہیگی

ہوجائے وفا خوابِ فراموش بلا سے
رنگینیِ مضمونِ وفا یاد رہیگی

---

بزمِ لو بر لم یزل ہے ہاں تو انور سے چلے
اے فروغِ صبح جامِ نیّرِ اکبر سے چلے

ایک بازو پر ازل ہے ایک پہلو میں ابد
کس تجمل سے حبیبِ خالقِ اکبر سے چلے

چشمۂ حیواں سے نکلی جدولِ شمشیرِ ناز
تشنۂ ذوقِ ستم جو یا لبِ کوثر چلے

حاصلِ صد انجمن ہے گوشۂ تنگِ لحد / ہم دلِ ناکام باصد آرزو لیکر چلے
حسرتِ ذوقِ خلش ہے اینگاہِ جانفزا / پھر رگِ امید میں اک تیز سا نشتر چلے
مرحبا اے فرصتِ انصاف آخر مرحبا / محشرِ دل لیکے پیشِ داورِ محشر چلے
ذرہ ذرہ خاک کا سرمایۂ ناموس ہے / محو ہوں اُس راہ پر جس راہ پر رہبر چلے
موجۂ گل کیطرح پھر موجۂ صہبا اٹھو / صورتِ بادِ بہاری بزم میں ساغر چلے

شعلۂ خس کیطرح کمبخت تھی اپنی نمود
رہ گئے گھٹ کر وفا ہم جسقدر بڑھکر چلے

# متفرقات

## غزل ردیف دال بہ ہنجار مرثیہ

یہ غزل بطور مرثیہ لائق مصنف نے اپنے فرزند کی موت پر لکھی تھی جس کا انتقال چراغ سے جل کر ہوا تھا

پھر تازہ امتحانِ وفا ہے وفا کے بعد / کیا رہ گیا؟ تغافلِ صبر آزما کے بعد
یارب کرم ہوا ہیں قلقِ نارسا کے بعد / جیتا ہوں مرگِ عابدِ بیدست و پا کے بعد
عادت ہے اضطراب کی عادت کو کیا کروں / روتا ہوں درد کو دلِ درد آشنا کے بعد
پھرتا ہوں زہر کا سہ گرونہیں ملے بائے / پیتا ہوں زہر عابدِ شیریں ادا کے بعد
تو جلگیا کہ خانۂ امید جل گیا / دل بجھگیا ترے سخنِ دلکشا کے بعد
ہے ہے قضا نے مجھکو دیا آتشیں کفن / کیا داغ تازہ لیکے چلا ہوں قضا کے بعد
ہے ہے بہار آبلہ و سوختہ بدن / ہاں صبر جانگداز ہی برقِ فنا کے بعد
داماں یادمیں ساہیں گل لخت لخت دل / آئی بہار تو گلِ رنگیں قبا کے بعد

٤٨٦

# مسدسات

## واسوخت بقالب مسدس در حالت ابتدائے سخن

ہائے وہ دن کہ مرے دل کی تھی حالت کچھ اور
ہمنشینوں سے رہا کرتی تھی صحبت کچھ اور
عمر کچھ اور تھی وقت اور تھا عادت کچھ اور
حال کچھ اور بیاں اور طبیعت کچھ اور
بیخبر اس سے کہ کس طور بسر ہوتی ہے
صبح ہوتی ہے کدھر شام کدھر ہوتی ہے

نگۂ ناز ہے کیا غمزۂ جادو کیسا!
عارض و خال و خط و حلقۂ گیسو کیسا
غازہ کہتے ہیں کسے وسمۂ ابرو کیسا
آئنہ دیکھنا کیسا رخ نیکو کیسا
کس کی جانب کوئی دزدیدہ نظر کرتا ہے
سرمہ کس طور سے یوں آنکھوں میں گھر کرتا ہے

محشر گردش دامان حسیناں کیا ہے
فتنۂ عطر گریبان حسیناں کیا ہے
جنبش پنجۂ مژگان حسیناں کیا ہے
شوخی نرگس فتان حسیناں کیا ہے
شانہ کہتے ہیں کسے زلف پریشاں کیسی
نام کس کا ہے جبیں ہوتی ہے افشاں کیسی

لب پا خوردۂ معشوق کی رنگت کیسی
سرخی خون شہیدان محبت کیسی
دہن تنگ و دل تنگ کی صورت کیسی
مسی کہتے ہیں کسے شام مصیبت کیسی
صندلیں رنگ سبب دردسری کا ہوتا
دیکھکر کاکل مشکیں مجھے سودا ہوتا

عمر بچپن کی تھی دنیا سے نہ تھا کام کبھی
میں کیا کرتا تھا گہوارے میں آرام کبھی
نظر آتا تھا نہ آغاز نہ انجام کبھی
دھیان میں پھرتی نہ تھی گردش ایام کبھی

چین سے پہلوے مادر میں پڑا سوتا تھا
بس تھپک دیتی تھی غفلت جو کبھی روتا تھا

دیتے تھے رنج میں راحت مرے احباب مجھے
آتا تھا تلخی افیوں سے شکر خواب مجھے
غصہ کی بات بھی تھی لطف کو آداب مجھے
زہر ہو جاتا تھا گویا عسل ناب مجھے

مادر دہر پلاتی نہ تھی یہ زہر کے گھونٹ
دودھ کے گھونٹ نہ تھے میرے لئے زہر کے گھونٹ

راہ پاتا ہی نہ تھا دل میں مرے کوئی سخن
حسن اور عشق کے سب قصے تھے لغو کہن
دل تھا گویا کسی معشوق کا اک تنگ دہن
نہ مجھے ذوق شنیدن نہ مذاق گفتن

واقعہ کوہکن و قیس کا افسانہ تھا
ایک مزدور تھا اور دوسرا دیوانہ تھا

سلسلہ کوئی نہ تھا دل کی گرفتاری کا
دانہ بیٹھا ہوا میں چنتا تھا ہشیاری کا
دل میں صیاد کے ارماں تھا دل آزاری کا
آشیانہ سے قدم نکلا نہ تھا خواری کا

رم آہو کے بیاں سننے سے وحشت ہوتی
بادیہ گردی مجنوں سے کدورت ہوتی

حال سے پردہ نشینوں کے خبر تھی کس دن
اب جو ہے تاک مجھے آٹھ پہر تھی کس دن
خود نمائی پہ حسینوں کی نظر تھی کس دن
کون آتا تھا نگہ جانب در رہتی کس دن

کس کے آئینے تصور میں عکس آ جاتا تھا
شوق پابوس میں کب فرش ہوا جاتا تھا

کیا سمجھتا تھا کہ ہوتا ہے شکایت میں مزا
لب معشوق سے ملتا ہے حکایت میں مزا

نازنیں رکھتے ہیں کچھ عذرِ نزاکت میں مزا
وصل میں کیا ہے جو ہے تلخیِ حسرت میں مزا

بوسہ لینے میں شبِ وصل مچلتا ہے کوئی
کھینچکے دل پہلوئے عاشق سے نکلتا ہے کوئی

زہر کھانے کی کسی کو ہے تمنا کہ نہیں
تلخکامی کا بھی ہے ذائقہ میٹھا کہ نہیں
عاشقِ سبزۂ خط کو ہے گوارا کہ نہیں
کچھ بھی شورابِ اجل میں ہے مزا یا کہ نہیں

خونِ فرہاد میں ہاں تلخیِ حسرت کیا تھی
دودھ میں چشمۂ شیریں کے حلاوت کیا تھی

تنگیِ حلقۂ آغوشِ حبیباں کیا ہے
گوشۂ انجمنِ عیشِ رقیباں کیا ہے
اور فشارِ لحدِ گورِ غریباں کیا ہے
خلوتِ بیکسیِ رشکِ نصیباں کیا ہے

دلِ مایوس ہے کیا رنج مصیبت کیسا
کفِ افسوس ہے کیا زانوئے حسرت کیسا

چشمِ عشاق میں کیا ہوتی ہے جائے شبِ ہجر
بچہ مہر ہے کیا پردہ کشائے شبِ ہجر
کیا کوئی آنکھ کی پتلی ہے بلائے شبِ ہجر
کیا سحر بھی ہے کوئی چاکِ قبائے شبِ ہجر

ہے شفق یا کہ ہوا ظلمتِ شب کا دل شق
صبحِ کاذب ہے کہ ہے شمعِ سحر کا منہ فق

داغِ حسرت کی طرح نجد میں سوزاں تھا کون
جلوہ افروزِ سیہ خانۂ زنداں تھا کون
گھر میں لیلیٰ کے بھلا شمعِ شبستاں تھا کون
اور یعقوب کے گھر کا مہِ تاباں تھا کون

کون تھا وہ جو چراغِ رہِ جاناں نہ ہوا
کون پھر مشعلِ ظلمت گہِ کنعاں نہ ہوا

ہوش آیا تو عجب خواب پریشاں دیکھا
آنکھ کا آنکھ سے ملنا تھا کہ حیراں دیکھا
اک پری چہرہ کو غرفہ سے نمایاں دیکھا
اُسکو اِس دیکھنے سے اپنے پشیماں دیکھا

پردہ بس چھوڑ دیا مجھ سے چھپایا منہ کو
میں تھا آئینہ مگر پھر نہ دکھایا منہ کو

وہ نگہ ایسی گئی ملنے نہ آئی اب تک
تھی وہ شعلہ کی بھڑک یا کوئی بجلی کی چمک
یادگار اپنی فقط چھوڑ گئی دل میں کھٹک
میں بھی سامنے سے اسکو الگ جائے سرک

عاشق جلوہ طلب پھر اسے دیکھا ہی کیا
داغ اک دل پہ ملا برق کو ڈھونڈھا ہی کیا

میں اسی سوچ میں یارب یہ تماشا کیا تھا
گر ہے پابند تو پھر کیوں نہیں پابند حیا
تاکنا جھانکنا کیسا تھا یہ چھپنا کیسا تھا
اور جو مختار ہے آپ ہی تو اسے ڈر کسکا

شوق سے پاس مجھے اپنے بلایا ہوتا
درد تو میں نہیں پہلو میں بٹھایا ہوتا

نہ ہوئی تاب سخن مجھ سے ذرا بھی دمساز
گھر کو آنا ہی پڑا تا کہ نہ کھل جائے یہ راز
رہ گئی سرمہ کی مانند گلے میں آواز
پیچھے پیچھے کہیں آتا نہ ہو کوئی غماز

چادر سایۂ دیوار سے دیکھے روپوش
نقش دیوار کی صورت مجھے پائے خاموش

گھر کو آیا بھی تو پہلے سے زبوں تر احوال
اور پھر کشمکش ضعف کا مجھ پر یہ وبال
نہ گذشتہ کا مجھے ہوش نہ کچھ فکر مآل
کہ دباتا تھا مری روح کو جینے کا خیال

دونوں پہلو تھے بہم صورت بالین بستر
نقش قالیں کیطرح تکیہ سے اٹھتا تھا نہ سر

ضعف کے ہاتھوں سے تھا ہاتھوں کا ملنا مشکل
شب فرقت کیطرح گھر سے نکلنا مشکل
مثل تدبیر کے تھا پاؤں بھی چلنا مشکل
طالع خفتہ کی مانند سنبھلنا مشکل

اٹھ کے چلمن کیطرح خاک پہ آپڑتا تھا

جی دوپٹہ کیطرح اُسکے گرا پڑتا تھا

اک مرا دوست جو تھا مجھکو دل و جانسے عزیز
نام اُسکا تھا مجھے وصل کے ارمانسے عزیز
حسنِ اخلاق میں وہ یوسف کنعانسے عزیز
مجھکو ایمان کی قسم کون ہے ایمانسے عزیز

لیگیا جلوہ دکھانیکو وہاں حکمت سے
آئنہ خانے میں لایا مجھے اک صورت سے

چشمِ بد دور کہوں کیا کہ وہاں کیا دیکھا
رنگ و نیرنگیِ معشوق کو یکجا دیکھا
لاکھ پردوں سے جو ظاہر ہو وہ جلوا دیکھا
ایک اک رنگ میں میں نے اُسے یکتا دیکھا

حیرتِ حسن کے ہر چار طرف نقشے تھے
ایک تصویر تھی اور سیکڑوں آئینے تھے

دل ہوا دیکھکر اُس ہوش ربا کے صدقے
آنکھ اُس خانۂ پر نور و ضیا کے صدقے
دل کے ارمان بھی انداز و ادا کے صدقے
نگہِ شوق عمارت کی صفا کے صدقے

شوقِ دیدار میں گھبرا کے نکلجاتی تھی
در و دیوار سے ملتے ہی پھسلجاتی تھی

رازِ دل اُنکو اشاروں میں جتایا میں نے
اثرِ جذبِ محبت سے ڈرایا میں نے
گو غمِ پردہ نشیں تھا نہ چھپایا میں نے
حالِ یوسف پہ جو گذرا تھا سنایا میں نے

میری افسونگری عشق کو وہ مان گئے
میں انھیں جان گیا وہ مجھے پہچان گئے

پھر تو ہر شب مجھے واں آپ ہی جانا ٹھیرا
اتفاقاً جو نہ آؤں تو بلانا ٹھیرا
ساغرِ شب کیطرح بزم میں آنا ٹھیرا
قصۂ شوقِ ملاقات سنانا ٹھیرا

روز افزونیِ اخلاص کی صورت کیا کیا
عکس و آئینہ کو اس ملنے پہ حیرت کیا کیا

ایکدن جا کے جو دیکھوں تو ہے برگشتہ نظر
ہیں بنے بیٹھے مگر بگڑے ہوئے ہیں تیور
عشوۂ و غمزہ مرے حق میں ہیں تیغ و خنجر
آخر اُس شوخ سے میں نے یہ کہا ڈر ڈر کر

آج کیا بات ہے جو اگلی سی وہ بات نہیں
وہ عنایات نہیں اور وہ مدارات نہیں

سنبھلے بیٹھے ہو کہیں وصل کا ساماں تو نہیں
مجھکو کیوں کوستے ہو میں شب ہجراں تو نہیں
کہتے ہو گھر سے نکل میں کوئی ارماں تو نہیں
شوخی وضع سمجھتا ہوں میں ناداں تو نہیں

آنکھیں کہتی ہیں کہ ہم بھید جتا دینگے ابھی
لب وہ ہنستے ہیں کہ ہم نام بتا دینگے ابھی

اتنا کہنا تھا کہ بگڑے مری قسمت کیطرح
نکلے قابو سے وہیں میری طبیعت کیطرح
آگئے سامنے میرے وہ مصیبت کیطرح
جھک پڑے ٹوٹ پڑے مجھپہ قیامت کیطرح

بولے لو اور مجھے بیوجہ یہ طعنے دینا
اسطرح اس دل نازک میں یہ چٹکی لینا

ہاں جلانیکو ترے گرمی پہلو کی قسم
سر دشمن کی قسم اپنے ہی زانو کی قسم
خواب آلودگی نرگس جادو کی قسم
نیند اڑائے گو تری عقدۂ گیسو کی قسم

ہم جسے چاہیں اُسے اپنا ہم آغوش کریں
مثل تصویر نہالی تجھے خاموش کریں

اس خرابہ میں تو اک خواب پریشاں ہی رہے
تیری تعبیر میں یوسف بھی تو حیراں ہی رہے
مجھکو ہمخوابی معشوق کا ارماں ہی رہے
رات و دن دولت بیدار کا خواہاں ہی رہے

سر دشمن کیلیے تکیہ ہو بازو اپنا
اور پتھر سے پٹکتا رہے سر تو اپنا

بیٹھکر پردہ میں اچھا نہیں رسوا ہونا
تو بھی تو سوچ تجھے چاہیے تجھسا ہونا

ہائے میں اور مری بات کا چرچا ہونا
بس ہو ہو نہ کہیں راز کا افشا ہونا

پھندے چلمن کے نہیں وہ جو کسی سے سلجھیں
تارِ دامن نہیں جسمیں ترے ناخن الجھیں

تو ہی دلدادۂ انداز ستم ہے نہ کہ میں
تو ہی کوچہ میں مرے خاکِ قدم ہے نہ کہ میں
تو ہی وقفِ غم و اندوہ و الم ہے نہ کہ میں
تو ہی پامال ترے سر کی قسم ہے نہ کہ میں

تجھے یہ عشق کا دعویٰ بھی ہے! کچھ بات بھی ہے
تو ہے کیا چیز؟ بھلا کچھ تری اوقات بھی ہے

مجھسے ملنے کی ہے حسرت تجھے اس صورت پر
دعویٔ مہر و محبت ہے تجھے اس صورت پر
آئنہ رُولیوں کی چاہت تجھے اس صورت پر
شوقِ نظارۂ صورت تجھے اس صورت پر

آتشِ غصہ میں دشوار ہے جینا مجھکو
ہول ہی آتا ہے غیرت سے پسینا مجھکو

پہلے ان باتوں کو تو سن کے میں کچھ گھبرایا
اپنی عزت کو جو دیکھا تو بہت جھنجھلایا
چپ رہوں تا کبھی دو دن جبیں ہی ٹھیرایا
پھر کہا میں نے بھی جو میری زباں پر آیا

اور کو چاہیگا بس آگ لگاؤنگا تجھے
تو سمجھ جو تو دوزخ میں جلاؤنگا تجھے

ہاں بادۂ آتش زن سامانِ فنا میں ہی تو ہوں
سچ کہا شوخ نظر شوخ ادا میں ہی ہوں
گرمیٔ انجمن اہل جفا میں ہی تو ہوں
تا صرِ رسوائی ناموس حیا میں ہی تو ہوں

میں نے ہی پردہ اٹھا کر تمھیں تاکا ہوگا
میں نے ہی آنکھ بچا کر تمھیں جھانکا ہوگا

پہلے یہ خوئے جفا جو ستم انگیز نہ تھی
نوکِ مژگاں مرے ناخن کی طرح تیز نہ تھی
میٹھی میٹھی نگہِ ناز ستم آمیز نہ تھی
اور یہ چینِ جبیں دشنۂ خونریز نہ تھی

درمِ ترزئیں نہ چلا کرتی تھی تیغ ابرو
جوہرِ آئینہ کی رگ سے نہ بہتا تھا لہو

اب جو ہیں تم میں یہ اندازِ تکلم ہی نہ تھے
غیر کو دیکھ کے در پردہ تبسم ہی نہ تھے

بزمِ دشمن میں یہ نغمے یہ ترنم ہی نہ تھے
ولکی پوچھو تو کہوں ایسے کبھی تم ہی نہ تھے

نازِ پنہاں کو مجھ آوارہ سے پرہیز نہ تھا
چشمِ بیمار کو نظارہ سے پرہیز نہ تھا

یوں الگ چلنے کی پا تو تمکیں نہ تھی خو ہرگز
مجھ سے بیزار نہ تھا غمزۂ دلجو ہرگز

طبعِ نازک نہ رہا کرتی تھی یکسو ہرگز
رخ نہ یوں پھیرتی تھی جنبشِ ابرو ہرگز

حسن اور عشق کی آپس میں رکاوٹ کب تھی
اسطرح غمزہ کی غیروں سے لگاوٹ کب تھی

جی میں ہے اور سے اب جی کو لگاؤں واللہ
اسکی تصویر کو پھیر تجھ سے ملاؤں واللہ

میں تجھے مثلِ وفا دل سے بھلاؤں واللہ
تجھ سے کم ہو تو تجھے منہ نہ دکھاؤں واللہ

سامنے اسکے جو تو آئے تری شامت ہو
رحم آجائے مجھے بھی یہ بُری حالت ہو

کیا ہے دشوار کسی زہرہ جبیں سے ملنا
تم نہ یہ سمجھو کہ ہے مجھکو تمھیں سے ملنا

یہ بھی کیا پشتِ فلک کا ہے زمیں سے ملنا
اب کھلا جاتا ہے اک پردہ نشیں سے ملنا

تم نہیں! اور ہیں معشوق وفادار بہت
دل سلامت ہے تو ہیں دل کے خریدار بہت

تیری تصویر نہیں ہوں کہ میں خاموش رہوں
میری تقدیر نہیں تو کہ ترے ناز سہوں

اور کی لاکھ سنوں اپنی نہ مانا یک کہوں
آخر اس کشمکشِ جور سے کیوں تنگ نہ ہوں

دل ہے یہ کاوشِ صد خارِ تمنا کب تک

آبلہ ہو کے نہ پھوٹے بھی اپھر اچھا کب تک؟

جانتا ہے تو مجھے ایک بلا ہوں میں بھی
جو مجھے چاہے تو خاک کف پا ہوں میں بھی
دل جلا دینے کو اک تیری ادا ہوں میں بھی
بندۂ اہل وفا بلکہ وفا ہوں میں بھی

آخر انسان ہوں میں بھی کوئی پتھر تو نہیں
پھر مسلمان ہوں کوئی بت کافر تو نہیں

گو مجھے دل سے ہے انکار وفائے خوباں
عمر رفتہ تو نہیں یاد ادائے خوباں
دل ہے بیٹھا یہ اٹھائی ہے جفائے خوباں
کیا کروں جب پھرے آنکھوں میں ادائے خوباں

کیا تصور کوئی غمزہ ہے جو کہیں جان لے
کیا طبیعت بھی شب وعدہ ہے جو آن لے

مدتوں خون جگر غصہ میں پی پی کے رہا
رشک اعدا ستم دہر سہا خیر سہا
اب وہی اشک رواں بن گیا آنکھوں سے بہا
پھر یہی کہتا ہوں اب دیکھ مرا مان کہا

چھوڑ چلمن کی طرح تندی خو کو نہ مجھے
بھول وعدہ کی طرح نام عدو کو نہ مجھے

پردہ ہی پردہ میں کر لی یہ جفائیں پیہم
یاد رکھ خوب نہیں دل کا ستانا ہر دم
دیکھ اتنا نہ ہو رسوا کن انداز ستم
مجھکو اے عہد شکن ٹوٹے ہوئے دل کی قسم

نہ کروں تجھ سے وفا کیا بت خودکام سے کام
گرچہ ہے نام وفا پر مجھے کیا نام سے کام

دیگر

عشق تباہ کار نے حالت بگاڑ دی
غم نے بنائے خانۂ راحت بگاڑ دی
بیماری فراق نے صورت بگاڑ دی
ہر دم کے اضطراب نے عادت بگاڑ دی

تلخی خواب و دیدۂ حسرت کھلا ہوا

اک زہر ہے پیالے کے اندر گھلا ہوا

مرتا ہوں اور مرنے کی فرصت نہیں مجھے
روتا ہوں اور رونے کی ہمت نہیں مجھے

جیتا ہوں اور جینے کی طاقت نہیں مجھے
سمجھاؤں دلکو اتنی بھی قدرت نہیں مجھے

مجبور ہوں تو کہنے کو مجبور بھی نہیں
مہماں بلاؤں حشر کو کچھ دور بھی نہیں

جاتا ہے بچکے نالہ وحشیوں الگ الگ
ہے مثل گرد باد نشیمن الگ الگ

دامن سے جیب جیب سے دامن الگ الگ
سب دور ہیں کہ جان سے ہے تن الگ الگ

لو آج وقت بد بھی شریک الم نہیں
کہتی ہے یاس چھوڑ کہ تو ہے تو ہم نہیں

تنہائی فراق بھی دم توڑنے لگی ہے
امید مرگ آپ کو منہ موڑنے لگی

تھا عمر بھر کا ساتھ مگر چھوڑنے لگی
ٹوٹی جو آس سختی جاں جوڑنے لگی

دم ٹوٹ جائے یہ کوئی سنگ جفا نہیں
غم چھوٹ جائے یہ بت نا آشنا نہیں

یہ ضعف ہے کہ جان سے جانا محال ہے
دلمیں خیال یار بھی لانا محال ہے

بیہوش ہوں تو ہوش میں آنا محال ہے
نقش امید وصل مٹانا محال ہے

وہ پہلو ملکر اک لب خاموش سلگئے
سینہ پہ ہاتھ حلقۂ آغوش بنگئے

لب ہائے بے سوال کے پردے میں کیا ہیں ہم
گویا مرقع نگہ سرمہ سا ہیں ہم

آئینۂ خموشی حسرت نما ہیں ہم
اپنی شکست شیشۂ دل کی صدا ہیں ہم

کسکو دماغ ناصحی و فردا [illegible] کا
محشر بھی ایک سادہ ورق ہے خیال کا

مارا ہے مجھکو ایک بتِ لاجواب نے
پردہ کیا ہے فاش سراپا حجاب نے
تڑپا دیا ہے گرمیِ نگاہِ عتاب نے
لوٹا ہے دلکو تازہ بہارِ شباب نے

اے ہمنشیں بتاؤں کسے کس کا نام لوں
تو پہلے مجھکو تھام لے میں دلکو تھام لوں

وہ منکرِ وفا جسے اپنے پہ لاکھ ناز
وہ بد دماغ سایۂ گیسو سے احتراز
لیلی سے سرگراں ہے تو شیریں سے بے نیاز
مشاطہ سے بھی حسنِ خداداد بے نیاز

کچھ چپکے چپکے صاف وہ ہونٹوں میں کہہ گیا
تصویر اپنی دیکھتے ہی کھنچ کے رہ گیا

شرم و حیا میں فرد حسینوں میں انتخاب
مذہب میں اسکے فرض ہیں اور واجب حجاب
جور و جفا و ظلم میں ثانی میں لاجواب
ناز و تغافل و ستم و کینہ و عتاب

لاکھوں فریب اس بتِ پیماں گسل میں ہیں
بل جسقدر ہیں زلف میں اتنے ہی دلمیں ہیں

خودبین و خود فروش ہے بےرحم و سنگدل
ہر بار جورِ تازہ ہے اور ظلم متصل
پیماں گسل ہے صبر گسل اور جاں گسل
میری وفا سے بھی نہیں ہوتا کبھی خجل

شکوہ کیا تو کفر کیا قہر ہو گیا
مجبور ہو کے عذر کیا زہر ہو گیا

ہاں یادِ ہمکناریِ جاناں سے کیا حصول
خمیازہ ہائے حسرتِ پنہاں سے کیا حصول
ناحق کی چھیڑ چھاڑ سے ارماں سے کیا حصول
خالی بغل ہے مفت کے احساں سے کیا حصول

کیا ہو گیا خیال اگر ساتھ سو گیا
دب دب کر اور دل کا برا حال ہو گیا

شوقِ وصالِ شاہدِ سیمیں بدن عبث
یادِ حلاوتِ لب و سیبِ ذقن عبث

فکرِ درازِ زلفِ شکن در شکن عبث     نقشِ خیالِ نرگسِ ہاروت فن عبث

اُس ساقِ صندلیں کی صفائی سے کام کیا
اُس نازنیں کے دستِ حنائی سے کام کیا

اے دل مجھے تصورِ جاناں سے فائدہ     آنکھوں کو خوابہائے پریشاں سے فائدہ
عرضِ نیاز و پرسشِ پنہاں سے فائدہ     بے صرفہ شکوۂ شبِ ہجراں سے فائدہ

مشقِ تصورِ نگہِ شرمگیں سے ہے کیا
چپکے ہی چپکے جائیگی جانِ حزیں ہے کیا

اُن کو ہر اخیال بھی ہو سر بسر غلط     اندیشۂ مآل بھی ہو سر بسر غلط
اِس ہجر کا ملال بھی ہو سر بسر غلط     کچھ خواہشِ وصال بھی ہو سر بسر غلط

مشکل ہے اُن کو اپنا دوپٹہ سنبھالنا
وہ اور دل سے گرتے ہوئے کا سنبھالنا

ہیں اور ماتمِ غمِ جاوید ہائے ہائے     فرصت ہو اور نالوں کی تجدید ہائے ہائے
دل اور جانگدازیِ امید ہائے ہائے     آنکھیں ہیں اور حسرتِ دید ہائے ہائے

مانندِ دق مزاج بھی کچھ مستوی سا ہے
کھلتا نہیں کہ درد مجھے جانکنی کا ہے

ڈالا یہ تفرقہ فلکِ ہرزہ کار نے     غربت کا داغ ہمکو دیا روزگار نے
آنکھیں دکھائیں گردشِ لیل و نہار نے     پھیلائے پاؤں طالعِ ناسازگار نے

صورت بگاڑے بیٹھے ہیں رنج و محن سے ہم
منہ کو چھپائے لیتے ہیں یادِ وطن سے ہم

آزاد ہوں کہ اب کوئی حسرت نہیں رہی     وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی
کوسوں کسے زبان میں طاقت نہیں رہی     اے بختِ بد تو نید شکایت نہیں رہی

افسردگی دل نے بجھایا چراغ دل
آگے بڑھا ہوا ہے عدم سے فراغ دل

آشنا کوئی نہیں کہ کہوں اس سے راز دل
اسکو دکھاؤں حالت سوز و گداز دل
اسکو سناؤں قصۂ فکر دراز دل
بھیجوں زبانی اسکے پیام نیاز دل

سن میری بات میری کہانی پہ رحم کر
ظالم تو اپنی اٹھتی جوانی پہ رحم کر

ظالم یہ عشوہ ہائے فسوں ساز کس لئے
بیباکی کرشمہ و انداز کس لئے
یہ غمزہ ہائے شعبدہ پرداز کس لئے
تجھسے بھی آگے بڑھنے لگے ناز کس لئے

شیرازۂ تبسم پنہاں نہ لوٹ جائے
دست مژہ سے شرم کا دامن نہ چھوٹ جائے

نیرنگ غمزہ درپئے افشائے راز ہے
رنگینی مزاج تو محفل طراز ہے
بیباکی کرشمہ بھی ہنگامہ ساز ہے
پھر تجھکو اپنی پردہ نشینی پہ ناز ہے

کیا پوچھتا ہے جلوۂ پنہاں کے باب میں
اک موج خندہ ہے جو شکن ہے نقاب میں

اس فتنہ گر کے طرز تجاہل کو دیکھنا
آشفتگی گیسو و کاکل کو دیکھنا
اپنے سے بے خبر ہے تغافل کو دیکھنا
اسپر بھی اسکی شان تحمل کو دیکھنا

تیری ہی مے شباب کی کیا سادگی میں ہے
اسمیں بھی وہ نہیں جو مزا سادگی میں ہے

طرز حیا پڑھی ہوئی استادیوں نہیں ہے
پیروی کی ایک قید بھی آزادیوں نہیں ہے
شوخی کھلی ہوئی ستم ایجادیوں نہیں ہے
وہ آپ اپنے حسن کے فریادیوں نہیں ہے

حیران کار ہے وہ بت نو رو دشمن تیو پوچھا!

بدمستیِ شباب کی باتیں بھی یاد ہیں
منہ پھیر کر عتاب کی باتیں بھی یاد ہیں

اس شوقِ بیحجاب کی باتیں بھی یاد ہیں
پہلو میں اضطراب کی باتیں بھی یاد ہیں

تھا شکوۂ نزاکتِ بیجا اٹھا ہوا
جوبن کے ساتھ شرم کا پردہ اٹھا ہوا

مجھ سے تو بیخبر تھے اپنی خبر بھی تھی
اپنی نزاکتوں پہ تمہیں کچھ نظر بھی تھی

[illegible] ساتھ سوتے تھے اسکی خبر بھی تھی
[illegible] وہ کروٹ بھی تھی

ہر کروٹ میں [illegible]
تم تھے بغل میں یا کوئی پتلی تھی آنکھ میں

منہ میں زبان دیکھ کے کہنا کہ چھوڑیئے
دل سے نہیں حیا سے اشارہ کہ چھوڑیئے

لب کاٹنا پھر اس پہ جھگڑا کہ چھوڑیئے
پہلو بچا بچا کے تقاضا کہ چھوڑیئے

کیا تم ہو کوئی رنجشِ بیجا کہ چھوڑ دوں
کیا جان بھی ہے مفت کا سودا کہ چھوڑ دوں

## دیگر در نعت

اے ذوالجلال اوجِ معانی دکھا مجھے
طبعِ سلیم راست بیانی دکھا مجھے

فیضانِ شانِ اعظمِ شانی دکھا مجھے
تیغِ زباں تو اپنی روانی دکھا مجھے

کیونکر مرا دماغ نہ ہو آسمان پر
معراجِ مصطفےٰ کا سخن ہے زبان پر

وہ فخرِ انبیا ہے زمین و زماں کا فخر
خاکِ قدم ہے مہر و مہ و آسماں کا فخر

وہ مرکزِ محیطِ ازل دو جہاں کا فخر
نعلین پاک کون و مکاں لامکاں کا فخر

عزت کو عزت اس سے شرف کا شرف وہ ہے
موجِ قدم صدف ہے تو دُرِّ نجف وہ ہے

کعبہ میں جلوہ رخ زیبائے مصطفیٰؐ
دیکھو فروغ گوہر یکتائے مصطفیٰؐ

ایمن میں نور شمع تجلائے مصطفیٰؐ
دونوں جہاں ہیں محو تماشائے مصطفیٰؐ

کیا آپ سے عرب کا مقدر چمک گیا
ایجاد اور وجود کا اختر چمک گیا

بطحا کی آب و تاب ہے یثرب کا نور عین
مکہ کی زیب و زین ہے کعبہ کے دل کی چین

یثرب کا نور عین ہے مکہ کی زیب و زین
کعبہ کے دل کی چین ہے سلطان مشرقین

یہ مشرقین ذرّے ہیں اُس گرد راہ میں
ذرے بھی وہ جو کچھ نہ آئیں نگاہ میں

موسیٰ کو مل گیا ید بیضا تو کیا ہوا
خلّت میں گر خلیلؑ ہیں یکتا تو کیا ہوا

یوسفؑ کو مل گیا رخ زیبا تو کیا ہوا
داؤدؑ نے یہ مرتبہ پایا تو کیا ہوا

لمعات ہیں یہ سب اُسی مہر منیر کے
قطرے گرے ہوئے اُسی ابر مطیر کے

اُسکی ثنا ثنا کی سعادت بیاں کا فخر
اُسکی صفت صفت کی لطافت زباں کا فخر

اُسکا بیاں بیاں کی شرافت زباں کا فخر
اُسکی مدیح مدح کی عزت جہاں کا فخر

انساں کی فضل یہ ہے کہ گویائے نعت ہو
ایماں کا خاصہ ہے کہ جویائے نعت ہو

مدحت نگار خاص جناب رسولؐ ہوں
عزت میں آج مردم چشم قبول ہوں

میں خادم بتول و عشیرہ بتول ہوں
جنت پکارتی ہے قریب الحصول ہوں

مداحِ شفیع امم کا لقب ملا
جو کچھ مجھے ملا ہے وہ حسان کو کب ملا

شاغل ہوں وصف ذات کریم الصفات میں

ہے ہمصفیر روح قدس بات بات میں

شہرۂ صریرِ خامہ کا ہے کائنات میں
آبِ حیاتِ خضرؑ نے ڈالا دوات میں

مانا کہ یہ سوادِ نبیِ عالی کا فیض ہے
مقبول ہو تو مالک و والی کا فیض ہے

ایماں کی اصل سے یہ قلم ہے لیا ہوا
کاغذ یہاں حضورِ دلِ اولیا ہوا
قطعِ یقیں سے قط بھی ہے سیدھا و صاف ہوا
مسطر شعاعِ نورِ خدا سے کیا ہوا

دعوے پہ میرے کفر ہے حاجت گواہ کی
تصدیق ہے شہادتِ الا اللہ کی

مضموں نیا بیاں نیا رنگ بھی عجیب
تمہید بھی نئی ہے تو آہنگ بھی عجیب
بندش نئی روش بھی نئی ڈھنگ بھی عجیب
اشعارِ پاک کی ہے یہ فرہنگ بھی عجیب

لفظوں میں ایک شانِ قدس تجلی کی شان ہے
حرفوں میں صاف نقطۂ سیہ قدسی کی شان ہے

اے بادپائے فکر ذرا اور تیز ہو
اے خامۂ خجستہ رقم مشک ریز ہو
حق ہمعناں! مخالفِ حق سے گریز ہو
ہر لفظ دلپذیر ہو اور لطف خیز ہو

مضمونِ بے مثال کی تصویر کھینچ دوں
چشمِ سخن میں سرمۂ تسخیر کھینچ دوں

اے جبرئیلؑ بابِ رسالت ہے دیکھنا
ناموسِ انبیاؑ کی عمارت ہے دیکھنا
اسریٰ بعبدہٖ کی جو عزت ہے دیکھنا
یہ اوج اوجِ قصرِ سعادت ہے دیکھنا

رفعت یہ کہہ رہی ہے ادب کا مقام ہے
قدرت ہے جسکا زینہ قضا جسکی بام ہے

یہ صحنِ پاک وادیِ موسیٰؑ سے کم نہیں
بیت الشرف ہے عرشِ معلیٰ سے کم نہیں
ہر ذرہ اسکا یدِ بیضا سے کم نہیں
کعبہ سے اور مسجدِ اقصیٰ سے کم نہیں

یاں ہے محیط شانِ الٰہی کا دبدبہ
پیدا ہے فیضِ نامتناہی کا دبدبہ

اللہ ری وہ شوکتِ سلطانِ انبیا
تھامے ہوئے رکاب کو ہے زہد و اتقا
تقدیس پائے بوس ہے تطہیر خاکِ پا
روکے ہوئے لگام کو ہے فضلِ کبریا

سامانِ آمد آمدِ خیر الوریٰ کا ہے
یہ مدّ و جزرِ قلزمِ فیضِ خدا کا ہے

کیا کیا ہے زورِ پنجۂ قدرت بڑھا ہوا
سینہ میں جوشِ بخششِ امت بڑھا ہوا
دونوں جہاں سے توسنِ ہمت بڑھا ہوا
آنکھوں میں پاسِ مہر و محبت بڑھا ہوا

وہ چشمِ انتظار و دعا ہے کھلی ہوئی
وہ رحمتِ قبول کھڑی ہے تلی ہوئی

کس شان سے چلی ہے سواری حضور کی
ہے توسنِ شریف کہ پیکر ہے نور کی
ہے آگے آگے یادِ خدائے غفور کی
حلقے رکاب کے ہیں کہ آنکھیں ہیں حور کی

ہاں اقتدارِ احمدِ مختار دیکھنا
روح الامیںؑ ہیں غاشیہ بردار دیکھنا

مرکب ہے برقِ طور کا پتلا بنا ہوا
ہے وصفِ شب میں صبح کا تارا بنا ہوا
ہر ایک نقشِ سُم یدِ بیضا بنا ہوا
پیچھے ہے آفتاب بھی سایہ بنا ہوا

کیا کام فیضِ روشنی مہر و ماہ کا
پرتو ہے شمعِ اشہد ان لا الٰہ کا

سرعت یہ تھی جہاتِ جہاں سے نکل گیا
اب کیا کہوں کہ قیدِ بیاں سے نکل گیا
یا ناوکِ قضا تھا کماں سے نکل گیا
غافل ہے نطق اور زباں سے نکل گیا

ہاں امتثالِ کن فیکوں کا ظہور تھا

رحمت جتا رہی ہے کہ کیا کیا بنا دیا
اس قرب نے ولیِ غضنفر بنا دیا
وحدت بتا رہی ہے کہ یکتا بنا دیا
اچھے کو آج اور بھی اچھا بنا دیا

ظاہر میں جبرئیل و فرس کا بہانہ تھا
باطن میں جلوۂ کشش دوستانہ تھا

حاضر ہیں دو جہان یہاں اختیار میں
ماضی کا اعتبار نہیں اعتبار میں
آئینہ جس طرح کفِ آئینہ دار میں
دیکھو لہو ہے خشک رگِ انتظار میں

اطلاقِ سمت و نسبت ہے نزہت بودہ ہے
فعلیتِ وجود ہے صدقِ شہود ہے

اے فخرِ مرسلیں ترے اس نام کے فدا
اے نورِ اولیں ترے اقدام کے فدا
اے بادشاہِ دیں ترے احکام کے فدا
اے رحمتِ مبیں ترے اکرام کے فدا

وہ دن خدا کرے کہ زیارت نصیب ہو
دنیا میں مجھکو روضۂ تربت نصیب ہو

بس اے وفا محلِ ادب ہے ذرا ٹھہر
تفصیل ایک مصرعۂ مجمل پہ ختم کر
تو اولِ خلقت ہے فخرِ رسل ہے سید البشر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے ذاتِ تو مشاہدۂ ذات آمدہ
فارغ ز قیدِ اسم و اشارات آمدہ

ہاں جان و دل سے شیفتۂ پنجتن ہوگئیں
مداحِ چار یارِ رسولِ زمن ہوگئیں
قربان و جان نثارِ حسین و حسن ہوگئیں
دلدادۂ و فریفتۂ انجمن ہوگئیں

سنی ہوں امتی ہوں رسولِ انام کا
پیرو امامِ اعظم عالی مقام کا

یارب جنابِ شافعِ محشر کے واسطے
یارب بتولؓ و عترتِ اطہر کے واسطے

یارب چہار نیّر اکبر کیواسطے
یارب محی الدین پیمبر کیواسطے

ہو عاقبت بخیر مرا خاتمہ بخیر
قدسی کہیں کہ خوب ہوا خاتمہ بخیر

## دیگر در نعت

الله الحمد ہوا مہر تجلی گستر
آج ہر ذرہ ہے آئینۂ تصویر نگر
نکلا پھر جیب افق سے ید بیضائے سحر
عکس معشوق حقیقی کا جو آتا ہے نظر

ذرے ذرے سے انا اللہ کی صدا آتی ہے
خلق موسیٰ کیطرح سنتے ہی غش کھاتی ہے

روشنی مہر جہانتاب کی چھائی ایسی
تھی زمانہ میں جو ظلمت وہ یہانتک کھوئی
چشمۂ آب بقا پر بھی اندھیری نرہی
نام کو دیدۂ آہو میں سیاہی نہ ملی

اس سے آگے نہیں معلوم ملا یا نہ ملا
جانیوالونکو عدم تک تو اندھیرا نہ ملا

ہوگئی آئنۂ دل میں بھی ایسی صیقل
لوگ کہتے ہیں کہ گذرا ہے زمان اطول
کہ ہوئے عکس فگن لاکھوں مضامین ازل
میرے اشراق کے نزدیک ہے روز اول

ہاں مرے ذہن میں کیا نقشۂ ایجاد نہیں
کونسی بات ہے ایسی کہ مجھے یاد نہیں

ذہن میں سیکڑوں مضمون چلے آتے ہیں
عالم قدس ملایک مجھے دکھلاتے ہیں
عقل اول کے یہاں ہوش اڑے جاتے ہیں
نعت لکھنے کے جو ڈھنگ وہ سمجھاتے ہیں

جی میں ہے مصر سخن آج ہی تسخیر کردوں
وصف اک غیرت یوسف کا میں تحریر کردوں

جب تھے نسخۂ قدرت میں کہیں نقش و نگار
رنگ آمیزی قدرت کی نہ آئی تھی بہار

اکطرف رکھا ہوا تھا قلم نادرہ کار     نقطہ و دائرہ و خط کے نہتے کچھ آثار

صفحۂ دہر تھا صناعِ ازل کا کاغذ
دیکھنے سے وہ نظر آتا تھا سادا کاغذ

چاہا نقاشِ ازل نے کہ وہ نقشہ کھینچوں     جسکے ہر رنگ میں ہو جلوۂ حسن بیچوں
عز و تمکین و نجابت میں ہو از بس موزوں     پیار کی آنکھ سے دیکھوں اُسے اور پیار کروں

واہ رے عشق ادھر حسن کا سامان کیا
دونوں عالم کو ادھر پہلے سے قربان کیا

پردۂ دیدۂ یوسفؑ سے لیا ایک ورق     کھینچکر نقش بھرا اُسمیں وہ رنگِ مطلق
جسکے جلوہ سے پُر انوار ہیں یہ ہفت طبق     خرِّ موسیٰ صعقا جسکی ہے شانِ برحق

طور پر جاکے اُسے برقِ صفت چمکایا
جو نہ دیکھا تھا وہ موسیٰ کو وہاں دکھلایا

رکھ کے پردہ میں جو کہنا تھا وہ سب اُس سے کہا     حسنِ معنی سے دیا اُسکو جو کچھ دینا تھا
لاکے باہر اُسے پھر جلوہ گہِ ناز کیا     خوبی و حسن میں قدرت کا تماشا دیکھا

نامِ سر دفترِ دیباچۂ سرمد رکھا
اور لقب احمدؐ و محمودؐ و محمدؐ رکھا

واہ کس شان کی تصویر کھنچی حق کی قسم     جسپہ سو جان سے قربان ہوے لوح و قلم
رنگ و بو ہو کے ملے ہیں جو حدوث او قدم     نظر آتی ہے عجب قدرتِ ربِ اکرم

ہمہ خوبی ہمہ شوخی ہمہ رعنائیہا است
بارک اللہ ہمہ مجموعۂ زیبائیہا است

ایسی صورت کہ جسے مصحفِ ایماں کہیے     ایسی صورت کہ جسے قدرتِ یزداں کہیے
ایسی صورت کہ جسے شمعِ شبستاں کہیے     ایسی صورت کہ جسے مہرِ درخشاں کہیے

ایسی صورت پہ مرا دل بھی جگر بھی صدقے
ایسی صورت پہ تو آنکھیں بھی نظر بھی صدقے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کیسی ہے
حسن کس پردہ میں تھا پردہ دری کیسی ہے

شوخیاں کیسی ہیں آہو نظری کیسی ہے
دیکھنے والوں کو یہ بے خبری کیسی ہے

جو نہ دیکھا ہو کبھی اسکو بھلا کیا کہیے
جلوہ احمدؐ کا تو ہاں نور خدا کا کہیے

گیسو و عارض روشن کا بیاں ہے اطول
حقمیں دو نکتے کے دیتا ہوں قول مجمل

کھولنا چاہیے اب نکتہ ما قل و دل
یہ اگر شام ابد ہے تو ہے وہ صبح ازل

اسکو والیل کی تفسیر کہا کرتے ہیں
اسکو والنور سے تعبیر کیا کرتے ہیں

اولی تصویر بتا تو ہمیں کیا کہتے ہیں
ہم تری شان میں لولاک لما کہتے ہیں

دست قدرت نے کہا نور خدا کہتے ہیں
قاب قوسین تجھے اور دنی کہتے ہیں

حسن یوسفؑ دم عیسٰیؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گرچہ سینے میں مرے نور نبی پنہاں ہے
چشم ظاہر سے مگر دیکھنے کا ارماں ہے

ناطق کہتے ہیں جسکو وہ دل حیراں ہے
ہے سوال ارنی اور نیا ساماں ہے

دل کا میدان بھی اک وادی پرنور بنا
شعلہ آہ جو نکلا شجر طور بنا

آرزو یہ ہے کہ جنت کا تماشا دیکھوں
جو نہ دیکھا کبھی رضواں نے وہ صحرا دیکھوں

اپنی ان آنکھوں سے میں یثرب و بطحا دیکھوں
اور پھر آگے کہوں کیا کہ میں کیا کیا دیکھوں

خضر نازاں ہو مری بادیہ پیمائی پر

صدقے جمعیتِ کونین ہو تنہائی پہ

دن کو تو خضر مری راہبری فرمائیں — رات میں حضرت موسیٰ بھی کہیں ملجائیں
پھر چراغ ید بیضا وہ مجھے دکھلائیں — وادیٔ ایمنِ مقصود کی رہ بتلائیں
جاکر اس دشت میں رکھوں جو قدم کانٹوں پر
دیکھکر لوٹے وہیں باغ ارم کانٹوں پر

غل ہو مداحِ شہِ ہر دوسرا آتا ہے — طالبِ جلوۂ محبوبِ خدا آتا ہے
بادل وسینۂ توحید فزا آتا ہے — ہمہ تن دیدۂ مشتاق لقا آتا ہے
نام اس کا ہے وفا اور وفا مذہب ہے
آپ کے نام پہ مرجائے یہی مطلب ہے

یہ مسدس مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے سالانہ جلسہ پر تصنیف ہوا

وقت ہے حوصلۂ قوتِ ایمانی کا — کام ہے فیصلۂ حکمتِ پنہانی کا
زور ہے غلغلۂ رحمتِ یزدانی کا — شور ہے کوکبۂ سطوتِ قرآنی کا
پردۂ غیب سے کیا جلوۂ یکتا نکلا
جیبِ اقبال سے گویا یدِ بیضا نکلا

صفحۂ دہر پہ کھنچے نور کے نقطے کیا کیا — پرتوِ وحدتِ مطلق کے ہیں معنے کیا کیا
شوخیٔ حسن کے ہوتے ہیں تقاضے کیا کیا — پھر تجلی نے دکھائے ہیں تماشے کیا کیا
خامۂ ناز کی اب جلوہ گری ہوتی ہے
شاہدِ راز کی ہاں پردہ دری ہوتی ہے

لوحِ محفوظ پہ کہیا آ کی بشارت آئی — خیر مقدم کیلئے بڑھکے ہدایت آئی
پھر قدمبوس ہمایوں کو طہارت آئی — سرِ تسلیم جھکائے ہوئے طاعت آئی
جوہرِ قدس کی ذارین تابی دیکھو —

مخمّس فیصلہ ہے فصل خطابی دیکھو

اے خوشا فرۂ مقبولِ ماہِ رمضاں
وضع میں مصقلِ آئینۂ نورِ ایماں
جسکا مطلع شرفِ انزل فیہ القرآں
شان میں اسم اشارہ کیطرح سے نہاں
اسکو دیباچۂ اسفارِ سعادت کہئے
اسکو شیرازۂ اوراقِ عبادت کہئے

دیکھنا مرتبتِ محملِ نازِ تنزیل
بارک اللہ لنا عرش سے اتری قندیل
حاملِ نورِ مقدس ہیں جنابِ جبریل
آگیا ظلمتِ عالم کیلئے وقتِ رحیل
فیضِ لاہوت ہے یہ شمعِ فروزانِ ازل
بزمِ ناسوت ہے اک بزمِ چراغانِ ازل

یہ وہ ہے سیف جسے کہتے ہیں سیفِ قاتل
بلکہ ہے صیقلِ اکملت لکم بھی کامل
اک اشارہ میں اڑی گردنِ سحرِ بابل
ہوگیا جوہرِ اتممت علیکم حاصل
ہاں رسالت کیلئے حجتِ قاطع نکلا
اور فی حدِ قضا جامع و مانع نکلا

نقشِ موزونیِ دامانِ رسالت کہئے
درۃ التاجِ درخشانِ رسالت کہئے
تکملۂ نورِ گریبانِ رسالت کہئے
پرتوِ شانِ خداشانِ رسالت کہئے
وہ رسالت جسے توحید کی ضو کہتے ہیں
شمع کاشانۂ تمجید کی لو کہتے ہیں

وہ رسولِ عربی گوہرِ دریائے قدم
ہمہ تن مردمکِ دیدۂ لیلائے قدم
اولیں آئینۂ شاہدِ زیبائے قدم
منتخب نقطۂ خالِ رخِ زیبائے قدم
اے وہ سر دفترِ نازش ہے دو عالم کیلئے
اے وہ سرمایۂ بخشش ہے دو عالم کیلئے

راست آئی قدِ رعنا پہ قبائے طٰہٰ
خوبیِ جلوۂ رفتار ہے فیضِ اسریٰ

زیبِ دستار ہوا طرۂ لولاک لما
مرحبا شانِ خدا صلّ علیٰ صلّ علیٰ

لکھتے ہیں جسکو ازل ہے وہ گریباں انکا
لکھتے ہیں جسکو ابد گوشۂ داماں انکا

مردمِ دیدۂ امکاں ہیں زمینِ یثرب
مرحبا قسمتِ فردوس بریں یثرب

چمکی ہے نورِ محمد سے جبینِ یثرب
بنگیا عرش نشیں خاک نشینِ یثرب

اے تری عرش نشینی پہ ملک بھی قرباں
اے تری خاک نشینی پہ فلک بھی قرباں

منظر این مدرسہ باشد بکمال تجوید
مرحبا منزلتِ عرش نشان تجوید

مصدرِ چشمۂ کمال است جمال تجوید
حبذا مرتبتِ قرب وجلال تجوید

اے وفا جامع آنرا دل ودیں حاصل باد
ہمت و کوشش و توفیقِ ازل شامل باد

## رباعیات

حسرت نے کہا کہ در پہناں میں ہوں
اک اکی تسلیاں دل زار کو دیں

قسمت نے کہا کہ رنج حرماں میں ہوں
بول اٹھی قضا کہ سب کا درماں میں ہوں

### دیگر

اے ذوقِ نظر یہ دیدہ بازی کبتک
اب شرمِ گنہ بھی منہ چھپائے آئی

اے شورشِ سر یہ ہرزہ تازی کبتک
اے شانِ کرم یہ بے نیازی کبتک

### دیگر

کیا پوچھتے ہو میرے دلِ زار کا حال — امید ہے خستہ اور تمنا پامال
کچھ آتشِ شوق گر بھڑک اٹھی کبھی — افسردگیِ غم نے دیا پانی ڈال

دیگر

میں بزمِ خیال سے ابھی آیا ہوں — تصویرِ عدم کے رنگ اڑا لایا ہوں
اے مانیِ وہم موشگافی کی قسم — خامہ پرِ عنقا ہے تو میں سایا ہوں

## تقریظ منظوم بر رسالہ من تصنیف مولوی سلامت اللہ صاحب مرحوم

آؤ حسنِ نظر افروز کا جلوا دیکھو! — یوسفِ مصرِ معانی کا تماشا دیکھو!
گوشِ تحقیق سے مضمونِ حقیقت سن لو! — چشمِ تصدیق سے تمثالِ دل آرا دیکھو!
حرف کو مردمکِ دیدۂ کثرت سمجھو! — نقطہ میں عالمِ وحدت کا تماشا دیکھو
باغِ تہذیب ہے اور تازہ بہارِ امید — کارپردازیِ دستِ چمن آرا دیکھو
بزمِ ترتیب ہے اور شمعِ کمالِ جاوید — سعیِ نازِ قلمِ حوصلہ فرسا دیکھو
دلنشیں نقش زمانہ میں ہزاروں ہوں گے — دل سے مٹ جاتے ہیں جب یہ سویدا دیکھو
گلِ تنزیہ سے کیا آتی ہے بوئے گلشن — باغِ تشبیہ سے جنت کا نمونا دیکھو
قاعدۂ فیض سے نکلے ہیں جدا دل کیا کیا — آج شاداب ہوا نخلِ تمنا دیکھو
حجتِ ناطقِ برحق کی متانت سمجھو — شانِ بیرنگیِ مطلق کا تماشا دیکھو!
نقطہ نقطہ ہے تجلی میں سوادِ ایمن — صفحہ صفحہ ہے یدِ بیضا دیکھو
از خدا تا بہ نبی جادۂ راہ ہست عیاں — خانۂ راستی آئیں کا اشارا دیکھو
از ازل تا بہ ابد بحرِ قبول است رواں — جوہرِ طبعِ مضامیں کا تقاضا دیکھو
کھل گیا بابِ دعا بڑھنے لگا شوقِ وفا — آ اربابِ صفا رنگ دعا کا دیکھو
بابِ اخبارِ بشارت میں لکھیں تا بشنو — نسخۂ صحیحِ سعادت میں پڑھیں تا دیکھو

# کلام فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## قصیده در مدح عالیجناب معلی القاب نواب محمد حامد علیخان صاحب بهادر والی ریاست رامپور دام اقبالهم و ملکهم

تاج سکندری که بکیوان برابر است / با خاک پائے خسرو دوران برابر است

در پیشگاه قدر سیاست گرائے او / هر دو جهان به پیکر بیجان برابر است

در جلوه گاه لطف تسلی فزائے او / حنظل به شهد و زهر به درمان برابر است

خاقان داد گستر ما حامد علی / وضع سخن بخان و بخاقان برابر است

لطفش ز بی‌نیاز نوازی بسی عزیز تر / قهرش به دلبری احسان برابر است

وقت کلام عطر دم جانفزائے او / با مشک سای گل و ریحان برابر است

وقت خرام تازگی نقش پائے او / با نو بهار گلشن رضوان برابر است

صبح الم گواه که ایام دولتش / با عتبار زحمت یزدان برابر است

شام امید دلیل که شبهائے عشرتش / با روزگار نیر رخشان برابر است

واندلئے ما سکندر ما پادشاه ما / بلقیس دولتش به سلیمان برابر است

کام تو بر لب و دم ما غم بر آسمان / مهر تو در دلست و به ایمان برابر است

آنکه کو بر بساط فراغ نشاط تو / دور فلک به جنبش مژگان برابر است

آئینہ گو در حریم تقدس پناہ تو
خورشید دعوہ پدیدہ ذرہ ہاں برابر است

اے اعتدال رابطۂ التفات تو
در ممکنات صورت امکان برابر است

اے انتظام ضابطہ فیض عام تو
در حیز ذاتیات بارکاں برابر است

ظل خدا مطیع رسول خدا تو لی
از ہر طرف تشکل ز فیضاں برابر است

در کارگاہ منقل لفتو اے اعتقاد
آنجا تو تکلمت یزداں برابر است

اے پایۂ استوار تو در مسلک وفا
با نقش پائے تو ز دو سلماں برابر است

اے خاک رہگذار تو در معرض صفا
با روشنی آئینہ جاں برابر است

یک قطرۂ آب گوہر یک قطرۂ آب اشک
ہرگز مگو کہ سود و نقصاں برابر است

نہ ساز ہر نگاہ نہ انداز ہر سماع
با چشم و گوش موسی عمراں برابر است

اے ہر فریب عدہ تسلی فزا بود
اے ہر سخن بہ پرسش خوباں برابر است

ہر کس نہ در تہیہ حسن قبول فیض
با فیض ہمت شہ مرداں برابر است

اے ہر کرشمہ ریشہ دواں ست در جگر
اے ہر ادا بنازش پنہاں برابر است

اے ہر متاع پایۂ دکان دلبری است
اے ہر بہا بہ یوسف کنعاں برابر است

این بیشی و کمی ہم از قابلیت است
فیض ازل ز حضرت یزداں برابر است

اے وائے بر زبونی بخت سیاہ من
ہر صبح من بشام غریباں برابر است

اے وائے بر خرابی حال تباہ من
امید من بحسرت و حرماں برابر است

داغ مرا ببیں کہ بدوزخ مقابل است
اشک مرا نگر کہ بطوفاں برابر است

پرسش ز تو کہ این ہمہ درماندگی چرا است
تا نازش زمین کہ خواجہ بسلطاں برابر است

ما سر بہ آستان سعادت نہادہ ایم
نقش جبیں و کنگر ایواں برابر است

ما پا شکستہ بر در دولت نشستہ ایم
فرش زمین و تخت سلیماں برابر است

حد ادب شناس وفا مختصر بگو
حرفیکہ با دعای فراداں برابر است

تا در محل ذهن نشان وجود ذهن
مفهوم اختراع با مکان برابر است

یا در عدد بفر عالم محال باد
با دست بی اثر که به نسیان ابر است

تا غنچه تبسم رنگین نگار حسن
اندر شگفتگی بگلستان برابر است

دلهای دوستان هوا خواه تازه باد
آن تازگی که با گل خندان برابر است

نقش نگار خانهٔ حسن قبول باد
این پیکر سخن که بصد جان برابر است

گلدستهٔ حدیقهٔ فیض عمیم باد
این مست حسن که با گل و ریحان برابر است

## قصیده در مدح عالیجناب امیر حبیب الله خان مرحوم والی سلطنت خداداد افغانستان که بروقت تشریف آوری هندوستان تصنیف شد

بفن سیمیا فیض هوا ریشه دوان آمد
بهار آمد به گلشن رنگ پیرای جهان آمد

چو موج خنده کز لعل بت بدست برخیزد
گل آمد بلبل آمد نغمه آمد باغبان آمد

صبوحی مشربان را مژده ذوق سکر دهی
که جان در کالبد در انجمن رطل گران آمد

همانا جاده ره از رگ گل تازه تر باشد
که از اقلیم آب و رنگ رنگین کاروان آمد

بیا مرغ چمن از تنگی جا شکوه سر کن
که طوفان بهار از جوش گل بر آشیان آمد

نفسها ریخته در سینها رنگ شگفتنها
سخن چون غنچهٔ گل بر سر شاخ زبان آمد

سخن از کیست مدح کیست فیض کیست هان بشنو
خوشا طالع مسمی انتخاب کن فکان آمد

ظهیر دولت و دنیا نصیر ملت بیضا
گرامی ذات او چون حد اوسط درمیان آمد

بیا طومار افریدون و کیکاوس و جم طی کن
که فخر دودمان ناموس خیل باستان آمد

## مطلع ثانی

قبول عام اندر جان و دل ریشه دوان آمد
ظهور خاص در شکل حبیب الله خان آمد

شعاع کوکب دری است یا نور علی نور است
سراج ملت و دین بر افلاک یکتا بدان آمد

بیا ای خضر جوش فیض رحمانی تماشا کن | محیط آبحیوان بر سر هندوستان آمد
چو آن صبح ید بیضا که ایمن مشرقش باشد | مبارک نور ایمان بر سر هندوستان آمد
بیا ای جبهه از جوش سجود از فلک بگذر | که دوران از پی تسلیم وقت امتحان آمد
برقص ای نقش سجده در جبین ماه و خور هم | که اندر شیوهٔ تعظیم وقت این و آن آمد
بیا از خاک ایمن صیقل آئینه جان کن | بیار آئینه جان را که جان در ملک جان آمد
خدیو مصر دولت پادشاه کشور نصرت | بهمت کامیاب و کامبخش و کامران آمد
تو ای محمد غازی و ماحی حامی دین رسول الله | جهان را پاسبانی و ترا حق پاسبان آمد
بپاس شرع و آئین پلهٔ میزان برابر شد | بهیبت در جهان الله اکبر در اذان آمد
نیام تیغ تو فهرست احکام قضا باشد | سر تیغ تو بسم الله مرگ ناگهان آمد
شرف چون بخت و دولت در رکاب او بدید ملا | ظفر جوهر شد و در قبضهٔ تیغ روان آمد
زمان ای زمان گنگی را عمر آخر شد | جهان را ای جهان تازگی را آسمان آمد
سخای عام جود عام فیض عام را نازم | که همچون جشن عالی مشتمل بر همگنان آمد
وجود من که خاک عرصهٔ محشر لغرق او | بدان اندیشه میماند که از راه گمان آمد
نفس از سینه خیزد یا غبار از کاروان خیزد | هجوم ناله آمد یا هجوم کاروان آمد
چو آب شهد کز فوارهٔ کوثر فرو ریزد | دعاها بر زبان خامهٔ رطب اللسان آمد

الهی در جهان باشی و با تاب و توان باشی
ترا دمساز عمر جاودان بخت جوان آمد

## قطعه در مدح جمیل المناقب عمیم الاحسان جناب نواب محمد ابوبکر خان بهادر رئیس ادول

سرمایهٔ نوازش تقسیم سرمدی | آقای تاجدار ابوبکر خان ماست
تا زد قبول فیض که او قبله گاه ما | بالد عروج بخت که او آسمان ماست

امیدگاہ جانِ عقیدت پناہ دل
در موقف نیاز تنِ ناتوانِ ماست

ما ذرہ ایم مہرِ ثنا عذر خواہ ما
ما قطرہ ایم بحرِ صفا قدردانِ ماست

اے پایۂ فتوت بادرکنِ دین و داد
اے مایۂ مروت او پاسبانِ ماست

گوئیم اگر ز فرہ و جاہ و جلالِ او
سلطانِ ماست ثانی صاحبقرانِ ماست

آئیم گر بمعرضِ فضل و نوالِ او
ہر دل است حاتم و نوشیروانِ ماست

اے گوہرِ تو مرکزِ پرکارِ علم یزل
گوید ازل محیطِ کرم درمیانِ ماست

آباد کردہ ایم بطرز حضورِ خاص
خلوت سرائے قرب کہ دار البیانِ ماست

ناموسِ اشتیاقِ تو در پردہ ہائے جاں
مہرِ تو در دل است و دل ما زبانِ ماست

ما مشرقِ خیالِ تو ہستیم از ازل
خورشید و ماہ چیست متاع و کانِ ماست

اندیشہ از جمالِ تو آئینہ در بغل
دست ہوائے تو بگریبانِ جانِ ماست

ما انچہ گفتہ ایم از اخلاص گفتہ ایم
ہاں ! ہاں ! بریں گواہ دل نکتہ دانِ ماست

ہر حرف قطرۂ ز رگِ جاں چکیدہ
گویا رگِ قلم مژہ خونفشانِ ماست

حق حافظِ تو بادو دینِ ناصرِ تو باد
وقفِ دعائے تو دل و کام و زبانِ ماست

صدرہ بریں سخن دل و جاں اتفاق نیم
یکرہ بگو وفائے حزیں مدح خوانِ ماست

## قطعہ در مدح جناب صاحبزادہ سید محمد مصطفیٰ علیخاں صاحب بہادر سابق ہوم سکریٹری ریاست رامپور

خانِ بلند پایہ ما مصطفیٰ علی
مہرش بصد ہزار تمنا خریدہ ایم

فرمانِ بندگی ز عقیدت گرفتہ ایم
توقیعِ ملکِ طغرل و سنجر دریدہ ایم

حکم وفا بناصیۂ جاں نوشتہ ایم
بر دفترِ حسابِ جہاں خط کشیدہ ایم

اے قبلہ گاہ دانش و امیدگاہ فضل
از بندِ دل بدولتِ تو مبنی رسیدہ ایم

انداز تیزگامیِ خامه گواهِ ما است
این حرف حرف حلقهٔ دامِ سعادت است
این نقطه نقطهٔ مردمکِ چشمِ عزت است
ماست نوبهار و خیالِ تو نوبهار
دامانِ ما وسیع و دراز است دستِ ما
از ما محیطِ عشرتِ جم جوش میزند
ما آئنه ز دستِ سکندر ربوده ایم
جامِ جهان نمای به خسرو سپرده ایم
شهباز سر بطوفِ حریمِ تو رفته ایم
صد ره به بزمِ عیشِ تو اندازه کرده ایم
ما بالشِ سر از مه و خورشید کرده ایم
معراجِ بختِ ماست که ما خاکِ پاشدیم
ما دانه ایم از تخمِ خلد است رزقِ ما
چشمِ امید بستهٔ تماشایِ خود ایم
خرسندیم و اضطرابِ جهان در سرشتِ ماست
خاریم و کاوِ کاوِ جگر سرنوشتِ ماست
لب تشنهٔ شعلهاے جهنم فشرده ایم
در بیکسی رهِ لبِ افسوس شد غلط
سرمایهٔ تفِ نفسِ جانگدازِ ماست
صد گونه التهاب نهان است جاے خول
نقشیم و از قلمرو تحریر خار جیم

در عرصهٔ خیالِ تو عمرے دویده ایم
از شهپرِ هما خطِ مسطر کشیده ایم
در شیوهٔ نگارشِ مضمون جریده ایم
چون رنگِ صبح بر رخِ گیتی دویده ایم
از گلشنِ سحر گلِ خورشید چیده ایم
ما رشحه ایم از لبِ لعلت چکیده ایم
هنگامهٔ تجلیِ بختِ تو دیده ایم
دیدیم از تو آنچه ز عالم شنیده ایم
آوازِ پاسبانیِ دارا شنیده ایم
مینا و جام بر کفِ جمشید دیده ایم
در سایهٔ تجلیِ تو آرمیده ایم
بوسیده ایم پا به ثریا رسیده ایم
ما سبزه ایم بر لبِ کوثر دمیده ایم
دستے شکسته پاے بدامن کشیده ایم
یک قطره خون وا ز رگِ بسمل چکیده ایم
ما ریشه ایم و در رگِ خارا دویده ایم
جان گفته جامِ خونِ سمندر کشیده ایم
در ذوقِ بیخودی لبِ دوزخ گزیده ایم
خورشیدِ حشر صورتِ تبخاله دیده ایم
چون نبض شعلهاے جهنم طپیده ایم
رنگیم و از مرقعِ عالم پریده ایم

شیرینی هوس بحریفان گذاشتیم
تلخابهٔ گداز دل و جان چشیده ایم

حسن قبول و فیض ازل کارساز ماست
از روضهٔ دعا گل امید چیده ایم

ما ای وفا کلیم گل حق بهار ماست
خاریم خار در دل حاسد خلیده ایم

جستاد پا بکمال لوا اقبال یاورت
گفتیم و خوانده ایم و شنیدیم و دیده ایم

۳ توفیق حق رفیق دانیس و ندیم باد
ما آنچه گفتیم ز الف شنیده ایم

## قطعهٔ تاریخی بمضمون تعمیرات جدیده ریاست رامپور

آن تجلیها که او را نور رحمت گفته ایم
در جمال حضرت حامد علیخان دیده ایم

آن ترقیها که او را حق قدرت خوانده ایم
در کمال سطوت خاقان دوران دیده ایم

قیصر و فغفور ما اسکندر و دارای ما
سکهٔ احسان او در کشور جان دیده ایم

تاجدار ما داور ما نواب ما مولای ما
سایهٔ فیضان او بر فرق کیوان دیده ایم

در تماشاگاه قدر او که فیض سرمد است
دو جهان را بر فراز طاق نسیان دیده ایم

در سیاستگاه قهر او که شان ایزد است
آسمان را صورت تصویر بیجان دیده ایم

از تصرفهای لطف او که نور رحمت است
شهر را مسعود تر از مصر و کنعان دیده ایم

از برای اهتمامش منتخب شد افسرے
افسری را بر کمال خویش نازان دیده ایم

وادی ما هوم صاحب افتخار داوری
ذات او را سایهٔ اقبال سلطان دیده ایم

بخت او آئینه دار دستگاه خسروی
دست او را قوت بازوی سلطان دیده ایم

در سنین یک هزار و نه صد و ده عیسوی
جلوهٔ آغاز تعمیر دل و جان دیده ایم

آن دل و جان عمارت صدر بلدار جهان
از سر نو حسن صحن و بام و ایوان دیده ایم

مرحبا تعمیر شهر و حبذا ترتیب شهر
راز های کن فکان از نیت عنوان دیده ایم

ای چه میپرسی ز ما وصف بهار شهر را
دستهٔ گل را بدست باغ تر دار بدیده ایم

اے چہ میپرسی زما نقش و نگارِ شہر را — نکتہاے سرِ پنہان نمایاں دیدہ ایم

مصطفیٰ آباد را دامانِ جنت خواندہ — کوثر و تسنیم را اطرافِ داماں دیدہ ایم

رہگذر ہا را بخطِ کہکشاں سنجیدہ — کوچہ ہا را موجہائے آبِ حیواں دیدہ ایم

۱۹۱۴

سنِ الحاق یک ہزار و نہ صد است و چار دہ — ہم برایں معیارِ سابق فخرِ فرماں دیدہ ایم

چوں خیابانِ ارم رنگیں دماغِ آرزو — عالمِ اندیشہ را طرفِ خیاباں دیدہ ایم

اے بچشمِ آرزو نظارہ را جوشِ نمو — ہر نگاہِ شوق را صد موجِ طوفاں دیدہ ایم

اے وفا دستورِ دعا اندر دیارِ جانِ ماست
ہر دعا را مایۂ جاں چوں رگِ جاں دیدہ ایم

## قطعہ

چہ خوش بینی اگر شان ... بینی — جمالِ یوسفی اندر رہش صد کارواں بینی

ہمہ توفیقِ فیضانِ خدا را ہمقدم یابی — ہمہ تمہیدِ احسانِ قضا را ہمعناں بینی

## مطلع ثانی

غبارِ راہِ او را سرمۂ چشمِ جہاں بینی — نشانِ پای او را حرزِ بازوی اماں بینی

مذاقِ آرزوہائے دل و جاں تازہ بنوازی — زلالِ رحمتِ باری بکامِ دوستاں بینی

خوشا مقدم کہ زیرِ پا محیطِ روح بخشی — بجائے جادہ ہا صد موجۂ رگہای جاں بینی

قطارِ چشمِ رضواں وا مکن فرصت زما بستاں — کہ در اقلیمِ جاں سرچشمۂ کوثر رواں بینی

اگر سنجی زبختِ ما را اوجِ عرشیاں سنجی — اگر بینی دماغِ ما فرازِ آسماں بینی

بنازو سے شہی عجزِ گدا آویزشے دارد — سرم بر آستانہ بینی شرف بر آسماں بینی

الٰہی از اجابت تا دعا ہا را اثر بخشی — الٰہی تا تہمانی آرزو ہا را عیاں بینی

گرامی ذاتِ او را قبلۂ اہلِ دعا سازی
بفیضِ لم یزل بینی بعمرِ جاوداں بینی

## قطعہ

بر طاق ابروی تو نمایان ہلال عید
از مصحف رخ تو گرفتیم فال عید

ہاں دیدہ ایم ...... ہاں تو ئی
چشم برہگذار تو جاہ و جلال عید

اندازہ دان ساعت بخت تو دیدہ است
بر اوج قدر ناخن پایت ہلال عید

نقصان جلوہ نیست کہ از جوش انبساط
بالد چو نقش پائے تو گرد ہلال عید

غلتیدہ است در رہ تو نو بہار عیش
بالیدہ است بر در تو نونہال عید

نقشے است از مرقع بزمت نشاط جم
عکسے است از تجلی رویت جمال عید

دلدادہ ہوائے تو شبہائے خرمی
گلچین انتظار تو صبح وصال عید

فیض تو بر دماغ جہان آب و رنگ ریخت
گل گل شدہ است دامن جیب خیال عید

اے دور تو مدار خط جام خسروی
از چشم روزگار فتد خط و خال عید

خدمتگذار تست شب قدر چون بہار
نور وز پیشکار تو باشد مثال عید

در تیرگی بخت ز افسردگی دل
نشناختیم ہنوز مہ عید و سال عید

ہاں اے وفا دعا و ثنا شیوہ من است
خوش شیوہ کہ گشت جواب سوال عید

تا روزگار عیش بود سازگار عیش
تا با ہلال عید بود اتصال عید

بادا برنگ معنی و الفاظ و حرف و صوت
با عین و یائے عیش تو پیوستہ دال عید

## قطعہ ناتمام کہ در بیان جہالت زمانہ و ناقدری علم تصنیف کردہ شد

چیست دنیا چو استخوانے چند
باہم آویختہ سگانے چند

آتش فتنہ را فروزاں کرد
نفس سرد احمقانے چند

مغز اندیشہ را پریشان کرد
شور و غوغائے کودکانے چند

طعنہ بر میر و میرزا ہے ہے
خندہ بر چشم خونفشانے چند

شکوہ از وضع غالب و مومن ظلم بر طبع نکتہ دانے چند
جوے از دیدہا بجوش آرم در جگر خونچکاں سنانے چند
زہر در کاسۂ فلک ریزم بر زبان نالہ و فغانے چند
خاک بر فرقِ ادعاے سخن باد در دست ابلہانے چند
یک ہیولیٰ و صد ہزار صور یک متاع است بر دکانے چند
یک نشید است و مختلف اصوات یک بیان است بر زبانے چند
دیو نفس اند ہم فرشتہ صور گرگ طبعند ہم شبانے چند
جانستانند عیسوی انفاس زہر مانند پاسبانے چند
مشت اوراق زمرۂ اسلاف کفنے چند و خستگانے چند
منم و سر بجادۂ تسلیم جبہہ بر نقش کاروانے چند
منم و وادی ادب در پیش دیدہ و جان و دل نشانے چند
ایکہ از ملک ہوش می آید محملے چند و کاروانے چند
آن فلک پایہ خسروان سخن بینش و ہوش را جہانے چند
آن گرانمایہ مالکان سخن پے اندیشہ آسمانے چند

## تاریخ وفات جناب حکیم محمد حسین خان صاحب استاد مصنف

الٰہی تا قیامت دیدۂ تر تازہ تر بادا مژہ فوارۂ خوں در رگِ جان نیشتر بادا
نفس بگداختم زہرابہا انداختم رفتم پس از من بادۂ عیش تمنا تلخ تر بادا
ز باغِ چاکِ دل گلدستہا بستیم و می آئیم قیامت چوں سبد زیب سبد لختِ جگر بادا
دل آزردہ محوِ ذوق از خود رفتگی شاید کہ رنگم از شکستِ رنگِ من ہم بے خبر بادا
تنِ افسردہ اندر پہلوے فرسودگی باید بہ بینیم گرمیِ خورشید محشر بے اثر بادا
جمشہد بردن و کشتن مرا تسکین نمی بخشد ستم در خاک و خوں غلطاں باندازہ دگر بادا

جهان مشتِ غباری دیدم و برخویش افشاندم
هلاکِ شیوهٔ رسوائیم خاکم بسر بادا

بتن هر موی من طوفانگهِ صد آتشین دریا
بذوقِ تشنگی توفیقِ همت بیشتر بادا

جنونم برد داغم آب و رنگِ هوش میریزد
گل داغم خزانم از بهارم تازه تر بادا

محیطِ آتشم آتش محیطِ من نمی گردد
جهنم شعلهٔ جوالهٔ آسا تا کمر بادا

معنبر آهِ من در دامنِ شب نافها ریزد
معطر گریه‌ام عطرِ گریبانِ سحر بادا

بمرگِ صاحبِ فیضی نمایان دستگه دارم
دکانِ گریهٔ من کانِ یاقوت و گهر بادا

جنابِ خال من استادِ من امیدگاهِ من
لب و کام و زبانم تار و انم نوحه گر بادا

محمد باحسین است این تفاول نسبتی دارد
روانِ پاک با لطفِ ازل شیر و شکر بادا

بلا و احق شناسا قبله گاها دانش آگاها
ترا انوارِ فیضانِ خدا پیشِ نظر بادا

قبولِ حج و قربِ خاص و طوفِ روضهٔ احمد
ببزمِ قدسیان قدس منزل معتبر بادا

بروزِ جمعه وقتِ نمازِ عصر در سجده
ندای ارجعی راضیةً خوش را هبر بادا

سنینِ رحلتِ تو الف و سه صد بست سه آمد
حسابِ او ز سالِ هجرتِ خیر البشر بادا

سوادِ مدفنِ تو مطرحِ انوارِ یزدانی
جمالِ لم یزل آئینه پردازِ نظر بادا

غبارِ مرقدِ تو توتیای دیدهٔ بینش
کمالِ ذره ذره مردمِ چشمِ هنر بادا

تو اندر عالمِ غیب و شهادت تازه می آئی
بشانِ تازه تازه شاهدِ حق جلوه گر بادا

دمِ جان بخشِ تو آئینهٔ اعجازِ عیسیٰ بود
ز مشقِ صیقلِ نورِ سحر و صاف تر بادا

کمالِ علم و فن از نسبتِ ذاتِ تو بارانِ لعل و
ز و بنیاد ذکرِ تو هم دین و ایمان بهره ور بادا

من و اندوهِ محرومی من و اندوهِ ناکامی
شبانِ تیره‌ام را یادِ احسانت قمر بادا

بجنت باشی و خوش باشی و هم جاودان باشی
تراحق یار بر تو رحمتِ خیر البشر بادا

وفا در طولِ عمر از بخششِ غمخوار میسر سم
بیانِ خونچکانم از زبانم مختصر بادا

## قصیدهٔ ناتمام در نعت

بافسون تو می نازد تصور هم تماشا هم — دو عالم رنگ و بوی هست پنهان و پیدا هم

خوش آهنگی که از زیر و بم یاد تو میخیزد — صدای لا اله شور ناقوس کلیسا هم

غبار دامان تو جان رهروان تو — که زیب فرق مجنون توتیای چشم لیلی هم

ز تنها عصمت یوسف ندیم خلوت تنهاست — که از دیوار زندان میجهد شوق زلیخا هم

دل و جان میدهی دمی ستانی شیوه های ای — عیان رنگ تغافلها نهان بوی تقاضا هم

تو کالای بینشانی داده در دست حیرانی — بهای صفحهٔ کاغذ بیاض چشم عنقا هم

ز دست تیشه دارم نقش آگاهی به بر خیزد — مگر زان نفی و اثباتی که گویم لا و الا هم

تو فی صیقل گر حجابهای بی جلوه وحدت — بیاد تو جبین ساید بپای آئینه سیما هم

ز خون عاشقان بیگناهان نمازها سازی — طراز دامن حسن تو باشد عشق رسوا هم

به آغوش امل اندیشی بنیاد محرومی — به پهلوی خموشی طرح کردی شهر غوغا هم

نشان عصمت بیگانگیها بی حجابیها — گواه بیحجابیها نگاه بی محابا هم

به آغوش تجلی ذره ذره تربیت یابد — ز خاک وادی ایمن دمیده چشم موسی هم

هزاران نقشها دیدم ندیدم حرف امیدی — زدم بر دیدهٔ دل عینک داغ سویدا هم

نهادی در جبین آذری نور خدادادی — که خود در پرده خودبینی و ز پرده خود آرا هم

حریم حرمتش را شوکت دنیا نمی ارزد — که وقف دورباش پاسبان جمشید و دارا هم

جمال صحبتش را لی مع الله آیتی باشد — کمال قربتش را حجتی باشد تدلی هم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## غزلیات

اے تو بہ نیرنگِ ناز طرفہ تماشا ادا
حسنِ تو نظارہ سوز جلوۂ تو چشم زا

قصر ترا بام و در اوجِ قضا و قدر
کاخ ترا لا الہ کنگرۂ کبریا

دیدۂ اوجِ تو بردہ ز تارک کلاہ
اے سر اندیشہ ما رفتہ بہ تحت الثریٰ

وحشیانِ ترا مرہمِ دل زخمِ دل
عشرتیانِ ترا خلدِ برین کربلا

سینۂ وحدت فضا صاف کن و برفشان
در رہِ برقِ فنا خار و خسِ ماسوا

جان و دل دردمند نالہ بخود گم شدہ
قافلۂ بے صدا وہم صدائے درا

لطف بہ بیچارگی رحم بدرماندگی
خاک بفرقِ امید خار بپائے **وفا**

بذوقِ جلوۂ نازِ تو آسان گشت مشکلہا
کہ از دامانِ محشر می چکد خونابۂ دلہا

نشانِ رہنوردانِ فنا سیرِ سبک باشد
کہ بر دوشِ صبا چون نقشِ پا بستند محملہا

من و یک عالمِ ذوقِ خرابی چون نمی آئی
بآن شوخی کہ برہم میزنی ہنگامۂ دلہا

بخلوت می نشینی و ہمان ہنگامہ آرائی
ببین از گوشۂ دامانِ تو بستند محفلہا

کمالِ تیزیِ رفتارِ من زنجیرِ پا باشد
کہ از پائے جنون شوقِ تپید است منزلہا

بتاب ای برقِ کم فرصت مپرس از حسرتِ حاصل
بدل آتش زدی و سوختی امیدِ حاصلہا

**وفا** دریائے فیضِ لطفِ ساقی بر سرِ جوش است

که خط جام من پهلو زند با خط ساحلها

رنگ فردوس بیامیز به پیمانهٔ ما
ای گل تازه بهار می و میخانهٔ ما

بگذر از وهم تماشا که تماشا دگر است
جلوه بر خویش کند جلوهٔ جانانهٔ ما

ته خاکستر دل بزم چراغان داریم
مشهد ماست بزیر پر پروانهٔ ما

سرمه از تیرگی بخت مهیا کردند
ای خوشا روشنی چشم سیه خانهٔ ما

می طپد نبض قیامت که فرو ریخته اند
در رگ گوش عدم گرمی افسانهٔ ما

حشر خونیست که از طرف جگر میجوشد
نو بهار آمده در پهلوی ویرانهٔ ما

ای وفا غربت و محرومی قسمت سهل است
محو شد از دل ما صورت غمخانهٔ ما

چشم حیرت زده چون عین عدم واست مرا
جلوهٔ خواب عدم سایهٔ عنقاست مرا

جلوه در پرده نهان اذن تماشاست مرا
جام بی نام و نشان خصمت صهباست مرا

غنچهٔ خلوت حسنش گل رعناست مرا
رنگ و بویش بتماشت و به پیداست مرا

ایکه از عالم نور راز لی می آئی
نقش پا مردمک دیدهٔ بیناست مرا

ایکه از وعدهٔ حیات ابدی می بخشی
نشان امروز باندازهٔ فرداست مرا

نقش پا زپسین است و گسستن مشکل
رشتهٔ زندگی من رگ خاراست مرا

مستی ذوق فنا صافی سر جوش من است
هستیم دردی پیمانهٔ صهباست مرا

خلوت شوق که صیقل زده تا نی کس است
آینه خانهٔ نیرنگ تماشاست مرا

ای وفا پاس وفا چیست که خاکم بر سر
درد جانکاه و غم حوصله فرساست مرا

بسته اند از دامن مژگان تو میخانه ها
تا بگردش چشم تو باشد گردش پیمانه ها

از برای گرمی حسنت مهیا کرده اند
بزم ها کاشانه ها فانوس ها پروانه ها

رنگهای تازه میریزم بگوش هوش جو — از لب من میچکد چون خون دل افسانه ها
قرة عین جنونم نور چشم بیکسی — پرورشها یافتم در دامن ویرانه ها
گرمی دل از گداز روح روغن میدهد — دیده افروزد چراغ ماتم غمخانه ها
سینه و دل سوختی هم سینه و دل جانشست — خانه با آتش زدی گنجینه در خانه ها

اے وفا تخم امل بر روے آتش ریختند
از خمیر برق خرمن سوز روید دانه ها

زہے رنگ اثر فیض بهار دردناکی را — رگ گل کردم از جوش تپش رگهای خاکی را
صف محشر که موجے از محیط دردمندیست — نوردی کرده ام طرف بساط سینه چاکی را
همی جوشد به پهلوے خموشی خون تقریرم — به بند سطوت او بسته ام لبهاے شاکی را
دلم لب تشنه آزار و شوقم العطش گویان — بریدم از محیط سینه جوے دردناکی را

وفا از شیوهاے دیده ساقی چه میپرسی
نگاه مست او نشتر زده رگهاے تاکی را

بهار جلوه راز است نازم پرده پوشی را — لب و صد رنگ نقش ساده گیهای خموشی را
بجوار سایه پرورد قیامت ذوق بیتابی — بپرس از تشنه غم لذت خونابه نوشی را
خوشا تاب عتاب او که با خاکم هم آغوشست — چه داند برق کم فرصت طریق گرم جوشی را
رگ درماندگی از اهتزاز شوق می جنبد — بپاے دل شکستی خار ذوق هرزه کوشی را
تواند نشه و من در خیال نشه بد مستم — چو ساغر میکشم تصویر بزم باده نوشی را
به تمکین داده فرد حساب خون تقریرم — به خاموشی حوالت کرده اجر خموشی را

وفا باز ارمغان آ ئی همی گرم است و می نالم
رواج ساده گیهاے قماش خود فروشی را

## ردیف باے موحده

اے وفا خستہ گدائے درِ شاہے دریاب
بگذر از جان و جہاں آئی و پناہے دریاب

ہستم ہمت من رحمتِ تو رحمتِ تست
طالبِ نیم نگاہم بہ نگاہے دریاب

منم و معرکۂ حشر و غمِ رسوائی
چشم بکشا و بدیں حالِ تباہے دریاب

منم و تیرگیِ گور و شبِ تنہائی
جلوہ فرما و بدیں روزِ سیاہے دریاب

قطرۂ کن کہ گلِ روضۂ رضوان باشم
کفِ خار و خسِ راہم سرِ راہے دریاب

اے ترا از دلِ پامالِ عزیزاں چہ خبر
حسنِ دستار نگر اوجِ کلاہے دریاب

آنکہ تبخالۂ خورشیدِ قیامت تشکست
شیوۂ نالہ و اندازۂ آہے دریاب

بیکسم بیکسیِ رنج فزائی بنگر
بیدلم بیدلیِ حوصلہ کاہے دریاب

اے وفا بر شرفِ خاصِ رسول الثقلینؐ
رحمتِ عام گواہست گواہے دریاب

## ردیف تا

صبحِ ازل کہ جیبِ قبائے محمدؐ است
پیرایۂ لباس برائے محمدؐ است

جنت بسازگاریِ دیدارِ جنت است
یعنی رضائے حق برضائے محمدؐ است

از بامِ کعبہ کوکبۂ موج میزند
در دستِ جبرئیلؑ لوائے محمدؐ است

فضلِ خدا ندیمِ جنابِ رسالت است
فیضِ قدم حریمِ سرائے محمدؐ است

در رہگذارِ قدس نہاں را عیاں ببیں!
ناموسِ دو جہاں تہِ پائے محمدؐ است

ہر قطرہ قطرہ محوِ تماشائے رحمت است
ہر ذرہ ذرہ گرمِ ثنائے محمدؐ است

ہر بار رنگِ تازہ بدریوزہ میبرد
رضوان برائے خلد گدائے محمدؐ است

از تنگنائے حوصلۂ دو جہاں گذشت
برتر ز نشاءتین عطائے محمدؐ است

ہاں دم مزن وفا ز فروغِ جمالِ ذات
خورشید و ماہ عکسِ ضیائے محمدؐ است

پارهٔ ماه با آهنگ قدمبوسی ریخت
اخگرِ کسروی و افسرِ کاؤسی ریخت

بلدهٔ طیبه و رب غفور است صبوح
شیرهٔ حسن ز میخانهٔ قدوسی ریخت

ذرهٔ رهگذرش خلد برین در آغوش
جلوهٔ خاک بهارِ پرِ طاؤسی ریخت

گل خورشید قیامت بدلم افشردند
قطرهٔ بود که در ساغر مایوسی ریخت

خبرے داد ز بے پردگیِ جلوهٔ او
آتشیں رنگ که در پردهٔ فانوسی ریخت

توبه ام خانقه و صومعه ویران کرد است
نالهٔ ام بتکده در پهلوے قدوسی ریخت

اے وفا خواهشِ تریاقِ شفاعت دارم
زهرها خوں شد و چوں جوهرِ کیموسی ریخت

در سینهٔ ز عشقت اثرے هست و اثر نیست
اے وائے که درد جگرے هست و جگر نیست

افسون وفا رشتهٔ دوا نیست و وفا هیچ
از پرسشِ پنهاں خبرے هست و خبر نیست

بزمیست که از ساغر و مینا نتواں گفت
دوریست که ذوقِ نظرے هست و نظر نیست

چشمِ تو حریف است و حریفش نتواں بود
میخانه سرِ رهگذرے هست و گذر نیست

امیدِ نشانے که نشانش نتواں یافت
هستی همه وهم کمرے هست و کمر نیست

هاں کثرتِ اعیاں بود آئینهٔ وحدت
آئینه بدستِ دگرے هست و دگر نیست

حاسد بگمانِ غلط افتاد وفا هیچ
فریاد که علیم هنرے هست و هنر نیست

دل آفت زده بیصرفه بکوشیدن رفت
شعلهٔ داغِ جگرسوز بلبریزیدن رفت

شوق و افسونِ وفائے که بدلها زده
لب و افسانهٔ دردے که به نشنیدن رفت

تو و صد عالمِ رنگیں که به مینو ماند
من و ناکامیِ دستے که ز گل چیدن رفت

بزم امید همان شیشه و پیمانه همان
مے به بیهودن و هاں نشه ببالیدن رفت

دل ز خود رفته و صد کشمکشِ لذتِ شوق
نگهِ ناز بیک شیوهٔ دزدیدن رفت

شاوم از فرصت شامے کہ قیامت پس اوست
تا لم از رخصت صبحے کہ بخندیدن رفت

یک جہاں نورِ نظر از رخِ تو میریزد
بسکہ از جوشِ صفاہائے بلغزیدن رفت

از ازل بود نظر کردۂ چشمِ رحمت
داغِ عصیاں کہ بتر دستیِ بخشیدن رفت

اے وفا جلوہ نظر سوز و تماشا دلکش
وائے آن دیدہ کہ از دیدن و نادیدن رفت

دیدہ از جلوۂ تمکینِ تو حیراں شدہ است
دربساطم نگہے بود کہ مژگاں شدہ است

میچکد از نگہِ نازِ تو بدمستیِ ناز
از رگِ موجۂ مے نشئہ نمایاں شدہ است

اے خوشا آب و ہوا طرفہ نم و سوزِ جگر
چشمِ خونابہ فشاں بزمِ چراغاں شدہ است

رنگہا داری و نازِ چمن آرا داری
باغباں جلوہ فروشِ گل و ریحاں شدہ است

فرصتم طولِ امیدے است کہ محشر نامند
تنگیم قطرۂ اشکیست کہ طوفاں شدہ است

اے بسا بزمِ دل و دیدہ کہ غارت زدہ
اے بسا خانۂ آباد کہ ویراں شدہ است

زاہدا از روشِ دینِ وفا ہیچ مپرس
کافرے بود مگر تازہ مسلماں شدہ است

موجۂ خندہ بزیرِ لبِ یار آمد و رفت
شاہدِ جلوہ در آغوشِ نہال آمد و رفت

کفِ خاکِ من و صد رنگِ تماشائے جنوں
حشر در پردۂ فانوسِ تمنا آمد و رفت

داغم از وضعِ سبکخیزیِ نقشِ امید
منم آن رنگ کہ بر [illegible] آمد و رفت

مے بیرنگ بہ خمخانۂ وحدت باقیست
نشئہ و ساغر و [illegible] ز خمار آمد و رفت

اے بسا محمل تابِ مہ و خورشید گذشت
اے بسا قافلۂ [illegible] و بہار آمد و رفت

نالم از شوخِ عزائے نظرے کرد و ربید
داغم از [illegible] بکنار آمد و رفت

اے وفا لذتِ خوابیست کہ خاکم بر سر
فتنۂ حشر خرامے بہ مزار آمد و رفت

دیدهٔ طوفان زده تا سینه دریا بوده است
چون ز دل پرسی کف سیل تمنا بوده است

پر سرِ بازار گر شوقِ تماشا بوده است
تا زهم در خلوتِ حسنِ تو رسوا بوده است

دیدها رو ید اگر از ایمنِ دلها چه سود
هدیهٔ برقِ جمالش چشمِ موسیٰ بوده است

هنوز ماتمِ امید را سخن با قیست
لب شکایتِ بیمهریِ وطن با قیست

بدهر تازه لباس بهار بخشیدی
شهیدِ نازِ ترا حسرتِ کفن با قیست

منم بکنجِ قفس جوشِ گل بجیبِ خیال
بزیرِ بال و پرم جلوهٔ چمن با قیست

دلم بحسرتِ وارفتگان تماشا کن
خمیرمایهٔ صد داغ انجمن با قیست

بزیرِ خاک ز رگهاے خاک در تا بم
هنوز سلسلهٔ زلف پر شکن با قیست

دگر بیا به تقاضاے جلوهٔ یکتا
هنوز تفرقهٔ شیخ و برهمن با قیست

بمرغزارِ هوس چو تو ئی غزال کجا است
زما رسیدی و اندیشهٔ ما ختن با قیست

ببزم یاد ز دورِ الست می آید
بجام رشحهٔ از بادهٔ کهن با قیست

وفا بحشر نگهدار دین و ایمان را
که دورِ فتنهٔ چشمِ سحر فن با قیست

## ردیف ح

اے بیاضِ گردنت گنجینهٔ اسرارِ صبح
وے بنا گوشت خمیر جوهرِ انوارِ صبح

اے جبینِ صافِ تو دیباچهٔ اسفارِ صبح
وز بیاضِ عارضِ تو نقطهٔ آثارِ صبح

سرمهٔ تسخیر در چشمِ تو چون لیلاے شام
غازه بر رخ از شفق چون شاهدِ عیارِ صبح

منظرِ بالاتری داری که دیدن مشکل است
ایکه از فرقِ افق افگندهٔ دستارِ صبح

جوشِ صهباے بهار از انبساطِ خنده است
بر چمن افتاد گویا ساغرِ سرشارِ صبح

تابشِ آئینها از التفاتِ جلوه است
امتیازِ ذره ها از پرتوِ انوارِ صبح

دستگاهِ کاروانِ او بود فیضِ ازل
نقشِ پاے رهروانِ او بود معیارِ صبح

لذتِ شوراب اشکم از دلِ شبہا مپرس
صد نمکدان ریختم در دیدۂ بیدارِ صبح

ذوقِ صہبائے نازِ او روان چون آفتاب
آن نگاہِ شرمگین چون موجۂ رفتارِ صبح

ہان متاعِ روزِ محشر ہم بیغما دادہ
در شبِ گیسو بغارت بردہ بازارِ صبح

اے وفا یک چشمک برق است نیرنگِ جہان
وائے کوتاہ است عمرِ راحتِ بیمارِ صبح

## ردیف دال مہملہ

شوخیٔ چشمم آن بتِ زیبا نہادہ اند
مستی درونِ پردۂ صہبا نہادہ اند

خوبان برخ نقابِ حیا در کشیدہ اند
دکانِ دلبریست کہ پیدا نہادہ اند

بر دیدہ راہِ کوچۂ نظارہ بستہ اند
در دل عجیب ذوقِ تماشا نہادہ اند

خونیست گرم از جگرِ من چکیدہ
آن آتشے کہ در رگِ خارا نہادہ اند

قربانِ یک ادائے دلِ سوگوارِ من
آن بیکسی کہ در دلِ شبہا نہادہ اند

دل را بداغ سوز کہ صد جلوہ روبروست
شمعے برہگذارِ تماشا نہادہ اند

ذوقِ نظر ببین کہ تماشائیانِ عشق
از کعبہ رو بسوئے کلیسا نہادہ اند

نہ تنہا دل بیادِ ساقیٔ مستانہ می سوزد
کہ روحِ بادہ اندر قالبِ پیمانہ می سوزد

کدامی شعلہ رو گرمِ تماشا بود حیرانم
کہ در آئینہ جوہر چون پرِ پروانہ می سوزد

وجودِ من دلیلِ کاروانِ صد خرابہا است
منم آن شمعِ تنہائی کہ در ویرانہ می سوزد

بہاران ہست فیضِ آتشِ گل را تماشہ کن
کہ مے در شیشہ و خون در رگِ دیوانہ می سوزد

کجا آرد نزاکت تابِ دودِ سینۂ عاشق
کہ در مہتاب رنگِ عارضِ جانانہ می سوزد

فروغِ برقِ توحید است کفرِ من چہ کفرِ من
کہ از آوازِ ناقوسم بت و بتخانہ می سوزد

وفا تخمِ امل اندر دلِ سوزان چہ افشانی
سپند آسا بروے مزرع او دانہ می سوزد

چه سرکشی که ز خود سر کشیدنی دارد | ز شیوه‌هائے رمیدن رمیدنی دارد
ز کس مپرس که سود و زیان دنیا چیست | همین بس است که رنج خریدنی دارد
به پیشِ روے تو رنگِ بهار همی ماند | بقطرهٔ که ادائے چکیدنی دارد
حیا ز شیوهٔ ناز او به چه خونریز است | نگه بدیدهٔ عاشق تپیدنی دارد
تغافلت ز خموشی رهِ سخن وا کرد | به پردهٔ نشنیدن شنیدنی دارد
تو در حجابی و نیرنگِ شوق پرده دراست | ندیدهٔ که ندیدن چه دیدنی دارد

ز نیم جرعهٔ صهبائے حسن یار مستش
وفا دماغ دو عالم رسیدنی دارد

لبِ اظهار به بستند و فغانم دادند | رگِ امید بریدند و زبانم دادند
عالمے بود و بس عالمِ حیرانیها | از جهانم ببراوردند و جهانم دادند
تا لبِ بسترِ گل شعلهٔ دوزخ ماند | به سلوکم گرمتر از شیشهٔ رگ روانم دادند
در خرابات مغان چشمهٔ حیوان موریست | بادهٔ صاف‌تر از روح روانم دادند
دل شکستند و ز امید طلسمے بستند | ظلم کردند و ز انصاف نشانم دادند
آخر از کوچهٔ رسوائی تن بگذشتم | گذرے خاص بخلوتگهِ جانم دادند
عید و آزادیِ من لذتِ دیگر دارد | فرصتِ کشمکشِ ناز بتانم دادند
تا ابد محوِ تماشائے خیالم کردند | در ازل آئینهٔ خواب گرانم دادند

اے وفا مردم و صد گونه شکایت باقیست
بخموشی تپشِ نبض بتانم دادند

گلچین آه از چمنم کامیاب بود | لختِ جگر گلِ سبدِ اضطراب بود
شوخی ببین که جلوه بدستِ شباب بود | تمکین نگر که آئینه اندر نقاب بود
از بهرِ ماست گرمیِ هنگامهٔ جزا | در پردهٔ پرسشِ دلِ خانه خراب بود

دلها خراب بادهٔ پیمان جانفزا — جانها هلاک تلخی زهر عتاب بود
در پیرو جای زخم عجب نقش بسته است — دل کارنامهٔ نگهٔ بیحجاب بود
رنگین شد است پردهٔ غفلت چو نوبهار — صد جنت کرشمه در آغوش خواب بود
صبر لب خموش که بند نهیب تست — عنوان شکوهٔ ستم بے حساب بود

در دیدهٔ امید وفا خاکها زدند
سیراب اے وفا به نگاهم سراب بود

پای است بصحرا که دویدن نشناسد — دستے است بدامن که دریدن نشناسد
صد جلوه جوابیست سوال ارنی را — ذوقیست که دیدن ز شنیدن نشناسد
نظاره همی جوید و از خود خبرے نیست — آئینه همی بیند و دیدن نشناسد
از وهم برون رفته و رفتار نداند — از خویش رمیدست و رمیدن نشناسد

شاخ گل سبز نشد صحبت باغ آخر شد — انجمن گرم نگردید و چراغ آخر شد
لب جهان تشنه و ساقی خم و خمخانه شکست — باده بر خاک فرو ریخت ایاغ آخر شد
برق نظاره درخشید و بخود گم گردید — آه دل سرد شد و گرمی داغ آخر شد

اے وفا برهمی بزم تمنا هے هے
دیده خون گشت و جگر آب و دماغ آخر شد

اے ترا گردش پیمانه مبارک باشد — چشم مست و می و میخانه مبارک باشد
نوبهار است و مے ناب بگلشن زده — مستی نرگس مستانه مبارک باشد
من و آن جلوهٔ بیرنگی وحدت که مپرس — خلوت سادهٔ جانانه مبارک باشد
انجمنها است که افسون تو برهم زده است — شمع و بلبل گل و پروانه مبارک باشد

اے وفا دست قضا طرح دگر افگنده است
نقش بربادی غمخانه مبارک باشد

دلِ نامرادِ عاشق سرِ دو جہاں ندارد
گلہ زمیں ندارد غمِ آسماں ندارد

من و شورہائے ہوئے کہ لبِ زباں ندارد
دل و داغِ آرزوئے کہ بدل فغاں ندارد

مژۂ دراز لیلیٰ ہمہ تیز تیز نشتر
دلِ ناتوانِ مجنوں رگِ خونچکاں ندارد

تو بہ سرمہ نازداری کہ بود دلیلِ شوخی
نگہِ تو گرم جولاں کہ بکف عناں ندارد

غم و طول داستانے کہ بود حریفِ محشر
دل و صبر بیزبانے کہ لب و دہاں ندارد

خبرے ز جاں چہ پرسی اثرے ز دل چہ جوئی
رہِ بیکسی غبارے پسِ کارواں ندارد

تو بیا ببیں وفا را ز امید و بیم رستہ
غمِ دشمناں ندارد سرِ دوستاں ندارد

زہے موجِ طرب کز جدولِ خونابہ می آید
خوشا رنگے کہ بر روئے دلِ بیتاب می آید

ز نقشِ عشرتِ دل می تراود رنگ وحشت ہا
کہ در غمخانہ ام مہتاب چوں سیلاب می آید

خوشا نیرنگِ شوخی ہا خوشا وضعِ تغافل ہا
ز لعلش خندہ می جوشد بہ چشمش خواب می آید

مبارک موجِ آفت خیز را گہوارہ جنبانی
دلِ راحت طلب در حلقۂ گرداب می آید

نویدا اے فتنۂ محشر کہ اندر پردۂ محشر را
بہ اندازِ دگر آں دشمنِ احباب می آید

نسیمِ بیقراری پرورد نخلِ دلِ ما را
بباغِ ما بہارِ جلوۂ سیماب می آید

وفا دل می کنم نذرِ تغافل ہائے نادانی
بدستِ بے نیازش گوہرِ نایاب می آید

دلِ افسردہ ہمچوں دیدۂ بے نور می ماند
چراغِ آرزوئے ما ز منزل دور می ماند

بپائے دار جوشد دجلہ دجلہ خونِ رسوائی
حدیثِ شورشِ ما بر لبِ منصور می ماند

دریغا انتظارِ لذتِ خونابہ نوشی ہا
ہوائے دارم کہ اندر پہلوئے ناصور می ماند

کمالِ سادگی یا نسبتِ باشد خندۂ گلہا
بہارِ رنگ از باغِ محبت دور می ماند

جہاں یک قطرۂ خوں آرزو کز تنگیِ فرصت
نیاید تا سرِ مژگاں بدل مجبور می ماند

ملایک فیض یاب از خدمت تعمیر الوانش
خم دوش فلک هم با خم مزدور می ماند

الهی قطره قطره خون حسرت را چراغان کن
بآن نورے که اندر دیدهٔ ناصور می ماند

چه میپرسی وفا از سطوت آداب دربانش
که وقف دورباشش قیصر و فغفور می ماند

صید فتراک تغافل چون بمقتل در رود
جوهر از شمشیر ریزد آب از خنجر رود

چیست معراج دماغ بیکسیهائے جنون؟
هان بطوفانگاه غم خونابه ها از سر رود

در تماشاگاه رنگین بهار ما نگر
خون دل از آبشار دیدهائے تر رود

رشتهٔ شوقت نداند نرم و سخت کارها
میدود اندر لبش هاد ر شمع و در گوهر رود

انقلاب عالمست و گردش پهلوے ما
حشر ماند آن نوردی را که از بستر رود

چون نگاه تیز ساقی بزم ما بر هم زند
رنگ از صهبا پرد و صهبا هم از ساغر رود

اے خوشا اقبال امت مرحبا انعام حق
دامن ناموس ما در دست پیغمبر رود

انبراے کسب تاثیر سعادت اے وفا
چشمهٔ کوثر بپائے ساقی کوثر رود

## ردیف رائے مهمله

سبک برخیز اے جوش جنونم بار آسمان بر
هجوم ناله از تنگنائے محشرستان بر

دلم خونین و خونم آتشین و آتشم دوزخ
بهار عشق ملبوز را بباز یگاه طفلان بر

نهانی غمزه ها چون غنچه میخواهد شگفتنها
بخواب ناز آور پرده از من و ذوق پنهان بر

چه رنگین کاروان دامان محمل خونچکان بینی
سر اندیشه آندر وادی چاک دل و جان بر

شهید جلوه برقم و لے در دل نمی باقیست
بخاک من چراغ دیدهٔ خونابه افشان بر

دل صد پاره آخر تا ز پیروی ستم بود است
اگر لختے بخاک اندا ختی لختے بدامان بر

هلاک التفاتم اشتیاقم فرصتے دارد
تنم در خاک و خون بگذار و در خم را بزندان بر

وفا از این و آن جز این و آن چیزے نمی آید
شکایت نامهٔ جورِ عزیزان پیش یزدان بر

رنگ آمیزیِ نیرنگِ بهار است بهار
پرِ طاؤس رگِ موجِ غبار است غبار

غنچه بر شاخ سرِ انگشتِ حنا آلوده
لاله در باغ کفِ دستِ نگار است نگار

آب و رنگِ ازلی رنگِ عنایت ریزد
تربیت غازه کشِ روی شرار است شرار

صفحه می بالد و هر سطر تموّج دارد
هان رگِ خامه رگِ ابرِ بهار است بهار

اے وفا صافِ عدم چیست سرور است سرور
دُردِ پیدائیِ ما چیست خمار است خمار

ردیف میم

حیا در پردهٔ قاتل بود شب جائیکه من بودم
نگه در دیدهٔ بسمل بود شب جائیکه من بودم

ادب آموزیِ تمکینِ نازِ او چه می پرسی
هوس چون گشته در دل بود شب جائیکه من بودم

فروغِ لایزالی سوخت فرقِ اعتباری را
سحر یک شمعِ محفل بود شب جائیکه من بودم

تجلی بود و پنهان بود اندر پردهٔ حیرت
تماشا بود و غافل بود شب جائیکه من بودم

همه بیرنگیِ مطلق همه یکرنگیِ بر حق
دو عالم نقشِ باطل بود شب جائیکه من بودم

غبارِ کارِ دانش بود و رنگ و بوی جان پرده
بهارِ خلد محمل بود شب جائیکه من بودم

بمن حسنِ گمان ضبط و جوشِ جلوه‌ها تا تیغ
ز خود رفتن چه مشکل بود شب جائیکه من بودم

مپرس از لطفِ ساقی یک جهان مستی نثارِ او
خم و خمخانه حاصل بود شب جائیکه من بودم

وفا اندازه و انتهاے موجِ ناز را نازم
که دریا خطِ ساحل بود شب جائیکه من بودم

در پیچ و خمِ طرّهٔ گویائیِ خویشم
دل بستهٔ زلفِ سخن آرائیِ خویشم

معشوقِ تحیّرم است و تماشائیِ خویشم
تصویرم و آئینهٔ رعنائیِ خویشم

از صافیِ کونین مرا قطعِ نگاه است
دردی کشِ زهرابهٔ تنهایی خویشم

صیقل زده‌ام آینهٔ حالِ زبون را
سرمایهٔ دکانِ خودآرایی خویشم

پنهانم و از کسوتِ آثار عیانم
پیدایم و خود پردهٔ پیدایی خویشم

از ناخنِ خورشیدِ قیامت بگشایند
آخر گرهٔ دامنِ رسوایی خویشم

از منتِ آزارِ وفا دست کشیدم
خود آبلهٔ پای شکیبایی خویشم

بیا بگشاده‌ام پیچیده سامانی که من دارم
بمحشر داده‌ام چاکی ز دامانی که من دارم

تماشاگاهِ خوبانست دکانی که من دارم
متاعِ کشورِ کفر است ایمانی که من دارم

مپرس اندر محبت شیوه‌های لاابالی را
بچاکِ سینه می‌دوزم گریبانی که من دارم

گدازم نیزهٔ الماس و اندر دل فرو ریزم
محیطِ عالمِ درد است وبانی که من دارم

رخ چون آتش ز رشکت برافروزد آتش زا
نثارِ شعلهٔ نازِ تو ایمانی که من دارم

رگِ امیدها سیراب و رنگِ دودها تازه
بهارِ گلشنِ جان است جانانی که من دارم

وفا قیدِ من از قیدِ تعین هم جدا باشد
فضای سیرِ لاهوت است ندائی که من دارم

دلِ من ساده پرکار است بخندیدن نمی‌دانم
نوآموزِ وفایم شکوه سنجیدن نمی‌دانم

بمیور رفتم و مستانه دست و پای گم کردم
نگاهِ شوقِ گلچین است و گل چیدن نمی‌دانم

تو و فکرِ دل آزاری که پرسیدن نمی‌تابی
من و نیرنگِ خاموشی که نالیدن نمی‌دانم

محبت قطع کرده ریشهٔ نشو و نمویم را
بهارم یک دم آخر که بالیدن نمی‌دانم

نهاده پیشِ من آیینها ذوقِ شنیدنها
نوید ای جلوهٔ اندیشه‌ها دیدن نمی‌دانم

چو آن آتش که آخر کارِ رزقِ دود می‌گردد
بسوزِ خویش گم گشتم درخشیدن نمی‌دانم

بیا در قالبِ روحِ روان خالیست جای من
من دیوانه در آغوش گنجیدن نمی‌دانم

بدست خار خار بیکسی عشق افتادم ‌‌ ‌‌ ‌‌ که دامن از جنون شوق بر چیدن نمیدانم

نگاه حسرتم با جوهر تیغش هم آغوش است
وفا از التفاتش دیده پوشیدن نمیدانم

نگاهم از دل شبهائے تار سرمه می آیم ‌‌ ‌‌ ‌‌ سیه مست بهارم از بهار سرمه می آیم
گواه من خموشیها بیائم نیز با نیها ‌‌ ‌‌ ‌‌ شهید چشم نازم از دیار سرمه می آیم
بگیر اے تیرگی بخت اندر دامن شبها ‌‌ ‌‌ ‌‌ چو اشک سرمه آلود از کنار سرمه می آیم
بدوش صرصر حشر خموشی محملے بستم ‌‌ ‌‌ ‌‌ غبار سرمه ام از کوهسار سرمه می آیم
رگے هستم که از وی خون صد آواز میجوشد ‌‌ ‌‌ ‌‌ من از ظرف سویدا ے بهار سرمه می آیم
نگه در اهتمام فتنهٔ خاموش سرگرم است ‌‌ ‌‌ ‌‌ زبان بستهٔ زنجیر انتظار سرمه می آیم

چو آن اشکے که از مژگان نازا و فرو ریزد
وفائے نامرادم از دیار سرمه می آیم

جگر خون گشت و از خون میچکید ذوق چکیدن هم ‌‌ ‌‌ ‌‌ دل و صد رنگ بیتابی شکستن هم پریدن هم
بیا اے ساقی اندازه دان بر حال من رحمے ‌‌ ‌‌ ‌‌ فراغم ده ایاغم ده دماغم ده رسیدن هم
غزال وحشت بیرنگی تو سیار جلوه رم کن ‌‌ ‌‌ ‌‌ ز وضع آرمیدن اے ز انداز رمیدن هم
مپرس از سنگ دیدارش سخن بر تاب گفتارش ‌‌ ‌‌ ‌‌ گل شاخ نهال طور شد گوش شنیدن هم
دل و جان بیتابی نمیدانی ز تیشه در جانها ‌‌ ‌‌ ‌‌ رگ جان میکشد شوق در آغوش کشیدن هم
بشوخی میبردی از خود بتمکین باز می آئی ‌‌ ‌‌ ‌‌ شکار دام نازت بود از خود رمیدن هم
دل بے آرزو دارم که بیناز و بآزارش ‌‌ ‌‌ ‌‌ گل بیرنگ و بو دارم که بیبال از چیدن هم

در جنت خیال تو بدست بوده ایم ‌‌ ‌‌ ‌‌ اندر کنار سایهٔ طوبی غنوده ایم
ذوق نظر ز جلوهٔ پنهان گرفته ایم ‌‌ ‌‌ ‌‌ فرصت ز لن ترانی دیدار بوده ایم
چشمے دگر گونه متاع نگاه شوق ‌‌ ‌‌ ‌‌ دکان انتظار تماشا کشوده ایم

شوقست و تازه تازه بهارِ نشاطِ ذوق
دل را سواد روضهٔ مینو نموده ایم

تلخابهٔ اجل نفسِ جانگدازِ ماست
صد بار چاشنیِ تقاضا فزوده ایم

آنیم از ازل با بدست میرویم
اے فتنهٔ نگاه ترا آزموده ایم

در چشمِ التفاتِ تو رنگِ پریده ایم
در بزمِ نازِ تو سخنِ ناشنوده ایم

رنگینیِ بهار چکید از غبارِ ما
پرکاریِ اداے بتان راستوده ایم

با گوش اے وفا که دلِ دردمند را
بگداختیم و پارهٔ الماس سوده ایم

تجلوگاهِ حسنِ تو رسیدن آرزو دارم
بیا در پرده چون بے پرده دیدن آرزو دارم

گریبانگیرِ جان تمکین و دامنگیرِ دل شوخی
بخود می آیم و از خود رمیدن آرزو دارم

خدایا جنتِ حرمان برنگِ تازه پیدا کن
گلِ ناکامیِ جاوید چیدن آرزو دارم

چمن پروردهٔ اندیشهٔ خود را تماشا کن
منم رنگِ بهارِ تو چکیدن آرزو دارم

قلم رنگین و طرز رنگین سوادِ دل بهشت آیین
که نقشِ آرزو بے او کشیدن آرزو دارم

ز خلوت میروی هنگامهٔ محشر نمی بینی
هلاکِ لذتِ وصلم تپیدن آرزو دارم

وفا هم قیدِ من وهم است وهم آزادیم وهم
ببالِ شهرتِ عنقا پریدن آرزو دارم

## ردیف نون

شیوهٔ نازش بود رنگِ گلستان ریختن
از چمن گلچیدن و گلها بدامان ریختن

طرحِ شوخیها که نقشے از نگارستانِ اوست
هم گہے در قالبِ چشمِ غزالان ریختن

رنگِ مستیها که رنگے از بهارستانِ اوست
هم گہے در جنتِ بزمِ حسینان ریختن

ریزهٔ الماسها سوده بخون آمیختن
نوکِ نشترها شکسته در رگِ جان ریختن

نازشِ بے پرده بنگر پرسش در پرده بین
زخمها پیدا و درون پنهان نمکدان ریختن

بی محابا اخگر حسن بتان افروختن
آتش اندر پردهٔ ناموس ایمان ریختن

من چنون مستم وفا آخر همی زیبد مرا
گل بسر افشاندن و می در گریبان ریختن

بسختیهای جان سوگوارم میتوان کشتن
سیه بختم درین شبهای تارم میتوان کشتن

بجرم سادگی انتظارم میتوان کشتن
بذوق وعدهٔ بی اعتبارم میتوان کشتن

ز دنیا تازه داغ ناشناسی میتوان بردن
برغم آشنائی در دیارم میتوان کشتن

مرا از جلوهٔ رنگین چمن گلگون کفن باید
به تیغ تازه در صبح بهارم میتوان کشتن

گرانجانم گرانخوابم تن آسانی هوس دارم
مزارم بستر من بر مزارم میتوان کشتن

علاج سرگرانیها است آخر سر جدا کردن
بده یک ساغر می در خمارم میتوان کشتن

چو میخواهی که آئین محبت تازه تر باشد
بپهلوی دل امیدوارم میتوان کشتن

سیه مست خیالم ای وفا خوش صحبتی دارم
خوشا کشتن در آغوش نگارم میتوان کشتن

باده از مینای مژگان شوق مضطر را ببین
در رگ جانها روانیهای نشتر را ببین

لذت سیرابی جاوید از بسمل مپرس
بر گلوی تشنهٔ بیداد خنجر را ببین

اعتبار وسعت عالم ز چشم ما نگر
بر سر شوریده مشت خاک محشر را ببین

ما گنهگاریم و شافع سید پیغمبران
کشتی طوفانی و تمکین لنگر را ببین

ای ز چشم مست ساقی چاشنی گیر قضا
موجهٔ صهبا بسنج و آب کوثر را ببین

گردش چشم الست و صد میخانهٔ فیض ازل
بالوازمشهای ساقی دور ساغر را ببین

هان تجلی از کدامی بام موجی میزند
حسن خوبان را چه بینی حسن منظر را ببین

جان ستاند دل همی جوید بافسون وفا
ای خوشا در پرده بی پرده ستمگر را ببین

آفتاب صبح محشر سایهٔ بخت من است
در شبستان مصیبت تیره اختر را ببین

مرحبا ناموس ایں اشک ندا استہائے ما
اے وفا بردیدہ داماں ہمیں را ببیں

حاصل جلوہ بود محو تماشا بودن
معنی وعدہ بود وقف تمنا بودن

ایکہ سرمایۂ امید توئی میدانی
در پس پردہ غم حوصلہ فرسا بودن

ایکہ آسایش جاوید توئی می بینی
روح برق ستم ناز بدلہا بودن

راز انصاف ہمی گفتن و پنہاں گفتن
ستم آرائے جہاں بودن و پیدا بودن

جلوہ فرما و گل افشاں کہ ترا می زیبد
غازۂ روئے بہارین تماشا بودن

پردہ بکشا و بروں آ کہ ترا می ارزد
جلوۂ شوخی رنگ گل و صہبا بودن

من و صد لذت افسوس مبارکبادم
زہر ناکامی جاوید گوارا بودن

چیست آں شیوۂ پرکاری نیرنگ جنوں
گلۂ شوق بعنوان تقاضا بودن

اے وفا چیست عیار اثر بخت زبوں
در پس حشر غبار غم رسوا بودن

## ردیف واو

بیا بند حیا بشکست طوفان شباب او
کہ موج میزند نظارہ از طرف نقاب او

سرشتم آتش و از کشور آتش ہمی آیم
باغوش نگاہم جلوۂ برق عتاب او

بپرس از عشق رسوایم حساب پارسائیہا
کہ دارم دلنشیں یک یک نگاہ بیحجاب او

من و دیوانگیہا شیوۂ تمکیں ندانستم
دل بیتاب گم کردم بجوش اضطراب او

چو مے خونابہا از جدول دل ریختن دارد
برآوردیم جوئے تازہ از بزم شراب او

خوشا ذوق تغافلہا خوشا نیرنگ وصلتہا
دو عالم یک سر مژگاں بچشم نیم خواب او

نفس از سینہ خیزد محشرستاں ہمعناں باشد
سرشک از دیدہ ریزد شوق طوفاں در رکاب او

چناں گرم است بزم شوق از اندیشۂ خویش
نفسہا دود دلہا داغ پہلوہا کباب او

وفا از سردمهریهای دنیا دل به تنگ آمد
بمحشر گرم کردم داغهای سینه تاب او

هزاران فتنه در پهلو دل دیوانه در پهلو
حریم کعبه در پهلو در بتخانه در پهلو

خمیر طینتم مست الستم ظرف بد مستیم
شکستم همچو رنگ باده صد میخانه در پهلو

به بزم حسن و عشق خویش رنگین جلوه‌ها بینی
چراغان روبرو خاکستر پروانه در پهلو

همانا بزم او مینا دلم نازک‌تر از مینا
چو موج باده لرزد نالهٔ مستانه در پهلو

مپرس از ذوق وصل او هلاک حسرت خویشم
وفا نا آشنا از آشنا بیگانه در پهلو

فرو بستر بتابیم بپیچیده محشرها
بایں دل تنگی من یک جهان ویرانه در پهلو

وفا از بیقراری جلوهٔ خوابم هوس باشد
صدای صور میخواند مرا افسانه در پهلو

ای خون کن هزار تمناهای تو
بیگانه وفا دل نا آشنای تو

تو در هوای خویش و جهان در هوای تو
تو مبتلای آنکه ما مبتلای تو

مشق خیال جلوهٔ رنگین چه سحر کرد
چشم من و تراوش رنگ ادای تو

درهای خلد هیچ گیتی نگشوده ایم
واکرده ایم عقدهٔ بند قبای تو

ردیف یائے تحتہ

ای زخم آرزویت تا سینه‌ها رسیده
زهراب جستجویت رگهای جان چشیده

در تاب طره‌اش شام ابد مسلسل
از مطلع گریبان صبح ازل دمیده

از وعدهٔ وصالش بدست انتظارم
یعنی دماغ شوقم از بوی او رسیده

چشمش [illegible] نقاش [illegible] مستی
نقشی زهم کشیده رنگی زرخ پریده

[illegible] جلوه نگاهش حیرت [illegible]
چون آهوی رمیده از خویشتن رسیده

پامال انتظارم چون معنی نگفته
خارج از اعتبارم چون حرف ناشنیده

بدلها ساختی بیتابی نبض تپان بوده
چرا هنگامه ها آراستی و از میان رفتی
بسامان تمنا تنگی فرصت تماشا کن
مبارک ای ادای اجر خاموشی که نخرد
نوید ای تشنگی شوق ناکامی که نیرزد
نگاه فتنه زا اقلیم دل زیر و زبر کرده
گداز زهره هم تسکین نمی بخشد رگ پی را
نمی بینم ترا نازم کمال حق شناسی را

بجا ماند ریختی خونابه رگهای جان بوده
نشان بگذاشتی از دیده و دل بینشان بوده
بفتراک تو می آیم صید نیم جان بوده
قیامت زخمه تار رگ ذوق بیان بوده
هزاران جدول خون از محیط دل روان بوده
بلای سرزمین بوده قضای آسمان بوده
چو زهر مرگ حرف تلخی کام و زبان بوده
که می آئی در آغوشم نصیب دشمنان بوده

وفا شیرازهٔ اوراق امکانی پریشان شد
دو عالم را جدا کرده نگاهی درمیان بوده

مذاق تازه می بخشد شباب آهسته آهسته
تغافل با نزاکت طرفه رنگ آمیزیی دارد
روانم محو لذت های ملامتهای با تمکین
بهار آتش زدی و از میان لکشان رفتی
هجوم جلوه نازاست و مستی کاربرداز است
بلاک بینیاز بها جگرها دیده ها دلها
سلامت باد چشم او حیا هم آشنا گردد

درون تاک می بالد شراب آهسته آهسته
بچشمش میکشد تصویر خواب آهسته آهسته
دلم مشتاق فرصت هاى عتاب آهسته آهسته
دل و جان سوختی چون کباب آهسته آهسته
خود از هم بگسلد بند نقاب آهسته آهسته
هزاران خانمان کردی خراب آهسته آهسته
به نیرنگ نگاه بی حجاب آهسته آهسته

وفا جان خرمیم گشت صرف گردش پهلو
بغارت رفت بزم اضطراب آهسته آهسته

## ردیف یا

بهشت جاودانی غمزه را عهد شبابستی
بهار گلشن ترا ذوق جلوه نابند نقابستی

ز فیضِ لطفِ ساقی دیده و دل کامیابستی
که هم رنگِ شرابستی و هم بوی کبابستی

بوقتِ وعده نیرنگِ سخن پیچیده رازاستی
بهنگامِ وفا بی پرده خاموشی جوابستی

نو پیدای حسنِ خود بین لنگرِ شوخی گرانستی
ستم ای شیوهٔ تمکین حیا پا در رکابستی

بچشمِ خوارئی من قطره سیلِ خون نستی
بذوقِ جلوهٔ او ذره ذره آفتابستی

وفا مدہوشیم را قلزم افشانی نمی تابد
دماغ آرزویم را جهنم قطرهٔ آبستی

هر زمان دل را بطوفانِ دگرگون افگنی
از جهنم برکستی در قعرِ جیحون افگنی

حشرِ ناز انگیزی و هنگامها برهم زنی
آتش افروزی و اندر کوه و هامون افگنی

پردها بر روی دل آرای لیلی در کشی
چاکها در کسوتِ ناموسِ مجنون افگنی

سوختی و العطش زالیست هر هر قطره ام
کاش این خاکسترم در قلزمِ خون افگنی

ایکه از طرفِ کله قدرِ ثریا بشکنی
هم کمندِ دلبری بر اوجِ گردون افگنی

بزمها آرائی و خونریزی و ساقی شوی
کاسهٔ سر بر زمین چون جامِ وارون افگنی

بر سرِ مهر و وفا آئی مسیحائی کنی
روحِ غم در قالبِ دلهای محزون افگنی

# ترجیع بند

نگویم از فرازِ طاقِ ایوانِ قضا افتم　　نپندارم ز اوجِ بامِ فیضانِ خدا افتم
ننالم گر بقیدِ کشورِ ناآشنا افتم　　چہ غم گر از نگاہِ دوستانِ بیوفا افتم

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

نہ از دردِ غریبی نے ز ترکِ خانماں شکوہ　　نہ از داغِ عزیزاں نے ز ہجرِ دوستاں شکوہ
نہ اندر پردۂ بختِ زبوں از آسماں شکوہ　　نہ در عرضِ ہنر از مجمعِ ناقدرداں شکوہ

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

نہ از قسمت نہ از اندازۂ سود و زیاں شکوہ　　نہ از دولت نہ از نیرنگِ پیدا و نہاں شکوہ
نہ از قیمت نہ از بیرونقیہائے دکاں شکوہ　　نہ از ہمت نہ از بے مایگیہائے جہاں شکوہ

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

بیا ہمدم صریرِ خامۂ آزادِ من بشنو　　درونِ پردۂ تحریر ایں فریادِ من بشنو
جگر خوں کن نوائے خاطرِ ناشادِ من بشنو　　بدیں افسردگی افسانۂ روداد من بشنو

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

دبیرم شاعرِ مضمون نگارم نکتہ آرایم　　عطارد می نہد بر دیدہ کلکِ آسماں سایم
فرستادہ است بہ دکانِ محنت کارفرمایم　　متاعِ کشورِ جانم ز راہِ دور می آیم

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم

ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

من و یک عالم ناز ارچہ آنی در آغوشم — متاع بے بہائے من بود لبہائے خاموشم

امید حاصل ہر دو جہاں خواب فراموشم — وفادارم وفا خواہم وفا سنجم وفا کوشم

نہ آں جنسم کہ از قحط خریدار از بہا افتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

نتابد عار منت رنج سودائے بے پروا — ندارد احتیاج سرمۂ چشم آہوئے صحرا

ز قید آستیں آزاد باشد دست استغنا — کمند شہرت عنقا بود در گردن عنقا

نہ آں جنسم کہ از قحط خریدار از بہا افتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

## قطعۂ تقریظیہ بر دیوان وحشت

ایں نقش دلفریب کہ نور نگاہ ما است — از عالم مرقع بزم ادائے کیست

در اہتزاز آمدہ رگہائے گوش شوق — ایں گفتگوئے دل ز لب جانفزائے کیست

رنگ نشاط ریختہ در پردۂ دماغ — ایں فیض روح از نفس مشکسائے کیست

ایں کاروان کیست کہ جانہا غبار اوست — ہاں دستگاہ فیض ازل رہنمائے کیست

ایں داستان کیست زبانہا نثار اوست — ہاں نامہ و پیام دو ہمراز برائے کیست

صد نکتہ ہائے مشکل و صد عقدہ ہائے راز — یارب فدائے ناخن مشکلکشائے کیست

آخر تو بینیازی و نازم بتو خوش است — وابستہ تو عجز عقیدت گرائے کیست

بے پردہ صد شکایت و در پردہ رسم و راہ — از چشم ناشناس و دل آشنائے کیست

از دیدہ دور و مژدۂ نزدیکی خیال
یارب وفا ہلاک فریب وفائے کیست

# رباعیات

| | |
|---|---|
| دانی کہ ظہورِ سطوتِ داور چیست | آں صرصرِ حشر و فتنۂ محشر چیست |
| آں غلغلۂ صور چہ شانے دارد | یک گردشِ پہلوے دلِ مضطر چیست |

## دیگر

| | |
|---|---|
| فریاد ز شورِ دلِ دیوانۂ ما | صد خرمنِ شیون است و یک دانۂ ما |
| شوریدگیِ دماغِ ہستی پیداست | در چشمِ عدم تنگ شد افسانۂ ما |

## دیگر

| | |
|---|---|
| ہم روزِ سیاہِ ما خدا میداند | ہم حالِ تباہِ ما خدا میداند |
| کوتاہیِ فرصت است و ہم طولِ امل | ماییم و گناہِ ما خدا میداند |

## دیگر

| | |
|---|---|
| از وادیِ فتنہ ہیچ گرد آمدہ ایم | دل باختہ با چہرۂ زرد آمدہ ایم |
| زہرے است کہ اندر رگِ جاں [illegible] | [illegible] بہ فشاں زرا و درد آمدہ ایم |

## دیگر

| | |
|---|---|
| اے ختمِ رسل شمعِ شبستانہ توئی | ہم صدر نشینِ بزمِ شاہانہ توئی |
| اے حاصلِ [illegible] بحرِ دریا [illegible] قدم | گوہر صدف گوہرِ یکدانہ توئی |

## دیگر

| | |
|---|---|
| اے فخرِ رسل ختمِ رسل آمدہ | شیرازۂ [illegible] و وکل آمدہ |
| [illegible] | [illegible] سنبل آمدہ |

## دیگر

| | |
|---|---|
| اے خواجۂ خواجگاں چہ شانے داری | اے سرورِ سروراں چہ آنے داری |

آن مُہر کہ بر پشتِ مبارک زدہ اند — بر بخششِ ما عاصیان نشانے داری

**دیگر**

این شعلۂ مہر سایہ پرورِ دمِ من است — این برقِ جہان سوز دمِ سردِ من است
آن جوشِ قلق کہ بحشر شش می نامند — یک کالبد است و روحِ او دردِ من است

**دیگر**

بشنو کہ مرا بیانِ من سوختہ است — چون شمع مرا زبانِ من سوختہ است
این ہم اثرِ گمانِ ہستی باشد — اے وائے مرا گمانِ من سوختہ است

**دیگر**

اے شادیِ ما بہارِ ناشادیِ ما — آبادیِ ما طرازِ بربادیِ ما
پیدائیِ ما دلیلِ ناپیدائی است — پابندیِ ما کفیلِ آزادیِ ما

ملنے کا پتہ

حافظ محمد شفیق علی گڑھ
سرلے حکیم جلیل سعید منزل